title - Marqa Adab (Part - 2)

creator - Murattiba Safdar Mirzapuri.

Publisher - Majtabai Press (Lucknow)

Date - 1923

Pages - 312

Subjects - Maqtoobaat; Khutoot; Makateeb; Ruka'at.

[illegible]

مرقع ادب

حصہ دوم

از

جناب صفدر مرزاپوری

جسمیں اُن نایاب خطوط کا مجموعہ ہے جنہیں ملک کے نامور ادیب
اور سربرآوردہ حضرات نے ایک دوسرے کے نام لکھا ہے۔ اسمیں کا حرف حرف
سند ہے ہر ہر فقرہ موتی کی لڑی ہے۔ زبان اُردو سیکھنے کے لیے موجودہ زبان اُردو کا
بہترین مرقع ہے۔ ادبی خوبیوں کے علاوہ بہت سے نامور اور باکمال شعرا اور مشاہیر کے
سوانح زندگی پر بھی روشنی پڑتی ہے اور ایک دوربین نظر کے لیے مکتوب اور مکتوب الیہ حضرات کا خاصہ
تذکرہ ہے۔ اکثر خطوط میں شاعرانہ نکات و حقائق پر بحث کی ہے کہیں شاعرانہ نوک جھونک ہے کہیں
معاصرانہ چھیڑ چھاڑ کہیں لطیف ظرافت آمیز چٹکلے۔

قیمت دو روپیہ (عہ)

ملنے کا پتہ: صدیق بکڈپو امین آباد پارک لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرتبہ

عالیجناب صفدر مرزا پوری

دارالاشاعت صدیق بکڈپو لکھنؤ

مطبوعہ مجتبائی پریس لکھنؤ

فہرست مضامین

تعارف

ناظرین سے اُن حضرات کا جنکے خطوط مُرقع اَدب مین درج ہین

غالب - نجم الدولہ مرزا نوشہ غالب نام مرزا اسداللہ خان - آپ کا نام نامی دنیائے ادب مین محتاج تعارف نہین - یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ اُردو مین خطوط نویسی کی نئی ایجاد کا سہرا آپ ہی کے سر رہا -

امیر الانشاء دبیر الملک سید علی اصغر صاحب ناظم ریاست ٹونک - آپ اُردو مین ایک خاص طرز تحریر کے موجد ہین آپ کے خطابات آپ کے کمالات کے سامنے شرمندہ ہین اُردو و اَدب کے والہ و شیدا ہونے کے علاوہ صاحب تصنیف و تالیف بھی ہین -

اوج - نام مرزا محمد جعفر خلف مرزا دبیر مرحوم آپنے فن مرثیہ گوئی کو کمال پر پہونچایا فن شعر مین آپ کی تحقیق کا پایا بہت بلند تھا جس کی شہادت آپ کی تالیف موجود ہے - نثر مین آپ کو مزاولت کم تھی یہ ایک خط بطور یادگار تبرکاً درج کیا گیا -

اعظم - سید محمد اعظم لکھنوی آپ کا تخلص مذاق ہے اور وطن کان پور کسی زمانہ مین شاعری کا شوق تھا کہتے تھے اور اچھا کہتے تھے نثر کا نمونہ یہ خط ہے -

ادیب - نام محمد لال خان صاحب آپ کو اُردو اَدب سے خاص دلچسپی ہے پولیس مین ہیڈ کانسٹبل ہین نثر بھی اچھی لکھ لیتے ہین -

باسط - نام باسط علی جناب جگر بسوانی کے ارشد تلامذہ سے ہین شاعری سے بیحد ذوق ہے ملک کے اچھے کہنے والون مین انکا شمار ہو ملک کے اعلیٰ درجہ کے اخبارات و رسالے انکے کلام سے مستفیض ہوتے ہین نثر کا نمونہ ان کے یہ خطوط ہین جو مرقع اَدب مین درج کئے گئے ہین -

بشیر - نام بشیر احمد خان صاحب سب انسپکٹر پولیس ہین یہ ایک خط جو اس مرقع مین درج کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ اُردو اَدب کے دلدادہ ہین اور خود بھی اچھا لکھنے کی کوشش کرتے ہین -

بیتاب بسمل۔ نام محمد اسحاق وطن بریلی۔ آپ ملک کے مشہور انشا پرداز ہیں مگر باوجود اس کے کہ جناب بسمل بریلوی نے بیتاب صاحب کے خطوط مجھے بہت سے دیے تھے اور میں نے پانچ چھ قطعہ خط انتخاب بھی کیے مگر وہ اوراق کتابت کے وقت اصل مسودہ سے کھو گئے جس کا مجھے بیحد افسوس ہے اصل موجود ہے بشرط حیات تیسرے حصہ میں یہ خطوط درج کیے جائیں گے۔

ثابت۔ نام افضل حسین وطن لکھنؤ غزل گوئی میں آپ حضرت امیر مینائی رح کے شاگرد ہیں مرثیہ گوئی میں مرزا دبیر مرحوم کے خاندان سے تعلق ہے آپ کی انشا پردازی و قابلیت مسلم ہے۔ حیات دبیر کے دو حصے جس محنت و عرق ریزی سے آپ نے لکھے اس کا تعلق دیکھنے سے ہے جو مولف کی قابلیت کی تحریری دستاویزیں ہیں۔

جلال فخر شعرائے ماضی و حال نام سید حکیم ضامن علی وطن خاص لکھنؤ۔ آپ ملک کے مستند اساتذہ حضرت امیر مینائی رح و فصیح الملک جناب داغ مرحوم کے معاصرین میں تھے چار دیوانوں کے علاوہ رسالہ تذکیر و تانیث بھی آپ کی تالیف ہے۔ سرمایہ زبان اردو جو اردو کا بہترین لغت ہے وہ بھی جناب جلال ہی کے نام سے منسوب ہے۔

جاوید۔ نام سید محمد کاظم آپ کا نام غلطی سے بندے کاظم مشہور ہو گیا آپ لکھنؤ کے ایک خاندان اجتہاد سے تھے لکھنؤ کے مشاہیر اور سلطان العلما کے استاد تھے آپ کے کلام میں درد و اثر کے علاوہ رنگینی زیادہ تھی۔

جمیل نام سید جمیل احمد وطن سہسوان شاعر دربار ریاست بھوپال آپ ملک کے مشاہیر اساتذہ میں ہیں عربی، فارسی میں منتہی ہیں تاریخ گوئی میں آپ ہی اپنی نظیر ہیں میرے خاص عنایت فرما ہیں۔

جالب۔ آپ کا تخلص اس قدر مشہور ہے کہ اصل نام کے لکھنے کی ضرورت نہیں اخبار نویسی میں آج حضرت جالب دہلوی کا جواب نہیں آپ کی وسیع معلومات نے آپ کو اخباری دنیا میں ممتاز بنا رکھا ہے اس وقت اخبار ہمدم جس کی چار دانگ عالم میں کافی شہرت ہے آپ ہی کی اڈیٹری میں نکل رہا ہے۔ شاعری میں فصیح الملک حضرت داغ کے شاگرد ہیں مگر روزانہ اخبار کی اڈیٹری اتنی اجازت نہیں دیتی کہ شعر و سخن کی طرف آپ رخ کریں۔

حامد۔ نام سید محمد محمود وطن لکھنؤ۔ آپ کا شمار ان باکمال اساتذہ میں ہے جو اس وقت انگلیوں پر گنے جاتے ہیں تحقیق و تدقیق میں آپ کو ید طولیٰ حاصل ہے حضرت وصل بلگرامی مرحوم کو آپ کی

شاگردی کا فخر حاصل ہے۔

خالد۔ نام مولوی محمود الرب گو آپ کا وطن بنگالہ ہے مگر نثر ایسی پیاری اور دلفریب لکھتے ہیں کہ جس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے انشاء اللہ مرقع ادب کے تیسرے حصہ میں جو خطوط آپ کے باقی ہیں وہ بھی شامل کیے جائیں گے۔

عظیم۔ نام مولانا مولوی سید سبحان اللہ صاحب رئیس اعظم گورکھپور آپکو نثر و نظم دونوں میں یدطولیٰ حاصل ہے آپ کے تبحر علمی مذاق سلیم سخن فہمی کا ایک زمانہ قایل ہے سخاوت میں حاتم دوران شجاعت میں رستم زمان ہیں۔ ایک ادنیٰ سخاوت یہ ہے کہ ایک مطلع کے صلہ میں لسان الملک حضرت ریاض کو ایک ہزار کی رقم مرحمت فرمائی۔ حال ہی میں علیگڈھ مسلم یونیورسٹی کو اپنا کتب خانہ جس میں کئی لاکھ روپیہ کی گران بہا کتابیں تھیں دیکر ملک و قوم پر ایک احسان عظیم فرمایا۔ سبحان اللہ۔

شبلی۔ شمس العلما علامہ شبلی نعمانی وہ باکمال بزرگ گذرے ہیں جنکے تعارف کی چنداں ضرورت نہیں جسکے شاہد عینی آپ کی تصانیف و تالیف ہیں۔ فن تاریخ دانی میں ہندوستان میں تو کیا یورپ میں بھی آپ کا جواب نہ نکلے گا آپ کے کمال پر آپ کے وطن اعظم گڈھ کو جسقدر بھی فخر ہو کم ہے۔

شفق۔ نام بابو کنجبہاری لعل صاحب۔ میں انسے واقف نہیں محبی تمنا لکھنوی نے انکا ایک خط جو نظم میں ہے مع اپنے جواب کے مجھے مرحمت فرمایا تھا۔ تمنا حضرت جاوید لکھنوی کے ارشد تلامذہ ہونے کے علاوہ غزیز خاص بھی ہیں شعر اچھا کہتے ہیں اور اپنے استاد کے جانشین بھی ہیں۔

حصر۔ نام مولوی محمد احمد صاحب خلف اکبر حضرت امیر مینائی مرحوم استاد اعلیٰحضرت نواب صاحب رامپور۔ آپ ماہر فن ہیں عربی فارسی کی کتابیں نکلی ہوئی ہیں مگر شاعری کی طرف توجہ کم ہے بے انتہا خلیق اور منکسر مزاج ہیں۔

علیم۔ نام محمد علیم خان وطن الہ آباد۔ لسان العصر حضرت اکبر مرحوم کے ارشد تلامذہ میں ہیں۔ شاعری میں نازک خیالی اور بات میں بات پیدا کرنا خاص ان کا حصہ ہے تلہر ضلع شاہجہانپور میں سکرٹری میونسپل بورڈ تھے اب آجکل لکھنؤ میں قیام ہے۔

عاصی نام احمد خان وطن کسمنڈی آسنا واقف ہون کہ آپ اودھ پنچ مرحوم کے نامور و قابل نامہ نگارون مین تھے اور ظریفانہ رنگ مین خوب لکھتے تھے۔

عزیز نام خواجہ عزیز الدین وطن لکھنؤ آپ کی فارسی دانی کی ہندوستان ہی مین نہین بلکہ ایران مین بھی شہرت تھی مثنوی ید بیضا کا جواب آپ ہی کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔

مولانا عثمان جعفری ایم اے رشک خاقانی و انوری آپکا وطن مچھلی شہر ضلع جونپور ہے آپکو زبان اُردو سے سچی محبت ہے آپکا طرز تحریر سب سے نرالا ہے آپنے زبان اُردو مین ایک نئی روح پھونکی ہے میرے اصرار پر مرقع ادب کا مقدمہ لکھنے کی زحمت گوارا فرما کر مجھے رہین منت فرمایا۔

مولانا محمد عبد الحق بی اے پرنسپل کالج و آنریری سکریٹری انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد دکن آپ محسن زبان اُردو ہین اُردو کو آج آپ ہی کی ذات والا صفات پر ناز ہے اُردو کی عزت و پائداری جناب ہی کے دم سے ہے آپ جو خدمت اُردو کی اپنے رسالہ "اُردو" کے ذریعہ سے کر رہے ہین وہ اہل ملک کے لئے باعث فخر ہے آپنے قواعد اُردو تصنیف فرما کر اُردو کو رہتی دنیا تک رہین منت بنا لیا آپ کے احسانات سے زبان اُردو قیامت تک سبکدوش نہین ہو سکتی دل سے دعا ہے کہ آپکا سایہ ہمیشہ یون ہی زبان اُردو کے سر پر اللہ رکھے۔

عشرت نام خواجہ عبد الرؤف وطن لکھنؤ آپ ۴۰ سال سے لگاتار ادبی خدمت کر رہے ہین ملک کے وسیع رسالون اور اخبارون مین آپ کے ادبی و تاریخی مضامین برابر شائع ہوتے رہتے ہین آپ کی تصانیف و تالیف سے تشنہ کامان ادب اپنی پیاس بجھاتے ہین آپ کی کتابین ملک مین بہت مقبول اور فائدہ رسان ہین آپ کے تلامذہ ملک مین بکثرت پائے جاتے ہین۔

مشتاق نام بہاری لعل وطن دہلی مرزا نوشہ غالب کے شاگرد ہین کلام پاکیزہ اور شاعرانہ عیوب سے پاک و صاف ہوتا ہے اس سے زیادہ مین واقف نہین۔

مضطر۔ اعتبار الملک خطاب۔ نام افتخار حسین۔ وطن خیر آباد تلمیذ حضرت امیر مینائی آپ صناف سخن پر قادر تھے اور ملک کے مشاہیر شعرا کی صف اول مین آپ کی بھی کرسی تھی افسوس کہ حال ہی مین آپنے اس دنیا کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہا۔ نثر بھی شاعرانہ طرز کی ہوتی تھی

محشر نام مرزا کاظم حسین وطن لکھنؤ آپ ملک کے مشہور شعرا مین ایک امتیازی درجہ رکھتے

ہین آپ کا دیوان "آفتاب محشر" اور قصائد کا مجموعہ بھی شائع ہو چکا ہے ایک خصوصیت آپ مین یہ ہے کہ اگر دشمن کا بھی شعر اچھا ہے تو اس کی داد دینے مین تامل نہین فرماتے۔ پہلے حضرت جاوید مرحوم کے شاگرد تھے بعد کو حضرت عارف نبیرۂ انیس مرحوم کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔

شیخ محمد مختار احمد عرف منے میان قدوائی بی اے ایل ایل بی رئیس و تعلقدار ضلع بارہ بنکی آپ ایک طباع و ذہین نوجوان ہین نثر مین متانت کے ساتھ شوخی کا بھی جزو ہے۔ خدا نگاہ بد سے محفوظ رکھے۔

مشتری نام بی مشتری جان وطن لکھنؤ شاعری مین حضرت شمس سے تعلق تھا لکھنؤ کی مشہور معروف طوائف نثر مین بھی شاعری کی طرح قدرت حاصل تھی جس کا نمونہ یہ خط ہے جو مرقع ادب کی زیب و زینت مین صرف کیا گیا۔

سید نصیر الدین تمنا وطن الہ آباد آپ اودھ پنچ اخبار کے نامور نامہ نگار تھے ظریفانہ رنگ مین بہت خوب لکھتے ہین میرے خاص عنایت فرما ہین ۱۹۱۷ء مین جب الہ آباد مین میرے اہتمام سے اخبار "اسرار عالم" نکلتا تھا اس مین بھی آپ کے مضامین شائع ہوا کرتے تھے۔

نیر نام مولوی نور الحسن بی اے ایل ایل بی وطن کاکوری ضلع لکھنؤ آپ حضرت مولانا محسن کاکوروی کے قابل و ہونہار فرزند دلبند ہین آپ کے ادبی ذوق نے آپ کی وکالت چھڑوا دی علاوہ عالم و فاضل ہونے کے آپ ایک خزانہ تحقیق کے بھی مالک ہین جس سے آپ کا نام بقائے اردو تک قائم رہے گا۔ (نور اللغات)

واقف نام سید محمد افضل وطن الہ آباد۔ مین صرف اسی قدر واقف ہون کہ آپ نظم و نثر اردو کے دلدادہ ہین نثر کا نمونہ آپ کا یہ خط ہے جو مرقع کے دامن مین ٹانک دیا گیا ہے۔

ہادی نام محمد ہادی بی اے ایل ایل بی وطن مچھلی شہر ضلع جونپور۔ آپ کی دلآویز نظمین اور دلفریب غزلین ملک کے رسالون اور اخبارون مین کثرت سے شائع ہوا کرتی ہین جو آپ کی قابلیت و ہمہ دانی کا آئینہ ہین۔

نوٹ: جن حضرات کا تعارف مرقع ادب حصہ اول مین ہو چکا ہے انکے مکرر تعارف کی یہان ضرورت نہین سمجھی گئی۔ صفدر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

دنیا مین جتنی ترقی اور زندگی کے ساتھ دلچسپی ہے اُسکی محرک اور مؤثر قوت ادبیات کی ہے نثر ہو یا نظم دونون مین دور گذشتہ کے انسانی علم و عمل کے کارنامجات محفوظ ہوتے ہین جن کے پڑھنے سے آنیوالی نسلون کو تحریک پرواز و اقدام کی ہوتی ہے۔

تاریخ قومون کی زندگی مین بہت کافی اثر اور وزن رکھتی ہے یہ ادب کے ذخائر تخیل و عمل کا شعبہ اہم ہے اسی طرح موجدون محققون سیاحون اور مدبّرون کے حوالجات اور مذاکرات گو علوم و فنون کے تعینّات کے لحاظ سے جداگانہ حیثیت رکھتے ہین مگر دراصل اُن کا مجموعہ حروف و سطور ادب کے ضمیمے ہین اور ادب ہی کا وجود دنیا مین موجب زندگی و روح پیمائے عمل ہے (جسطرح نظم کا مؤثر طریقہ رباعی کے اختصار مین ہے اسی طرح نثر کا مؤثر طریقہ خط مین ہے) دنیا کی ہر زبان مین خطوط کا مجموعہ ہے اور بعض مشاہیر فضلاء کے اخص ترین خصوصیات دماغی کا جوہر خطون کے اندر پایا جاتا ہے۔

یورپ کے بعض سیاسی انقلابون مین گمنام لکھنے والون کے خطون نے خیالات حریّت و جذبات ایثار کی آتش افروزی مین بہت اشتعال دیا ہے دنیائے کرام

کے بیشتر روحانی کارنامجات اوران کے تعلیمات حقائق و معارف کا اکثر و بیش خلاصہ ان کے مکاتیب اور رقعہ جات مین محفوظ ہے ۔ مین نے ہر قسم ادب کا پہلا حصہ طبع و شایع کرکے حلقہ ادب و بزم شاعری کے متمکنین کا شوق زندہ رکھا ہر طرف سے اعتراف نامے ۔ مشاہیر شعراے ادب کے دلچسپ و کارآمد خطوط اور قدیم و جدید اساتذہ کے ادبی جواہر ریزے میرے پاس آنے لگے ۔ مین نے سب کو دل کے جواہر خانہ مین جگہ دی اور مزید تلاش و فکر مین رہا ۔ اس مدت مین گردش روزگار نے میرے لیے مصائب اور افکار کے ہزارون عالم پیدا کردیے ۔ سب سے زیادہ مجھے اپنی جسمانی صحت کا رونا رہا اور وہ دیگر لوازمات بھی جو شاعر کو "قالوا بلیٰ" کے بعد تقدیر مین نصیب ہوتے ہین ۔ میرے لیے قید مجلس اور سامان پابستگی ہوگئے ۔ یہان تک کہ پا شکستہ ہونے کے بعد دست راست کا انگوٹھا بعض زخمون اور تکلیفون کے باعث قطع کیا گیا ۔ بار بار کے عمل جراحی اور اس استخوان تراشی نے کچھ دنون کے لیے قلم میرے ہاتھ سے چھین لیا ۔ اور جس آسانی سے مین ریزہاے ادب و شاعری کو چن چن کر اپنے کاغذات مین رکھتا تھا وہ ختم ہوگئی ۔ مگر پھر بھی مین اپنی دھن مین لگا رہا گلچین چمنستان کے پھولون کو چنتا ہے محقق و متجر آثارات پرانے کھنڈرون سے قومون اور مختلف مدارج تہذیب کے نشانات کا پتہ لگاتا ہے اور شاعر و ادیب خیالات اور جذبات کو جمع کرتا ہے ۔ مین نے زمانہ کے لیت و لعل اور افتاد و گردش کا مقابلہ کرتے ہوے بہترین اور موثر ترین خطوط کو اس طرح جمع کیا جس طرح جوہری موتیون اور سیرون کے ٹکڑون کو ممنون آراستگی کرتا ہے ۔ جو خطوط مین نے فراہم کیے اور انکو اب ملک کے

سامنے پیش کرنے کی عزت حاصل کی ہے وہ اپنی خصوصیات۔ اپنی ادبی رنگینی اور شان قدیم کے لحاظ سے فرد ہین۔

یہ زبان اُردو کی مقبولیت اور ہمہ گیری ہے کہ اُس نے ایشیا مین اب وہ جگہ حاصل کر لی ہے جو فرانسیسی زبان کی یورپ مین ہے۔ اسکی ہر دلعزیزی و وسازگاری علوم و فنون اِس سے ظاہر ہے کہ اب یونیورسٹیان اپنے تعلیمات و افادات اسکی وساطت سے پھیلانا چاہتی ہین جسطرح پانی اپنی روانی مین قدرتی جزر و مد کی کیفیت رکھتا ہے اور سطح کا پیمانہ برابر کر لیتا ہے اُسی طرح اُردو زبان مین جو قوت جاذبہ اور جو سیل دستی ہے اُس نے اسکو دنیا کی زندہ اور جوان زبانون مین شمار کرا دیا ہے،

اس لیے اِس سے قطع نظر کرتے ہوے صرف دُو دُو باتین ناظرین سے کرکے اپنے ناچیز انتخاب کو جسمین مُلک کے مشاہیر اہل قلم کی نکتہ سنجیون اور مضمون آفرینیون نے جگہ پائی ہے، نذر ناظرین کرتا ہون یہ مرقع اُن پیاری پیاری تصویرون کا البم ہے جسمین اُردو کی تکمیل سجیلی زبان کی ترقی کا راز مضمر ہے۔ اسمین کسی کافر کو کلام ہو سکتا ہے کہ تمام قومی ضرورتون مین زبان کی ترقی نہایت ضروری ہے روزمرہ کے کامون مین اُردو سے بہتر کوئی زبان نہین اُسکی شاعری نہایت حسین روح پرور ہے جب کبھی کسی شاعر کے قلم سے زبان کے سانچے مین ڈھل کر کوئی شعر نکل جاتا ہے پڑھنے والون اور دیکھنے والون کو اتنی بھی اجازت نہین دیتا کہ وہ دونون ہاتھون سے کلیجا تو سنبھال لین مثلاً لسان الملک حضرت ریاض فرماتے ہین ؎

بڑے صاف باطن بڑے پاک طینت | ریاض آپکو کچھ ہمسین جانتے ہین

ہمارا تو دعویٰ یہ ہے کہ ہماری زبان کی تثلیث یعنی اور جامعیت پرانی زبانوں سے اگر آگے نہیں نکل گئی ہے تو کسی سے پیچھے بھی نہیں رہی۔ یہ اور بات ہے کہ آجکل کے نئے تعلیمیافتہ ضد سے اسکی قدر نہ کریں۔

اہل عرب نے اپنے اقبال کے دور میں پہلے لٹریچر ہی کو درست کیا۔ پھر علوم یونانی کی طرف توجہ کی اور شاعری جو فطرت نے انسان کے غم غلط کرنے کو دی ہے اپنی زبان کے سوا کسی اور زبان میں بھلی نہیں معلوم ہوتی کسی قوم کو غیر زبانکی نغمہ سرائی کر کے اپنی طبیعت بہلاتے نہیں دیکھا۔ اہل عجم باوجود اسکے کہ علوم یونانی کے والۂ وشیدا رہے انھوں نے یونان کی شاعری کیطرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

اُردو ہی سے ہماری ہستی کا ثبوت ہے جبتک اُردو ہے ہمارا مٹنا ناممکن ہے۔ اور جبتک ہم ہیں اُردو کو بھی نہ مٹنا چاہیئے۔ ہم تمام ہندوستان کی زبانیں اپنی زبان میں ملا سکتے ہیں جب عربی، فارسی، سنسکرت، ہندی، انگریزی زبان کے الفاظ جذب کرنے کی اسکو قوت حاصل ہے تو اس سے کس کو انکار ہے کہ اُردو کو کسی سے عار نہیں کسی سے تکرار نہیں۔

اس دور میں لکھنے والے تو بہت اچھے ہیں مگر بقول خان بہادر سید ناصر علی ایڈیٹر صلائے عام" دنیا میں اچھے خط و خال کی ہزاروں پیاری تصویریں ہیں آپ جیسے مدبر ہے وہ بات کچھ اور ہے۔ عشق کو آب رنگ جہان اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے نیرنگ میں عجیب لطف ہے۔ رنگ روے نگار اور ہے۔ رنگ بہار اور ہے۔ دم سرد اور، نسیم سحر اور، چشم پُرخون اور، مئے گلگون اور، بلبل کی نغمہ سنجی اور فاختہ ......

کی کو کوا ور اسی طرح ہر چیز خاص لطف رکھتی ہے۔ اس مرقع مین بھی مختلف انشاپردازونکے لٹریچر کے نمونے ہین جنمین شستگی عبارت شیرینی گفتار ادائے بیان اور لطف زبان کے ساتھ وسیع معلومات کا ذخیرہ آپ ملاحظہ فرمائینگے،

ملک کے اہل نظر ادب کے عروج اور ترقی کا ذریعہ اس ادبی خدمت کو اگر قرار دین تو ایک حد تک مین خود کو کامیاب سمجھ سکتا ہون۔ کیونکہ ان نادر و نایاب خطوط کی تلاش مین مجھے بڑی بڑی دقتون کا سامنا کرنا پڑا اور اس بے سر و سامانی مین سفر کی زحمتین بار بار اٹھانا پڑین۔ جہان کہین غالب مرحوم کے غیر مطبوعہ خطوط کا پتا چلا۔ وہین پہونچ گیا۔ کم سے کم اصل نہین تو نقل ضرور مل گئی۔ بجز ایک صاحب کے کہ جنکی ذات نے نقل بھی دینا گوارا نہین کیا بلکہ نقل کیا ہوا مسودہ میرے ہاتھ سے واپس لے لیا۔ اللہ تعالی ایسے دلدادگان زبان کو اپنے ہی پاس بلا لے تو اچھا مین ایسے حضرات کا نام لکھنا اپنے مرقع کی توہین سمجھتا ہون۔ بہر حال جہان تک مجھسے ہوسکا مین نے اس مرقع کی دلچسپی کے سامان فراہم کرنے مین کمی نہین کی۔ انسان اپنے امکان بھر محنت کرتا ہے مگر

قبول خاطر و لطف سخن خداداد ست

یہ میرے بس کی بات نہین۔ دعا ہے کہ میرا یہ ناچیز انتخاب اہل نظر کا نور نظر بنے اور کامیابی کا سہرا ذوق و غالب و امیر و داغ و جلیل و اختر کے سہرون کی طرح میرے سر رہے۔

مین آخر مین مندرجۂ ذیل محترم احباب کا شکریہ ادا کرتا ہون جنھون نے اساتذہ و احباب کے خطوط میری ناچیز استدعا پر مجھے مرحمت فرما کر مرقع کو مرقع بنا دیا۔

مثلاً امیرالانشاء دبیرالملک سید علی اصغر صاحب ناظم ٹونک۔ مولوی عبدالغفور صاحب شہرؔ راستانوی۔ ڈاکٹر عبدالغفور صاحب بسملؔ بریلوی، حضرت محشرؔ لکھنوی، حضرت دلؔ شاہجہان پوری، حضرت خواجہ عشرتؔ لکھنوی، مجتبیٰ قاضی زاہد حسین صاحب نیتنوی۔ مولوی احسان اللہ خان صاحب احسانؔ بہادرگڈہوی۔ چودھری رحم علی صاحب بی اے سب ایڈیٹر ہمدم۔ چودھری شفیق الزمان صاحب تعلقدار سید مقبول حسین صاحب وصلؔ بلگرامی۔ جناب قاضی محمد خلیل صاحب حیرانؔ رئیس اعظم بریلی، اسی طرح اور افراد نکتہ سنج بھی شکرگذاری کے قابل ہین جنسے مجھے مدد ملی بہ خصوصیت میرے محترم دوست و محسن شاہ نذیر ہاشمی، درشک خاقانی داتوری مولانا عثمان جعفری۔ ایم اے پروفیسر سٹی کالج حیدرآباد دکن کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہون جنکو اُردو سے سچی محبت ہے۔ آپ نے ایسے ایسے دلچسپ خطوط مرحمت فرمائے جن کی زیادہ تعریف بھی کم ہے، آپ نے میری استدعا پر مرقع کا مقدمہ لکھنے کی زحمت گوارا فرمائی، مقدمے کا ایک ایک فقرہ اردو دان اصحاب کے لیے خاص لطف کا باعث ہوگا۔

افسوس بعض احباب نے خطوط ایسے وقت بھیجے جب مین مرقع کو مرتب کر چکا تھا، اب یہ نادر خطوط غالباً تیسرے حصہ کی رونق بڑھائینگے

خادم ادب

صفدر مرزاپوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ستم است گر ہوست کشد کہ بہ سیر سرو سمن درآ
تو ز غنچہ کم نہ دمیدۂ در دل کشا بہ چمن درآ

اُردو کو وجود میں آئے تقریباً ساڑھے تین سو برس سے زیادہ زمانہ گذر چکا
اس عمر کو دیکھتے یہ اُسکے طفلی کا دور ہے اور دوسری زبانوں پر نظر کرتے ہوئے اُسکے
بچپن کا زمانہ جان جانان پر رحمت خدا کی۔ میر تقی، سودا، ناسخ، آتش۔ ذوق مومن
انیس دبیر داغ، امیر کے مزار زیارت گاہ نیاز و ناز رہین کہ اُردو بھی اُنکے دم سے
زبان ہونے کا دم بھرنے لگی اور بزم زبان مین وہ شرمائی لجائی سہی جگہ پانے کے
لایق ہوگئی۔

اسکی تاریخ پر نظر ڈالتے ہوئے اچنبھا ہوتا ہے کہ کب پیدا ہوئی کسطرح پلی
اور بڑھی بن سنور کر عروج حاصل کیا اور کہان سے کہان اسمین لطافت کا سرمایہ
مہیا ہوا۔

کل کی بات ہے کہ اسمین چند دیوانون کے سوا کچھ نہ تھا زبان صرف شاعری تک
محدود تھی لطف زبان صرف نظم تک تھا، اسکے نثر کا دامن علم و خیال کے ستارون سے
مُعرّیٰ تھا نہ اسمین بولی ٹھولی کا مزا تھا نہ لطف سخن و لذت کلام نہ اسمین وہ اثر کیفیت
جو نظم مین اور اشعار مین تابان نظر آتا اور جن کے پڑھنے سُننے سے اکثر وجد کا عالم
طاری ہوجاتا اور ایک سنجیدہ اور متین انسان بھی وجد مین آکر رقص کرنے لگتا۔

اگلون نے جو کچھ کہا اُن کا اندوختہ گنتی کے دیوانون مین محدود تھا۔ غریب

ان لایق بھی نہ تھی کہ کوئی اسکو لکھنے پڑھنے کا آلہ بناتا ہر کہ ومہ فارسی انشا پر جان دیتا تھا اپنے پرائے سب بیگانگی برت رہے تھے، سرست ازلی غالب کی صداؤن نے دو چار دوست آشنا پیدا کر دیئے، آزاد نذیر احمد بھی اُسی زمانہ کے ثمر شیرین ہین اُردو جنکے جنبش قلم کی ہمیشہ بلائین لیا کریگی سر سید مرحوم کا بھی یہی زمانہ تھا ان سے جو کچھ ہوسکا کیا الحمد تھے کہ وہ چند دانے حالی و شبلی جیسے خرمن اُردو مین چھوڑ گئے سرشار اور شرر کے نام بھی اُردو لٹریچر مین ہمیشہ نظر امتیاز سے دیکھے جائینگے شوق اور ریاض کے ستایش مین بھی دنیا ہمیشہ رطب اللسان رہیگی اور اب تو اس برات کے بھی نوشہ ہین آئے دن ان کا جھرمٹ چشم بد دور رشک انجم غیرت پروین بن رہا ہے (ضرورت ہے شاعرون کے خم خانہ کے مثل ان کا بھی مے خانہ بنے) غرض کل اُردو کیا تھی اور آج کیا ہو گئی اللہ کا دیا اسمین سب کچھ ہے اور جس سُرعت کے ساتھ یہ اپنے ترقی کے مدارج طے کر رہی ہے اُمید ہوتی ہے کہ جس رتبے تک یہ پہونچنا چاہتی ہے ایک دن ضرور پہونچ کر رہیگی اور زمانہ کا ہاتھ خود اسکو سانچے مین ڈھال رہا ہے اسکی سادگی مین لطافت اور لطافت مین حقیقی شاعری کا رنگ پیدا ہوتا جاتا ہے،

کسی زبان کے ارتقا کا یہ نمایان نشان ہے کہ اسمین ادب کے لطیف سرمایہ کی بہتات ہو الحمد کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس شاہد ناز کا دامن ایسے سلے ستارون سے خالی نہین ہے وہ اپنے رنگین آنچلون مین دل پسند بیلون کی چھاؤن مین جو نون کے آئی ہوئی ذات کی پریون اور جنت کی حورون کو شرما رہی ہے اور آئے دن اپنے پرستارون کی زربرداریون سے ان نزاکت آفرین خصوصیات کی ملکہ بن رہی ہے

جنکے بناپر اگر دہ دُنیا کی آبرودار زبانون پر تفوق نہین رکھتی یا ترجیح کا حق اُسے حاصل نہین ہوتا تو بھی ادب القدماسکے مقابلہ مین دُلھن بنکر دلکش اداؤن کے ساتھ ضرور پیش ہوسکتی ہے ہزارون تشبیہین اُسکے آغوش نازمین ایسی ہین کہ جو ہم ایسون کو ہزار با مرغ بسمل کی طرح تڑپائے بغیر نہین چھوڑتین اُسکے روزمرہ اُسکے محاورے اور اُسکے نغمہ ریز الفاظ پر جان دینے کو جی چاہتا ہو اُسکا ہر فقرہ نشتر اُس کی ہر بات دوشنہ جو دل مین اثر کیے بغیر نہین رہ سکتی،

باوجود اہل ملک کی پے درپے بے التفاتیون اور متعدد بے عنوانیون کے اُسکی ترقی کی رفتار اور رفتار کی برق جولانیون کو کون کہہ سکتا ہے کہ معجز نما نہین ہے

یہ روز روز ترقی پہ حسن ہو اُن کا کہ صورت انکی مجھے بھول بھول جاتی ہو

بیسون رکاوٹین اُسکے نشو ونما مین اُسکے اُٹھان مین وقتاً فوقتاً ہوئین بے شبہ ایک طبعی انقباد سے بڑھنے والی چیز کے کھچاؤ اور نکھار پر اوس پڑجانے کا ڈر تھا، لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہین رہتی جب اُسکے اِس رس بھرے شباب پر نظر پڑتی ہو اور دیکھتا ہون کہ اُس کا حُسن وجمال دن دن نکھر کر آنکھون مین کھپا جاتا ہے مین ان تغیرات وتلونات کو دیکھکر اِس نتیجہ پر پہونچا ہون اور دعوے کے ساتھ کہنے پر آمادہ ہون کہ اب دُنیا کی کوئی طاقت اُردو کو فضائے عالم مین بڑھنے اور پھیلنے سے رُوک نہین سکتی، دو رکیون جائیے اُردو لٹریچر کے سرمایہ پر ایک سرسری نگاہ ڈال لیجے تو آپ کو خود اِس کا اندازہ ہو جائیگا۔ کل اِس کا ذخیرہ متاعِ بیش بہا سے خالی تھا، کل اسکے جوہر خانہ مین آبدار بیش قیمت موتیون کا کال تھا کل اِس کا باغ دل آویز اور نکہت آفرین پھلواری سے بھرا نہ تھا آج آپ آئیے اسکے بہار آفرین منظر کا تماشا دیکھیے

میرا ذمہ اگر آپ دل تھام نہ لیں کلیجا ملنے لگیں، آپ بےچین نہ ہو جائیں اُف کی
چنگاری زبان نہ جلائے آنکھیں کھلی کی کھلی نہ رہ جائیں ؎

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے　　دیکھ لے آ کے جسکا جی چاہے

مشکل کی بات ہے کہ طاق پر رکھنے یا میز پر سجانے کے لیے دو ایک گلدستے بھی مشکل سے نصیب ہوتے تھے، آج دیدہ زیب دلفریب کتنے رسالے سید گلچین بنے ہوئے اپنی نکہت سے فضا کو بسا رہے ہیں مختلف علم و فن کی کتابیں نظر افروز ہو رہی ہیں، دائرۂ تصنیف و تالیف کس قدر وسیع ہو گیا ہے اشاعت اور طباعت کی مشاطہ کس طرح اُن کو سُرمہ ارباب نظر کر رہی ہے،

اِن حالات پر لحاظ کرتے ہوئے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ دور بلاشبہ اُردو کی ترقی کا دور ہے مگر یہ کون کہہ سکتا ہے کہ جو کچھ اُسے کرنا تھا کر چکی یا جو کچھ اُسکے لیے ہونا تھا ہو چکا ابھی اُسے بہت کچھ حاصل کرنا ہے جو کچھ ہوا ہو مشتے نمونہ از خروارے اور جو کیا گیا ہے قطرہ از عمان یا دانہ از خرمن کی مثال ہے اُردو کی رونق اُردو کا کمال برسوں کا کام ہے دنیا کا موجودہ تمدن صدیوں کی گردش کا نتیجہ ہے اور پھر اُن وسایل اور لوازم کے انصرام اور تکمیل کے ساتھ ساتھ جو کمال اُردو کے لیے ناگزیر ہیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ نا آشنایان سخن کو کس طرح اُردو زبان کا دلدادہ بنایا جائے اور اُن کی طبیعتوں میں اُردو کی دلچسپی کیونکر پیدا کی جائے وہ لوگ اس کو کم مایہ سمجھے ہوئے ہیں پاس پھٹکتے تک نہیں

کسی زبان کی ترقی اور عروج کا مفہوم یہ ہے کہ اس کا ادب پروان چڑھے اور اس کا حسن پردے سے نکلکر عالم آرا ہو جائے ملک کے مختلف حصوں میں اہل زبان کی خصوصیت پیدا ہو اور زبان دانوں کی سی قدرت حاصل ہو اور ہر خیال کا ہر جذبہ

ہر حرکت طبعی کا نقشہ لفظوں لفظوں مین ایسا کھینچا آجاسکے کہ گویا وہ خود ایک تصویر ہے
یا خیال کی پتلیاں ناچ رہی ہین۔ میٹھے میٹھے لفظون اور ترکیبون کے جن تارون کو
سخندانون کی شیرین زبان سے توام مین آنے کا فخر حاصل ہوجاتا ہے وہی روزمرہ
کہلاتے ہین۔ زبان کو خالق عالم نے مقیاس الحلاوت بنایا ہے وہی الفاظ اُسکے
خزاد پر چڑھتے ہین جو سادہ لطیف و دلکش ہوتے ہین مگر یہ سلیقہ کی بات ہر شخص کا
کام نہین اسلئے لازم ہے کہ ایسے الفاظ کا ایسی ترکیبون کا عام رواج ہو اور انکی لطافتون
کا عام طبیعتون کو احساس ہونے لگے تاکہ اردو زبان کا دامن کرخت اور بھدّے
لفظون اور ترکیبون سے آلودہ نہ ہو اور اُس کا سرمایہ شستہ و رفتہ رہے آدمی کی
طبیعت مختلف جذبات اور گوناگون کیفیات کا سنجوگ ہے محبت، پیار، گرمجوشی عجز و
نیاز، نزاکت، بے نیازی، ناراضی، منت، خوشامد، خفگی، لجاجت، غصہ، اکھڑاپن،
نیازکیشی، درد و خلوص وغیرہ جذبات کی لہرین ہر گھڑی اُس کی طبیعت کے گنگا جمنا
مین اُٹھتی رہتی ہین انھین جذبات کے خارجی جلوون کا نام آواز ہے انھین کیفیات
کی بے نقاب تجلی کو صوت کہتے ہین اور انسان مرقع ہے آواز کا غم و الم کی حالت
مین جو آواز نکلتی ہے دل مین ناسور کردیتی ہے، درد و تڑپ کی زبان سے نکلی ہوئی
آواز مضبوط سے مضبوط کلیجے کے آدمی کو تڑپا دیتی ہے کسی وقت کا خوشگوار نغمہ
دل مین گدگدی پیدا کردیتا ہے بے اختیار جی چاہتا ہے کہ منہ چوم لیجئے کبھی جبر
آواز ایک طاقتور انسان کو مرعوب کردیتی ہے کسی وقت صراحی دار گلے سے باہر
آئی ہوئی نرم شیرین گنگری لپٹی ہوئی آواز تمالے سے عقلمند انسان کو سرشار اور متوالا
بنا دیتی ہے۔ بہرحال جذبات و معنی اور کیفیات نہانی کے رنگ مین آواز شرابور

ہوتی ہے اور الفاظ گویا فوکس ہیں جسمیں آواز کی تصویر عُریان کا عکس پڑتا رہتا ہے
اسیلیے خیالات اور جذبات کی نوعیت کے اعتبار سے الفاظ کا استعمال زبان کے
حُسن و ترقی کا ایک لطیف اور نازک ذریعہ ہے شعرا کی نکتہ زا طبیعتوں نے اسس
حقیقت کو خوب دیکھا ہے یہی وجہ ہے کہ دُنیائے شاعری کو ہمیشہ عالم نثر پر تفوّق حاصل
رہا ہے لیکن زبان کو شیریں اور مزہ دار بنانے کے لیے صرف لفظی حُسن اور الفاظ کا
غازہ کافی نہیں حسین الفاظ کے ساتھ آس پاس کے حُسن اور ماحول کا تناسب
ناگزیر ہے حُسن گہنے کا محتاج نہیں حُسن کی نزاکت بے شبہ زیور کے بار کی متحمل نہیں۔
لیکن حُسن خوشنما ساری اور اسکی دل آویز بندش اور دلکش طرز سے کبھی بے نیاز
نہیں ہو سکتا،

اس لیے ضرورت ہے کہ الفاظ کے ترشے ہوئے شیشے جن جو کھٹوں میں جڑے
ہوں اُنکی نشست، ہیئت، رکھ رکھاؤ، ترتیب سجاوٹ میں ایک خاص نسبت
اور موزونیت ہو جنکے مجموعی تناسب سے الفاظ کا حُسن آنکھوں میں کھب جائے
دلمیں سما جائے۔ کلیجے میں تیر جائے۔

زبان کی ترقی کا ایک عنصر لطیف یہ بھی ہے کہ مخاطبات میں طرز خیال۔
اسلوب ادا کا پورا لحاظ رکھا جائے طرفین کی طبیعت مزاج سن و سال نوعیت مضمون
موقع محل غرضکہ ادا سے خیال کے تمام پہلو مدِ نگاہ بنے رہیں،

زبان میں جسقدر ان عناصر کے ذرّے زیادہ ہونگے اُسی قدر زبان زیادہ دلکش،
صاف، بے ساختہ، مطبوع، اور دل نشین ہوگی اور عام لوگوں کے دلونمیں اپنا گھر بنائیگی،
اور یہ باتیں ایسی معمولی نہیں کہ کسی کو دو چار مہینوں میں حاصل ہو جائیں

زبان مین اِن کا پیدا ہونا دو ایک سال کا کام نہین۔ زباندانی کا یہ ملکہ کتابون سے
رسالون سے اور دو چار قواعد کی کتابون کے مطالعہ سے حاصل ہونا دشوار ہے زبان کے
اِس رنگ کے پیدا کرنے کی بہترین تدبیر یہ ہے کہ زباندانون کی عبارتون پر کافی عبور ہو۔ اُنکے
محاورے، اُنکی طرزِ ادا، اسلوب بیان انداز نگارش، اظہار خیال کے طور طریقے ذہن نشین
ہون جس مضمون کو جس خیال کو جس پیرائے مین جس رنگ مین ادا کیا ہو اُسکی تتبع اور نقل
کی ضرورت ہے ان کی تحریر و تقریر کو نمونہ بنانا چاہیے تاکہ ایک روز خود مرتبۂ سخندانی پر
فایز ہو جائے۔

زباندانی کا بہترین طریقہ یہی ہے اور یہی حال ہر زبان کا ہے اُردو ہی پر موقوف
نہین ہر زبان مین اہل زبان اور فاضل اہل سخن کی بولی بات سند ہے اُن کا کلام نظیر ہے
شاعری کے لیے بیسون دیوان کھنگالنا پڑتے ہین جب تمغۂ شاعری نصیب ہوتا ہے بلکہ
پھر بھی استاد کی ضرورت باقی رہتی ہے اس قسم کی کتابین اردو زبان مین کم یاب بلکہ
نایاب تھین ہان البتہ اب اُردوی معلّی خطوط غالب، مکتوبات امیر مینائی مرحوم مکتوبات آزاد، مکتوبات شبلی
مکتوبات محسن الملک ملک مین شایع ہو چکے ہین لیکن اِن سے تشنہ لبان ادب کی پیاس
نہین بجھ سکتی اور نہ ان چند نام کی کتابون سے اس عظیم الشان اور اہم ضرورت کی تکمیل
ہو سکتی ہے اِس نوع کے سرمایہ کی اُردو دنیا کو سخت احتیاج ہے اور اُردو لٹریچر اِس
متاع گران مایہ کا محتاج ہے لازم ہے کہ ملک کے قابل اور لایق افراد کے خطوط اور تحریرین خصوصاً وہ
جن کا حرف حرف سند ہو جسقدر میسّر آئین اہتمام سے جمع کر کے زیور طبع سے آراستہ کیجائین
زبان اُردو کی یہ ایک خوشترین ادبی خدمت ہے اور ملک کے فن ادب کی ترقی
و عروج کا اعلیٰ ترین ذریعہ میرے نزدیک ایسے زرّین انتخابون کی شدید ضرورت ہے

جنمین مختلف انشاپردازون نثرنگارون زباندانون کی شستگی عبارت شیرین سخنی،
صفائی زبان کے مختلف رنگ اور مختلف نمونے ملک مین پیش کیے جائین جو ادبی
سرمایہ کا ایک لطیف خزانہ اور عندلیب تخیل کے لیے تازہ شگفتہ پھول اطائران خیال
کے واسطے آب و دانے کا حکم رکھتے ہون' اور اس پردے مین ملک کے اُن لائق
افراد کی قدردانی کا بھی ایک حد تک حق ادا ہو جاتا ہے جن کی گوہر مثال ہستیان
عالم گم نامی کے قعر مین مستور ہین' اور کسی وجہ سے ابتک سطح پر نمودار نہین ہوئی ہین
اس سلسلہ مین ادب الاساتذہ کی قیمتی جلدین ملک کے ہاتھون مین آجائینگی جو زبان
کی ترقی کی ان کڑیون مین ہونگی جن سے کسی وقت بھی استغنا نہین ہو سکتا۔

مجھے بڑی مسرت ہوئی تھی اور مین بہت ہی خوش ہوا تھا جب اس موضوع کی
پہلی کتاب "مرقع ادب" کا پہلا حصہ "دنیا ےاردو کے نامور سخنور و سخندان ہمارے
محترم دوست جناب منشی صفدر علی صاحب صفدر مرزاپوری نے شائع کرکے
اُردو دنیا کو ممنون فرمایا تھا وہ چھوٹا سا گر دلآویز مُرقع ہمیشہ مرقع نظر بنا رہا بار بار اسے
مزے لے لے کر پڑھتا تھا حُسن تحریر کے ساتھ حُسن انتخاب و تکلف ترتیب کی داد
دیتا تھا اور دعائین کرتا تھا کہ مرقع کا حصہ دوم اور اُسکی کڑیون کا سلسلہ جلد جلد
ہوتا رہے لیکن تقریباً آٹھ سال کا عرصہ گذر گیا اور چشم مشتاق محو انتظار رہی ہر چیز
پر عالم شباب طاری ہوتا ہے جسمین اُسکا ہر ذرہ سبزہ و بہار کی رونق و تازگی کو بھی
شرماتا ہے، یہی سِن اُسکے بلوغ کی نہایت ہے' اور اُس کے شباب کی انتہا آخرکار
اشتیاق و تمنا، انتظار و آرزو کو بھی اُس منتہا تک پہونچنا تھا، اُنکے سرورِش سخن یعنی
قلم گل ریز کو جنبش ہوئی اور آج حصہ "ہلال سخن" منظر نگاہ شوق بن رہا ہے جس کے

مقدمہ کی خدمت انجام دینے کے لیے مجھ جیسے ناکارہ وہیچمدان کو افتخار بخشا گیا ہو،
میری یہ غرض نہیں ہے کہ اِس پر کوئی جامع اور مکمل تبصرہ کرون اور ریویو لکھون
مین نے سرسری طور پر اپنی وہ راے جو اُسکی نسبت قایم ہوئی اور جو خالی از واقعیت
نہین ہے آزادانہ قلمبند کردی اور وہ بھی اس لیے کہ شوق کے بھڑکانے کا آلہ ہو
ہر تو بظاہر یہ ایک مجموعۂ خطوط لیکن اسکو ایک قابل شوخ طبع رنگین خیال
انشاپرداز شاعر کے نزاکت آفرین ہاتھون نے ترتیب دیا ہے جس کے
شاخ قلم کی گلریزیان دنیا دیکھ چکی ہے اور یہ انتخاب اُس قلم کا شرمندۂ احسان ہے
جسکے حُسن انتخاب نزاکت انتقاد لطافت نظر نفاست طبع کی بہترین تصویرین مرقع آفتاب
کے پہلے البم مین نظر آچکی ہین سے

اب تلک آنکھون مین ساقی نقشہ ہے مچھا یا ہوا
چمپئی رنگ اُسکا اور جوبن وہ گدرایا ہوا

جناب صفدر کے مذاق صحیح مین کسے کلام ہوسکتا ہے ۹۹ مرقع کے خطوط خطوط
نہین ہین اُردو لٹریچر کی روح ہے جو اس مرقع مین پھونک دی گئی ہو اس مرقع مین
اُن حضرات کی تحریرین اور اُن اشخاص کے خطوط ہین جو اُردو کے لیے باعث ناز
ہین۔ مرقع کا حرف حرف پُتلی بنکر آنکھون مین جگہ لیگا اور سویدا بنکر دلمین رہیگا کام و
زبان شربت سے کامیاب ہونگے زبان چٹخارے لیگی یہ مرقع آنکھون کے لیے اگر
گلستان ہے تو زبان کے واسطے شکرستان خطوط کو پڑھکر یہ تصویری نظریہ بالکل
قابل تسلیم ہوجاتا ہے کہ مُہرہ جمالون شیرین ادائون لیلیٰ وشون کے آویزہ ہاے
گوش گلے کے ہار موہنی والے اور اُن کی داستان اداؤن کے حقیقی مقصود واقعی

لفظوں مین اور فقرون مین ادا کیے جا سکتے ہین -

دیکھنا یہ ہے کہ ہماری قوم اور ہمارے ملک مین ان بیش بہا جواہر سخن لآلی کلام کے کتنے قدردان ہین؟؟ اور انھین اپنی زبان کی قدر کرنے اور زباندانون کی یاد تازہ کرنے اور اُن کی دماغی اختراعون سے لطف اندوز اور لذت یاب ہونے کا کسقدر مادہ باقی ہے!!

مین نے تو اس نعمت غیر مترقبہ کو تعویذ جان بنا کر سینے سے لگا رکھنے کا عہد و پیمان کیا ہے، یہ میرے شبستان تمنّا کی شمع روشن اور حریم خیال کے لیے عروس نو بہار رہیگی

فدائی اُردو

عثمان جعفری مچھلی شہری

از حیدرآباد دکن

۲۱ دسمبر ۱۹۲۴ء

یہ بہت لطیف تقریر ہے، لیتا کو ربط ہے چین سے ۔ کرتا مربوط ہے آہ و فغاں سے۔ عربی میں تعقید لفظی و معنوی دونوں معیوب ہیں ۔ فارسی میں تعقید معنوی عیب اور تعقید لفظی جائز ہے بلکہ فصیح اور ملیح، ریختہ تقلید ہے فارسی کی ۔ حاصل معنی مصرعتین یہ کہ اگر دل تجھے نہ دیتا تو کوئی دم چین لیتا، اگر نہ مرتا تو کوئی دن اور آہ و فغاں کرتا،

۱۰۱ اگر نہیں ترا آسان تو سہل ہے　　　دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں

یعنے اگر ترا ملنا آسان نہیں تو یہ امر مجھ پر آسان ہے ۔ خیر اگر ترا ملنا آسان نہیں نہ سہی نہ ہم مل سکینگے نہ کوئی اور مل سکیگا، مشکل تو یہ ہے کہ وہی ترا ملنا دشوار بھی نہیں جس سے تو چاہتا ہے مل بھی سکتا ہے ؛ ہجر کو تو ہم نے سہل سمجھ لیا تھا مگر رشک کو اپنے اوپر آسان نہیں کر سکتے ۱۲

عشق و مزدوریِ عشرت گہِ خسرو کیا خوب　　　ہم کو تسلیم نکو نامی فرہاد نہیں ؏

حسن اور اُسپہ حسن ظن رہی بو الہوس کی شرم　　　اپنے پہ اعتماد ہے غیر کو آزمائے کیوں

مولوی صاحب! کیا لطیف معنی ہیں داد دینا۔ حُسن عارض اور حُسن ظن دو صفتیں محبوب میں جمع ہیں یعنے صورت اچھی ہے اور گمان اُسکا صحیح ہے کبھی خطا نہیں کرتا اور یہ گمان اُسکو نسبت اپنے ہے کہ میرا وار کبھی نہیں بچتا اور میرا تیر غمزہ خطا نہیں کرتا پس جب اُسکو اپنے اوپر ایسا بھروسہ ہے تو رقیب کا امتحان کیوں کرے، اور حُسن ظن نے رقیب کی شرم رکھ لی ورنہ یہاں معشوق نے مغالطہ کھایا تھا۔ رقیب عاشق صادق نہ تھا ہوسناک آدمی تھا۔ اگر یہ امتحان درمیان آتا تو حقیقت کھل جاتی۔

تجھسے تو کچھ کلام نہیں لیکن اے ندیم　　　میرا سلام کہیو اگر نامہ بر ملے

یہ مضمون کچھ آغاز چاہتا ہے، یعنی شاعر کو ایک قاصد کی ضرورت ہوئی مگر کھٹکا یہ کہ قاصد کہیں معشوق پر عاشق نہ ہو جائے ، ایک دوست اس عاشق کا ایک شخص کو لایا

اور اُس نے عاشق سے کہا کہ یہ آدمی وضعدار اور معتمد علیہ ہے میں ضامن ہوں کہ یہ کوئی
حرکت نہ کریگا خیر اُسکے ہاتھ خط بھیجا گیا قضا را عاشق کا گمان صحیح ہوا۔ قاصد معشوق
کو دیکھ کر والہ و شیفتہ ہو گیا کیسا خط کیسا جواب۔ دیوانہ بن کپڑے پھاڑ جنگل کو چل دیا۔
اب عاشق اس واقعہ کے وقوع کے بعد ہم سے کہتا ہے کہ غیب دان تو خدا ہے کسی کے
باطن کی کسیکو کیا خبر ہے اے ندیم مجھسے کچھ کلام نہیں لیکن اگر نامہ بر کہیں مل جائے تو اس کو میرا سلام
کہیو کہ کیوں صاحب تم کیا کیا دعوے عاشق نہ ہونے کے کر گئے تھے اور انجام کیا ہوا

جواب کا طالب
غالب ۲۱ جون ۱۸۶۴ء

امیر شعرا مولانا احمد حسین مینا مرزا پوری کے نام

جان غالب۔ کل تمہاری دونوں غزلیں بعد اصلاح ٹکٹ دار لفافے کے اندر رکھ کر
بھجوا دی ہیں مطلع تو تم نے میری زبان سے کہا ہے ؎

ادائے یوسفی ہے لوٹ قاتل کے لڑکپن پر　　سواد دیدۂ یعقوب ہے دھبا جو دامن پر

اس زمین میں میری بھی غزل ہے اور ناسخ و آتش کی بھی غزلیں میں نے دیکھی ہیں تم نے
بہت بڑھ کر لکھا ہے۔ گردن کا قافیہ بھی مجھے پسند آیا ؎

شہادت اُسکی وقت قتل مقتل میں نمایاں تھی　　یہ اتنے خون ناحق جس سے انھیں اسکی گردن پر

غرضکہ ساری غزل بے مثل لاجواب ہے کیوں نہ ہو ابھی تمہارا شباب ہے۔ زمین
شعر کو آسمان پہنچا دیا ہے۔ اس غزل میں تو تم نے جوانی کا زور دکھایا ہے۔
فی الحال وعدہ نہیں کرتا اگر بے وعدہ پہنچ جاسکے گا تو لطف زیادہ آئے گا۔

اور اگر نہ بھیجیےگا تو مجھ کو شکایت نہ ہوگی۔ بندہ پرور! میرا کلام کیا نظم کیا نثر کیا اردو کیا فارسی
کبھی کسی عہد میں میرے پاس فراہم نہیں ہوا۔ دو چار دوستوں کو اس کی فکر تھی وہ مسودات
مجھ سے لیکر جمع کرتے تھے سو ان دوستوں کا زمانہ غدر میں گھر ہی لٹ گیا۔ کتاب جاتی رہی مع
اسباب جاتا رہا پھر میں اپنا کلام نظم و نثر کہاں سے لاؤں۔

مولوی فرزند علی صاحب آشفتہ کا کون شخص مشتاق نہ ہوگا۔ حسن صورت اور حسن سیرت
دونوں ان میں جمع ہیں۔ فقیر تو ان سے مل کر بہت خوش ہوا۔ آنکھیں ان کے حسن صورت سے
روشن اور دل ان کے حسن سیرت سے مسرور ہو گیا۔ اس تکلیف کی کیا ضرورت تھی میں اپنی
خدمت گزاری کو حاضر ہوں۔ جب چاہیں اپنا کلام بھیج دیں۔ میرا سلام اور یہ پیغام
کہہ دیجیے گا۔ تمہارے دیدار کا طالب

غالب ۱۳-جولائی ۱۸۶۶ء

بندہ پرورا

کل دوپہر کو آپ کے عنایت نامہ کے ساتھ ہی جناب آشفتہ کا مہربانی نامہ مع غزل
پہنچا آج جواب آپ کو لکھتا ہوں۔ غزل میں نے دیکھی سوائے دو ایک جگہ کے کہیں اصلاح
کی حاجت نہ تھی آج اس فن میں وہ یکتا ہیں۔ خدا ان کو سلامت رکھے۔ وہ بلا مبالغہ
سراپا تصویر محبت ہیں نظم تو نظم ان کے نثر کے فقرے بھی قیامت ہیں۔ اس دوبارہ عطیہ
اور اس یادآوری کا احسان مانا۔ میری جانب سے قدر افزائی کا شکریہ ادا کر دیجیے گا
ان حضرت نے اس ہیچمداں کو قابل خطاب لائق جواب سمجھا میں دروغ گو نہیں
خوشامد میری خو نہیں۔ غزل دیکھی۔ الفاظ متین، معانی بلند، بندش دلپسند، مضمون
عمدہ، سوائے دو ایک جگہ کے اور غزل بھر میں ایک نقطے کی بھی گنجائش نہ تھی اصلاح

کیا دیتا بجنسہ واپس کرتا ہوں۔

اب یہاں سے روئے سخن حضرت انگر کی طرف ہے۔

قبلۂ حاجات، میرا حال کیا پوچھتے ہیں۔ زندہ ہوں مگر مُردے سے بدتر، جو حالت میری آپ اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرما گئے تھے، ابتوائیں سے بھی بدتر ہے مرزا یوسف کیا آ کہ، اب سوائے سفر آخرت اور کسی سفر کی نہ مجھ میں طاقت ہے نہ جرأت جوان ہوتا تو احباب سے دعائے صحت کا طلبگار رہتا۔ بڈرھا ہوں تو دعائے مغفرت کا خواہاں ہوں ؂

دم واپسین برسر راہ ہے ‌ ‌ ‌ ‌ عزیز و اب اللہ ہی اللہ ہے

سچ تو یہ ہے کہ قوت ناطقہ پر وہ تصرف اور قلم میں وہ زور نہ رہا طبیعت میں وہ مزا سر میں وہ سودا کہاں۔ بچاس بچپن برس کی مشق کا کچھ ملکہ باقی رہ گیا ہے۔ اس سلیب سے فن کلام میں گفتگو کر لیتا ہوں۔ حواس کا بھی بقیہ میرے اس شعر کا مصداق ہے ؂ ‌ ‌ مضمحل ہو گئے قویٰ غالب

وہ عناصر میں اعتدال کہاں

حوادث زمانہ و عوارض جسمی سے نیم جان ہوں۔ اس سرائے فانی میں اور کچھ دنوں کا مہمان ہوں ؂

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام ‌ ‌ ‌ ‌ ایک مرگ ناگہانی اور ہے

جب تک جیتا ہوں نامہ و پیام سے شاد، بعد میرے دعائے مغفرت سے یاد فرماتے رہئے گا۔ سانس میری زبان پر مذکور ہو تو کا یہ مطلع ؂

سانس دیکھی تن بسمل میں جو آتے جاتے ‌ ‌ ‌ ‌ اور چرکا دیا جلا دنے جاتے جاتے

میرے لئے سند نہیں۔

بندہ پرور۔ لکھنؤ اور دہلی میں تذکیر و تانیث کا بہت اختلاف پائیگا۔ سانس
میرے نزدیک مذکر ہے لیکن اگر اہل لکھنؤ اسے مؤنث کہیں تو میں ان کو منع نہیں کر سکتا
خود سانس کو مؤنث نہ کہوں گا۔ آپ کو اختیار ہے جو چاہے کیجئے۔ اگر جفا کے مؤنث
ہونے میں اہل دہلی و لکھنؤ کو باہم اتفاق ہے۔ کبھی کوئی نہ کہے گا جفا کیا۔

چشم بد دور حضرت کی طبیعت نہایت اعلیٰ اور مناسب اس فن کے ہے۔ اللہ
نگاہ بد سے محفوظ رکھے

نجات کا طالب

غالب

دیگر از خویشتنم خبر نیست تکلف برطرف
اینقدر دانم کہ غالب نام یارے داشتم

ہجوم غم سے فراغ نہیں عبارت آرائی کا دماغ نہیں۔ اگرچہ گوشہ نشین و خانماں
خراب ہوں لیکن بسبب اطراف کے کثیر الاحباب ہوں۔ اطراف و جوانب سے خطوط
آتے ہیں اور مجھے بھی ان کے جواب لکھے جاتے ہیں جو اشعار واسطے اصلاح کے
آتے ہیں بعد اصلاح کے بھیجدیے جاتے ہیں۔

ان صاحبوں میں سے اکثر ایسے ہیں کہ میں نے انھیں نہ انھوں نے مجھے
دیکھا ہے۔ محبت دلی و نسبت روحانی سہی لیکن صاحبان بلاد دور دست کیا جانیں میرا
حال کیا ہے۔ ہفتاد و یک سال عمر گزری۔ ان میں سے فصل آخر کی حقیقت یہ ہے کہ دس
پندرہ برس سے ضعف سامعہ و قلت شہوت میں مبتلا ہوا اور یہ دونوں علتیں روز افزوں
رہیں۔ جسمانی طاقت کا انحطاط علاوہ جوں جوں عمر بڑھتی گئی یہ امراض بھی بڑھتے گئے تھے

اب ساٹھے کا حال یہ ہے کہ ایک تختہ کاغذ کا مع دوات و قلم سامنے دھرا رہتا ہے جو دوست آتے ہیں پرسش مزاج کے سوا اور کچھ کہنا ہوتا ہے وہ لکھ دیتے ہیں میں اُن کی تحریر کا جواب زبانی دیتا ہوں۔ غذا کی حقیقت یہ ہے کہ صبح کو آٹھ دس بادام کا شیرہ۔ دوپہر کو سیر بھر گوشت کا پانی، دو گھڑی دن رہے دو یا تین تلے ہوئے کباب، نسیان حد سے گذر گیا، رعشہ دوران ضعف بصر یا ران نو آمدہ میں سے ہیں میر تقی مرحوم کا مطلع ورد زبان ہے

مشہور ہیں عالم میں مگر ہوں بھی کہیں ہم　　القصہ در پے ہو ہمارے کہ نہیں ہم

خط بکس میں یا کتاب میں رکھ دیتا ہوں اور بھول جاتا ہوں آگے لیٹے لیٹے خط لکھتا تھا اب رعشہ یوں بھی نہیں لکھنے دیتا۔ صاحب مکمل الاخبار اور صاحب اعسوت الاخبار نے جو ہمیشہ مجھ سے ملتے جلتے رہتے ہیں اور میرا حال جانتے ہیں از روے مشاہدہ میرے کلام کی تصدیق کرکے اسی اعتذار کو اپنے اخبار میں چھاپا ہے کل دیگر صاحبان مطبع اور اہتمام اخبار اگر اسی عبارت کو اپنے اخبار کے اوراق میں درج کرینگے تو فقیر اُن کا احسانمند ہوگا۔ اس نگارش کی شہرت سے مقصود یہ ہے کہ میرے احباب میرے حال سے اطلاع پائیں اگر خط کا جواب یا اصلاحی غزل دیر میں پہونچے تو تقاضا اور اگر نہ پہونچے تو شکایت نہ فرمائیں۔ میں دوستوں کی خدمت گزاری میں کبھی قاصر نہیں رہا اور خوشی و خوشنودی سے کام کرتا رہا جب بالکل نکما ہو گیا نہ حواس باقی نہ طاقت پھر اب کیا کروں بقول خواجہ وزیر کے میں دفا کرتا ہوں لیکن دل وفا کرتا نہیں

نوٹ :- یہ خط ہمارے محترم دوست سید محبوب میں وصل بلگرامی سے نہیں ملا فائدہ تما جس کو الا یا سیدنا۔ اصل خط حضرت وصل کے پاس موجود ہے غالباً مرحوم کا یہ آخری خط ہے جناب وصل کو ... صاحب سے ... وہ یہی فرماتے تھے اور میرا بھی یہی خیال ہے　　مولف

اگر کسی صاحب کو میری طرف سے کچھ رنج و ملال ہو تو خالصاً للّٰہ معاف فرمائیں۔ اگر جوان ہوتا تو احباب سے دعائے صحت کا طلبگار رہتا۔ اب جو بڈھا ہوں تو دعائے مغفرت کا خواہاں ہوں۔

غالب

گمان زیست بود بر منت ز بیدردی
بدست مرگ و لے بدتر از گمان تو نیست

مجھے زندہ سمجھتے ہو جو نثر فارسی کی فرمایش کرتے ہو۔ غنیمت نہیں جانتے کہ مردہ کچھ لکھ کر بھیج دیتا ہے۔ پنشن اگر ملے گا پر دیکھئے کب ملے گا۔ اس کے ملنے تک کیا ہو گا۔ اور اُسکے ملنے سے میرا کیا کام نکلے گا۔ قطع نظر ان امور سے اُس وبال کو لئے بیٹھی ہیں بیٹھ کر کھاؤں گا۔ یہ شہر اب شہر نہیں رہا ہے۔ قصیدے کے اشعار ابھی کیوں بھیجو۔ جب زیب انطباع پاچکے تب ایک نمبر مجھکو بھی بھیج دینا۔ میں نے بعد توطیہ و تمہید آغاز ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء سے اپنی سرگزشت لکھی ہے۔ اور بحیثیت اقتضائے مقام وقائع بھی اس میں درج کئے ہیں۔ شیوہ التزام مالایلزم مرعی رکھا ہے۔ یعنی عبارت فارسی بے آمیزش الفاظ عربی لکھی ہے۔ اور فارسی بھی وہ فارسی قدیم کہ جس کا اب پارس کے بلاد میں بھی نشان نہیں۔ یا ہندوستان چھبیس چالیس صفحے لکھ چکا ہوں۔ تمام میں انتظاری ہے کہ شاید یہ مقدمہ طے ہو چکے۔ یا جواب ملے اور میں بہرحال کسی جگہ اقامت گزیں ہو جاؤں۔ اُس کے وقوع تک جو کچھ قابل تحریر جوانب اجانب سے معلوم ہو گا۔ وہ ناچار لکھ دونگا۔ یہاں کوئی چھاپہ خانہ نہیں ہے۔ اگر اجازت دو گے تو بعد اختتام اُن اوراق کو تمھارے پاس بھیج دوں گا تاکہ ہزار جلد منطبع ہو کر اجزاء اڑتے ہوئے قلمرو ہند میں پھیل جائیں۔

مگر ساحبدلے روزے بہ رحمت
کند در حق این مسکین دعائے

شیر زمان خان اپنے باپ کی رہائی کی فکر میں میرٹھ گئے ہیں کس واسطے کہ وہ غریب یہاں کی حوالات میں سے تحقیقات کے لیے وہاں بھیجا گیا۔

غالب بے نوا

یکشنبہ ۱۸ جولائی ۱۸۵۸ء

نوٹ

یہ خط رسالہ تصویر جذبات، ماہ فروری ۱۹۴۲ء سے نقل کیا گیا اس کے ایڈیٹر سید احمد عزیز کیفی تحریر فرماتے ہیں کہ میرے جد امجد اور مرزا غالب مرحوم کے درمیان نہایت مخلصانہ تعلقات تھے۔ مگر افسوس ہے ایڈیٹر صاحب نے اپنے جد امجد صاحب کا نام نامی تحریر نہیں فرمایا۔ (مرتب)

خدائے سخن حضرت امیر مینائی کے خطوط میر حسن خان صاحب دل شاہجہانپوری کے نام

رام پور۔ ۲ مئی ۱۸۹۵ء

مجی۔ سلام مسنون۔ دعا مشحون۔ بہت سے مہربانی نامے آپکے آکر باعث شکر گذاری ہوئے۔ رنجوری و معذوری نے مجھے جواب دینے سے محروم رکھا۔ اس وقت ۲۵ اپریل کا کارڈ پیش نظر ہے۔ اُس کا جواب سُنیئے۔ چلمن نہ فارسی ہے نہ عربی اسکی طرف اضافت فارسی کی ہرگز جائز نہ ہو گی۔ ''جانب متھرا'' کی نظیر اسکے لیے سند نہیں ہو ''متھرا'' علم ہے شہر کا نام ہے۔ اسکا ترجمہ فارسی عربی میں کیا ہو گا۔ لہذا یہی لفظ ترکیبوں کے ساتھ بے تردد باندھا جائیگا۔ آپکے مطلع میں جسمیں ''پس چلمن'' ہو یوں اصلاح ہوسکتی ہے۔

دلِ صد چاک میں دیکھا رُخِ روشن اُنکا ہم نے نظارہ کیا ڈال کے چلمن اُن کا

آپ ہر خط میں اپنی غزل طلب کرتے ہیں۔ آج ہی سے مکان بھر تلاش کی نہیں ملی ورنہ دیکھکر بھیجتا۔ مختلف کلام کثرت سے جمع ہے اسمیں کہیں بے ترتیبی سے ادھر اُدھر ہو گئی جواب ڈھونڈنے سے نہیں آتی۔ اطلاعاً آپکو لکھا :

امیر فقیر بل

شہیر

رام پور۔ ۲۶ نومبر

محبّی من السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپکے بہت سے مہربا[نی] ہزارہا چکے

افسوس ہے کہ مجھے جواب لکھنے کی بھی توفیق نہیں ہوتی۔ کلام دیکھنے کا کہ سے ہیں

محجوب اور معذرت خواہ ہوں۔ حبس بول کے دوروں نے بالکل مجبور کر دیا ہے کوئی کام نہیں
ہو سکتا۔ ہو سکے گا تو میں آپکی غزلیں ضرور دیکھونگا۔ آپ مہربانی میں کمی نہ کیجیے۔ اپنی
خیریت سے مسرور کرتے رہئیے اور مجھے اپنا دعاگو سمجھیے۔

امیر فقیر

رام پور۔ ۲۱ دسمبر

مجتبیٰ۔ سلام مسنون۔ آپکے اکثر مہربانی نامے آئے میں اپنی معذوری کی وجہ سے
جواب نہ دے سکا۔ حبس بول کا دورہ سخت پڑا جس میں دو مرتبہ قاثاطیر سے کام لینا پڑا
خون کئی روز تک آیا۔ اب اللہ کی عنایت سے افاقہ ہے۔ اُمید ہے کہ آپ اپنی خیریت
سے مسرور کرتے رہیں اور ادھر سے جواب میں تاخیر ہو تو مجھے رنجور و معذور سمجھکر
بے التفاتی پر محمول نہ کریں۔

امیر فقیر

رامپور۔ ۲۹۔ جولائی

مجتبیٰ و مشفقی۔ سلام مسنون۔ مدت کے بعد آج آپکی غزلیں دیکھنے کی نوبت
آئی۔ معاف کیجیگا۔ میں بیمار تھا۔ ایک دنبل نے جو ران میں نکلا تھا مجھے بستر
معذوری سے اُٹھنے نہ دیا۔ آپکے بہت سے عنایت نامے آئے سخت انفعال ہے کہ جواب
نہ دیسکا۔ اللہ تعالیٰ آپکو خوش رکھے۔ اور دلنوازی کی توفیق اس سے زیادہ عطا فرمائے
حافظ صاحب کی فارسی غزل دیکھکر بہت جی خوش ہوا۔ اگر مجھے مصرعے لگانیکی فرصت
اور اطمینان کہاں، آپ حافظ صاحب کی خدمت میں میرا حال تمام و کمال عرض
کر دیجیے کہ وہ کسی طرح ناخوش نہ ہوں۔

امیر فقیر

رام پور - ۱۵ ستمبر

مجبی سلام مسنون دعا مشمول جس روز آپ کی غزل آئی اُس کے دو روز قبل مجھے حبس بول کا دورہ سخت پڑ چکا تھا - تا اطبا کی سخت اذیت اٹھانا پڑی - اس اذیت کا اثر اب تک رہا - اس کی بھی نوبت نہ آئی کہ آپ کا خط دیکھ کر معلوم کرتا کہ غزل کب تک آپ کو درکار ہے - آج کسیقدر سکون ہوا تو آپ کی غزل دیکھی مگر نہایت افسوس ہوا کہ مشاعرہ کا وقت نکل گیا - مجبوری معذوری کی وجہ سے تاخیر ہوئی - آئندہ کی سعادت سے پوری امید ہے - میری طرف سے اپنے ماموں صاحب کی خدمت میں سلام شوق بانضمام عرض کیجئے - جلیل تسلیم رسان ہیں -

امیر فقیر

رام پور - ۱۶ ستمبر

مجبی سلام مسنون - غزل [illegible] کی دیکھ کر بھیجتا ہوں مجھے اس زمانہ میں حبس بول کے متصل دورے پڑے - [illegible] بار بار اذیت اٹھانا - ذہن بالکل چور ہو گیا - یہی وجہ ہے کہ آپ کی غزل دیکھنے اور آپ کے خطوط کا جواب دینے میں تاخیر ہوئی - زمین [illegible] پھر بھی آپ نے زیادہ شعر کہے اور اچھے کہے - عیوب پامال کرنے کی نظر سے کچھ [illegible] - اور [illegible] اشعار میں بہت [illegible] -

تیروں کا گنجان ہو کر [illegible] زبان نہیں ہے - درخت آبادی وغیرہ کی نسبت گنجان کہا جاتا ہے - بہت سفید تم [illegible] قند کی چائے کے واسطے ضرورت ہے معلوم نہیں آجکل شاہجہانپور میں اس کا نرخ کیا ہے - تحقیق کر کے لکھئے - بلکہ تھوڑا سا قند

بطور نمونہ کے بھیجیے تاکہ آیندہ بقدر حاجت بھیجنے کی آپ کو تکلیف دیجائے۔

امیر فقیر

رامپور - ۱۲ مارچ ۱۸۹۹ء

سعادت خمیر پیارے شخیر۔ اللہ تعالیٰ تمھاری عمر و اقبال و سعادتمندی کو کمال میں برکت دے۔ محبت و اخلاص سے لبریز تمھارا پیارا خط اس وقت آیا اور مجھے محظوظ کیا۔ اس کا مجھے بھی افسوس ہے کہ نور چشم مسعود احمد تم سے اپنا وعدہ پورا کئے بغیر شاہجہانپور سے واپس آئے۔ ان کو اس میں سخت معذوری مجبوری پیش آئی۔ شائد آپ نے بھی سنا ہوگا کہ حضرت مولانا محمد شاہ صاحب کی طبع ہمایوں دفعۃً سخت ناساز ہوگئی تھی ضیق النفس کا سخت دورہ پڑا کہ وہ جلسہ ندوہ میں بھی شریک نہ ہو سکے اور دو روز حال ایسی حالت ہوئی کہ قبل اختتام ندوہ آن کو اور انکے رفقا کو وہاں سے واپس آنا پڑا ایسے ممکن نہ تھا کہ مسعود احمد جناب مولانا سے ایسی حالت میں جدا ہو کر وہاں رہ جاتے اور آپ سے مل کر آتے۔ انکو خود اس کا بہت افسوس ہوا اور کمال خجالت ہے لیکن انکی معذوری ہر طرح قابل قبول ہے اس لئے ان کا حاضر نہ ہونا ہر گونہ قابل عفو ہے۔ زیادہ تمنا یہ تھی کہ جناب قبلہ حافظ صاحب کی زیارت سے مشرف ہوتے جنکی شرف ملازمت کا میں بھی آرزومند ہوں۔ اللہ تعالیٰ اُن کے مقدس انفاس میں برکت دے۔ انکی شفقت بزرگانہ اور تمھاری محبت مخلصانہ کا میں تہ دل سے شکر گزار ہوں۔ بندہ زادے کے لئے جو شیروانی تیار کرائی گئی اور بہ ہدیہ عنایت کیا گیا اُس کا شکریہ میری طرف سے قبول کیا جائے۔ جناب حافظ صاحب کی خدمت میں میری یہ تحریر پیش کر دو اور میری طرف سے اور مسعود احمد کی جانب سے سلام نیاز بعد احترام بکمال اخلاص عرض کر دو۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ غالباً مسعود احمد بھی معذرت آپ کو لکھیں گے۔ محبی منشی ظہور رضا خانصاحب کو میرا سلام نیاز۔

کہو مسعود احمد آپ سب تم دونوں کے حسن اخلاق کے نہایت معترف ہین مریضہ اصغر
کی حالت بدستور ہے اللہ تعالےٰ کا ہر حال میں شکر ہے۔ اپنی خیریت سے جلد جلد
مطلع کیا کرو والسلام

امیر فقیر

رام پور ۲۴ جولائی سنہ ۱۸۹۶ء

مجی ضمیر سلمکم اللہ القدیر چند روز ہوئے ہونگے کہ ایک نوجوان
کشیدہ قامت کولون کے تاجر شاید عبدالقدیر اُن کا نام ہے شعر بھی کہتے ہین۔ اور
اس تجارت کا کارخانہ اُن کا رونق پر ہے یہان کسی سوداگر کی طلب سے کولے لائے تھے
اور مجھ سے ملکر کچھ شعر اپنے سنائے تھے تمھاری خیر و عافیت بھی مین نے اُن سے
پوچھی تھی۔ غالب ہے کہ ان سب پتون سے تم اُن کو پہچان لوگے۔ ان سے ملکر
میری طرف سے کہو کہ کولے بھیجنے کا وعدہ وفا نہ ہوا۔ اب فی الفور حسب وعدہ بیج
الملی کے کولے جو چھلکے نہ ہون میرے پاس پہنچا دین مین نے اُنکے بھروسے پر یہان
کولون کا بندوبست نہین کیا۔ جو وہ کہین اور جو بات قرار پائے اُس سے مجھے مطلع
کرو۔ اپنے بزرگونکو میری طرف سے سلام مسنون پہنچاؤ فقط

امیر فقیر

رام پور۔ ۲۱ اکتوبر سنہ ۱۸۹۵ء

عزیز از جان منشی ضمیر حسن سلمکم اللہ تعالےٰ۔ دعائے صلاح و فلاح دارین
محبت نامہ سعادت شمامہ آیا تشکر کی تفصیلی بھی پہونچی دونون نے مرہون منت کیا حق تعالےٰ
سعادت ولیاقت کے ساتھ تمکو شاد و آباد رکھے اور عمر و اقبال مین برکت دے ہ

از دست آسیب بینوا نباید ہیچ — جز آنکہ بصدق دل دعائے بکند

مجمع محاسن نزادوان مکرم و محترم محمد ظہور خان صاحب کی خدمت گرامی و رحمت
مین سلام مسنون واخلاص مشحون پہونچے۔

امیر فقیر

رام پور ۱۹ ستمبر ۱۸۹۵ء

محب دلنواز السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ نامہ محبت طراز مورخہ ۱۴ دسمبر معہ بلٹی موصول ہوا۔ اور قند کا پارسل بھی پہنچا باعث منت پذیری ہوا۔ آپکی عنایت و محبت اور اس تکلیف فرمائی کا مین تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہون۔ میری طبیعت اس زمانے مین بہت ہی نادرست رہی اور اب بھی وہی حال ہے۔ آپکا پارسل آیا ہوا رکھا ہے ہنوز کھولنے کی نوبت نہین آئی۔ ذری طبیعت کو سکون ہولے تو اُسے کھلوا کر دیکھون اور پسند آنے پر جسقدر حاجت ہو آپکو لکھون۔ بہ نظر رفع فکر یہ چند سطرین مین نے اسوقت لکھی ہین آپ اپنی خیریت سے خیر طلب کو ہمیشہ مسرور کیا کیجیے جناب مکرمی حافظ صاحب کی خدمت سراپا برکت مین میرا سلام نیاز انضمام اور دعائے صحت کا شکریہ ادا کیجیے اور تضمین کی نسبت میرے امراض کی حالت ظاہر کر دیجیے۔

کارڈ ۱۰ فروری کا جواب ملاحظہ ہو چلمن ہندی ہے۔ دامن نکلنا۔ گریبان نکلنا۔ آستین نکلنا ہر ایک صحیح ہے کسی کا شعر ہے۔

گریبان کو مین روکون یا سنبھالون اپنے دامن کو — بڑی مشکل تو یہ ہے ساتھ ہی دونون نکلتے ہین

مجھی و عزیزی حافظ جلیل حسن ماوجب رسان ہین۔

امیر فقیر

الہ آباد - ۵ رفروری سنہ ۱۹۱۳ء

مکرمی - آپکی یاد آوری سے زندگی کا کچھ احساس ہو جاتا ہے ورنہ مین تو اس کا مصداق ہو رہا ہون -

حضرت اکبر نہین معلوم ہین کس سوچ مین　　زندگی سے ہو لیے رخصت مگر مرتے نہین

ارادہ ہے کہ جلد لکھنؤ آمدن مسرت دیدار حاصل کرون - افسوس ہے کہ علالت اور ناتوانی نے بہت معذور کر دیا ہے - ہر شب نہین تو اکثر شبین ایسی ہوتی ہین کہ شب آخر سمجھتا ہون - حال مین آپ کے چند اشعار کسی اخبار مین پڑھے - اور بیساختہ حسن بندش اور شوکت الفاظ کی داد دی -

اکبر حسین

الہ آباد　۱۷ رفروری سنہ ۱۹۲۱ء

میرے پیارے عنایت فرما آپکی یاد آوری سے تھوڑی دیر کے لیے جی اٹھتا ہون ورنہ مدت گزری کہ مر رہا ہون - غالباً اس عبرت کدہ مین آپ کا بچپن دل ابھی آپکو مضطرب کر رہا ہے اور آپ مجھکو یاد فرمایا کرتے ہین کلیات حصہ سوم کے مسودہ کو اٹھا کر بلا انتخاب دو چار شعر نقل کیے دیتا ہون صرف تعمیل ارشاد ہے - ورنہ مین کیا میرے شعر کیا -

پوچھتے ہین وہ مجھے دیکھ کے اچھے تو ہیں	زندہ ہین سانس لیتے ہین اچھے کیا ہین
خوب اکبر نے یہ اڑائی تان	دیکھ آنکھ اور نہ سب کان
اپنی ہی عقل کو خدا سمجھے	بیوقوفی اسی کو کہتے ہین
غم خانۂ جہان سے آگاہ ہو چکا ہون	[illegible]

زندگی باقی رہی - حواس درست رہے - توانائی پائی تو ضرور پایا مارچ میں ملنے کی امید ہے اللہ آپکو خوش رکھے۔

انقلاب ہے انھیں حالت سابق تصور | یاروں نے مرا خانہ ویرانہ میں دیکھا
جب مادہ غائب ہو گذر آئے کہاں سے | شمعوں کی طرح لیمپ کو گریاں نہیں دیکھا
غفلت میں تو پسی بھی نظر آتی ہے خود بیں | حسرت میں جوانی کو بھی نازاں نہیں دیکھا

اکبر

الہ آباد - ۱۱ مارچ ۱۹۲۱ء

پیارے محشر صاحب - پچھلے مطبوعات میں آپکی نظمیں بہت دلکش اور با معنی نظر آتی ہیں - اللہ یہ بلند خیالی مبارک کرے - یاد آوری کا شکر گزار ہوں - اس سے لذت یاب ہوتا ہوں کہ آپکے دل میں میری جگہ ہے - ضعف اور ناتندرستی کی وجہ سے قابل سفر نہیں ہوں - بہت کچھ کہہ چکا اب کیا کہوں -

ارمان بقدر طاقت ہونا مشکل ہے | تو میں بھی چل رہی ہیں جوتا بھی چل رہا ہے
لیکن ہاں ساکت دلیں یہ بات سوچی | افسوس تو یہ ہے کہ انھوں نے بھی نہ سوچی

اکبر

الہ آباد - ۲۲ مارچ ۱۹۲۰ء

میرے کریم - یاد آوری کا شکر گزار ہوں ناتندرستی کی وجہ سے بیتاب گذشتہ آنا کا کل ارادہ ہے ممکن ہے کہ لکھنؤ بھی پہونچ سکوں -

حادثے اپنے طریقے سے گزرتے ہی رہے | کیوں ہوا کیا یہ ہم تحقیق کرتے ہی رہے
صفحہ ہستی پہ آخر کس قلم کی ہے کشش | نقش مٹتے ہی رہے لیکن ابھرتے ہی رہے

انتظار آخر اجل سے کر گیا یان ہمکنار　　چشم بد دور آپ اپنے گھر سنورتے ہی رہے
آتش غم سے رہی سینہ کی منزل شعلہ بار　　حضرت دل باوجود اسکے ٹھہرتے ہی رہے

کچھ دیکھتا نہین مین دل زار کیلیے　　جو کچھ یہ ہو رہا ہو سب اخبار کیلیے

اکبر

الہ آباد ۔ ۱۷ مارچ ۱۹۲۱ء

پیارے عنایت فرما ۔ الطاف نامہ کا شکرگزار ہون ۔ علالت کی سختیون نے نشاط خاطر سے محروم کردیا ہے ۔ دعائے خیر سے یاد فرماتے رہیے ۔ دل تو چاہتا ہے کہ آؤ دن اٹھ بھی تو سکون ، بہت محتاج خدمت ہوگیا ہون ، غذائے موافق کا انتظام مشکل ہوگیا ہے ۔ ابھی ذہن مین آیا

مین تو سمجھتا ہون کہ بس اب مرا　　لوگ کہتے ہین ابھی دیر ہے

اکبر

الہ آباد ۔ ۱۳ اگست ۱۹۱۱ء

برادرم سلمہ اللہ تعالیٰ ۔ افسردگی طبع روز افزون ہے ، شاید کچھ کہا بھی ہو تو یاد نہین

پہلے تنہائی سے گھبراتا تھا مین　　زندگی سے اب تو گھبرانے لگا

ارادہ ہے کہ آخر اگست مین لکھنؤ مین حاضر ہو جاؤن ۔

آپکی محبت دیادآوری کا ممنون

اکبر

زندگی باقی رہی۔ حواس درست ہے۔ توانائی پائی تو ضرور یا مارچ مین ملنے کی امید ہے
اللہ آپکو خوش رکھے۔

انقلاب ہے انھین حالت سابق کا تصور — یاروں نے مرا خانہ ویران نہ مین دیکھا
جب آنکھ غائب ہو گزر گئے کہ اسے — شمع کی طرح لیمپ کو گریان نہین دیکھا
غفلت مین تو سیری بھی نظر آتی ہے خود بین — عبرت مین جوانی کو بھی نازان نہین دیکھا

اکبر

الہ آباد۔ ۱۱ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء

پیارے محشر صاحب۔ پچھلے مطبوعات مین آپکی نظمین بہت دلکش اور با معنی نظر آئی ہین۔ اللہ یہ بلند خیالی مبارک کرے۔ یاد آوری کا شکر گزار ہون۔ اس سے لذت یاب ہوتا ہون کہ آپکے دلمین میری جگہ ہے۔ ضعف اور ناتندرستی کی وجہ سے قابل سفر نہین ہون۔ بہت کچھ کہہ چکا اب کیا کہون۔

ارمان بقدر طاقت ہر سو نکل رہا ہے — تو مین بھی چل رہی ہین جوتا بھی چل رہا ہے
لیکن ہاین ساکت دلمین یہ بات سوچی — افسوس تو یہ ہے پر انھون انھین نہ سوچا

اکبر

الہ آباد۔ ۲۲ مارچ سنہ ۱۹۲۰ء

میرے مکرم۔ یاد آوری کا شکر گزار ہون۔ ناتندرستی کی وجہ سے پرتاب گڈھ نہ آسکا
نہ ارادہ ہے، ممکن ہو کہ لکھنؤ بھی پہونچ سکون۔

حادثے اپنے طریقے سے گزرتے ہی گئے — کیون ہو اچھا یہ ہم تحقیق کئے ہی رہے
صفحۂ ہستی پہ آخر کس قلم کی ہے کشش — نقش مٹتے ہی رہے لیکن ابھرتے ہی رہے

انتظار آخر اجل سے کر گیا یان ہمکنار | چشم بد دور آپ اپنے گھر سنورتے ہی رہے
آتش غم سے رہی سینہ کی منزل جل بلا | حضرت دل باوجود اسکے ٹھہرتے ہی رہے

کچھ دیکھتا نہیں مین دل زار کیلیے | جو کچھ یہ ہو رہا ہو سب اخبار کیلیے

اکبر

الہ آباد - ١٧ مارچ سنہ ١٩٢١ء

پیارے عنایت فرما۔ الطاف نامہ کا شکرگزار ہون۔ علالت کی سختیون نے نشاط خاطر سے محروم کردیا ہے۔ دعائے خیر سے یاد فرماتے رہیے۔ دل تو چاہتا ہے کہ آؤن اٹھ بھی تو سکون، بہت محتاج خدمت ہوگیا ہون، غذائے موافق کا انتظام مشکل ہوگیا ہے

ابھی ذہن مین آیا

مین تو سمجھتا ہون کہ بس اب مرا | لوگ کہتے ہین ابھی دیر ہے

اکبر

الہ آباد - ١٣ اگست سنہ ١٩١١ء

برادرم سلمہ اللہ تعالی۔ افسردگی طبع روز افزون ہے، شاید کچھ کہا بھی ہو تو یاد نہین

پہلے تنہائی سے گھبراتا تھا مین | زندگی سے اب تو گھبرانے لگا

ارادہ ہے کہ آخر اگست مین لکھنؤ مین حاضر ہو جاؤن۔

آپکی محبت و یاد آوری کا ممنون

اکبر

الہ آباد - ۳ جون ۱۹۲۱ء

مکرمی - یہ مصرعہ آپ نے خوب لکھا ہے گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل بس یہی میرا حال ہے

گفتنی ہے وفا سے دور شکایت | گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

صاحب کا بھی خوف ہے لوگوں کا بھی ڈر ہے | گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

دیدیا حضرت نے ٹھیکہ باغ کا صیاد کو | موسم گلزار میں بلبل کو چپ ہونا پڑا

زندہ رہا تو آخر جولائی یا اگست میں امید ملاقات ہے۔

خاکسار

اکبر

مؤلف کے نام

الہ آباد - ۱۵ جون ۱۹۲۱ء

حضرت صفدر - آپ نے مدت کے بعد کروٹ لی۔ میں تو سمجھا تھا کہ حافظ سلمہ کی طرح آپ نے بھی بیرخی اختیار کی۔ میں جب کسی رسالہ یا اخبار میں آپکا کلام دیکھتا ہوں دلچسپی سے پڑھتا ہوں۔ مومن مرحوم کی طرح میں بیٹھے شب ہجران قافیہ میں آپ کا شعر مجھے بہت پسند آیا۔ اللہ کرے مشق ستم اور زیادہ ہو۔ زندہ رہا تو لکھنؤ میں آپ سے جلد ملونگا۔

دعاگو

اکبر

پہلے آپ مجھے دکھانا چاہتے ہین۔ لیکن عدیم الفرصت تو پہلے بھی کم نہ تھا مگر یہ امر طرہ
ہے کہ گرمی کا موسم ہے اور کوہستان کی گرمی۔ قیامت کی گرمی ہے۔ جبتک مینھ کے برسنے
سے طبیعت مین روانی نہ آ لے اس قسم کے مشاغل کو القط سمجھیے۔ جس کتاب کی تالیف
آپکے نام سے منسوب ہو اُسکی خوبی کی یہی ضمانت کافی ہے کہ آپ اُسکے مؤلف ہین۔

آپ بھی اچھے اور آپ کا کلام بھی اچھا ہے لیکن پھر بھی دیوان کی اشاعت
کے بارہ مین میری جو رائے ہے اُسکے اظہار سے مجھکو افسوس ہوتا ہے۔ یہ مین بھی جانتا ہون
اور آپ مجھسے بہتر جانتے ہین کہ شاعری کا مذاق گردش روزگار مین پل رہا ہے۔ خدا جانے
یہ جدید شاعری کیا بلا ہے کہ اسکے آگے بیچاری قدیم شاعری کی کوئی بات بھی نہین پوچھتا
یہ تو عام مذاق کی حالت ہے۔ اب آپ خود ہی سوچ لیجیے کہ دیوان شایع ہو تو اُسکے
قدردان کہان سے آئینگے۔ والسلام

سید علی اصغر ناظم ٹونک۔ راجپوتانہ

۲۴ مئی سنہ ۱۹۱۵ء

مولوی عبدالحی صاحب شہاب مقیم علیگڑھ علاقہ ٹونک کے نام

(۳) کیون صاحب۔ کیا مراسم اتحاد اسی کے مقتضی ہین۔ یہ بیزاری اور اسقدر خفگی۔
مدتون خط نہین لکھتے بڑے جبروت ہو۔ فرمایئے تو یہ تکلف کیون ہے اور استغنا نازل
کس لیے۔ اُلفت گواہ اور محبت شاہد ہے کہ آپکی خبر سننے کے لیے کان ہمیشہ متعلق رہتے
ہین اور منتظر آنکھین آپکے خطون کا بے چینی سے انتظار کیا کرتی ہین مگر آپ نے وہ سکوت
اختیار کیا کہ الامان۔

مین عنقریب ایک تقریب کی وجہ سے ٹونک آنیکا ارادہ کر رہا ہون اُسوقت
آپ اور مین، مین اور شکایت، آپ اور انفعال ؎
مرے دلمین ہی غالب شوق وصل و شکوۂ ہجران   خدا وہ دن کرے تم سے جو مین یہ بھی کہون وہ بھی
مولوی علی ظفر صاحب سے مین ستر ہوین شریف کے جلسہ مین دہلی مین ملا تھا اور اُن کا
وہ مضمون بھی مین نے دیکھا جو اُنھون نے "وجود ممکن" کے عنوان پر لکھا ہے۔ مضمون کا
طرز استدلال اگرچہ محققانہ ہی۔ مگر انداز بیان مین شگفتگی کم ہے۔ اُسی کو دیکھکر مجھے بھی خیال
ہوا ہی اور اسی موضوع پر مین نے بھی کچھ لکھا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ دیکھنے والے
کیا کہتے ہین۔ والسلام

علی اصغر

پیرزادہ احسان اللہ خان صاحب جاگیردار ترمانہ کے نام

نیما ہیڑہ۔ علاقہ ٹونک۔ ۱۰ فروری ۱۹۰۵ء

دل مین کھٹک رہی ہے خلش دوستونکی یاد
کانٹے بنے ہوئے ہین سفر مین وطن کے پھول

خود فراموش اصغر کے یاد کرنے والے تسلیم۔ مزاج انور۔ بیمار جان بلب کو صحت سے
درویش بے نوا کو دولت سے ہجران نصیب عشاق کو وصال سے نکتہ سنجون کو صحبت
اہل کمال سے مجروح تشنہ کام کو چشمہ بہار کے تفریح بخش نہال سے اور
قمری کو وصل سرو سے اتنی ہو خوشی   آہو کو یہ سرور نہ ہو دے بوقت رم
جو مسرت میرے شوق بھرے دلکو آپکے خط آنے سے ہوئی۔ یہ آپ نے صحیح سُنا ہی

کہ نتایج المجالس چھپکر شایع ہوگئی ہے لیکن تقطیع بد قطع، کاغذ ناقص مضمون بے ربط چھپائی خراب، اُسپر متضاد یہ کہ لفظی تحریف جسکو دیکھکر میرا جی جلتا ہے مگر جیسی کچھ ہے اُسکی ایک جلد آپکی خدمت مین بھیجتا ہون۔ محشر خیال کی تصنیف کے سلسلہ کو اب منقطع سمجھیے۔ جو عزیز ہستی اُسکی تصنیف کی محرک تھی جب اُسی کا وجود دنیا مین نہ رہا تو بس اب کسکے کہنے سے لکھونگا۔ ایک خاص فرمایش کی تحریک سے مین آجکل ریاست ٹونک کی تاریخ لکھ رہا ہون۔ چھ حصون مین یہ تاریخ ختم ہوگی۔ حصہ اول کی ترتیب سے فرصت پائی ہے اور وہ بجنور کے ایک پریس مین چھپ رہا ہے عنقریب بھیجونگا۔ والسلام

علی اصغر

حکیم سید عبدالمجید خان صاحب ناظم پرگنہ علی گڈھ کے نام

ٹونک ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ

مخدوم میرے! الطاف نامہ کے ورود نے آپکے لطف کا ممنون کیا۔ میرا حال پوچھیے۔ مین ٹونک مین ہون جہان آجکل ملک الموت کا تسلط اور ہیضہ کا دورہ ہے شہر مین ہر طرف خوفناک خاموشی کی عملداری ہے

چلی جاتی ہے مشق اُنکے ستم کی
بڑھی جاتی ہے آبادی عدم کی

جسطرف آنکھ اُٹھایئے مہیب سناٹا پڑا ہوا ہے جسکو دیکھیے اداس ملول و غمگین جس سے ملیے دلگیر سراپا غم کی تصویر حیران و پریشان ہے۔ مین اگرچہ ابتک زندہ ہون لیکن مردہ سے بدتر ہو رہا ہون۔ میری الگ قسمتی کی یہ کیفیت ہے کہ ربیع الثانی کی دسوین تاریخ اور چہارشنبہ کی قیامت خیز رات۔ رات کے دو بجے تھے کہ والدہ صاحبہ کو

تسلی اور تسلی کے ساتھ ہستفراغ ہوا۔ صرف ۱۲ گھنٹہ بیمار رہ کر پنجشنبہ کی رات کو گیارہ بجے سے کچھ پہلے اس دار ناپائیدار سے ہمیشہ کے لیے انتقال فرمایا ہائے۔ ؎

میں شگون اور اپنے کانوں نے ۔۔۔ وہ کریں اور انتقال دریغ

اِس جگر فگار حادثے نے میرے سطح دل میں لازوال بے چینی پیدا کر دی اور مسرت وانبساط کے سبزہ زار پر سنج دغم۔ درد والم اور حسرت ویاس کی گھنگھور گھٹائیں چھا گئیں ہیں برق الم نے خرمن شادمانی کو خاکستر بنا دیا ہے اور فرط غم سے دل و دماغ بیکار ہو گئے ہیں۔ زندگی کا لطف باقی نہیں رہا۔ اور جینے کا مزہ جاتا رہا۔ دل بے چین ہو کر پہلو سے نکلا جاتا ہے اور جگر خون ہو کر بہنے کے لیے مستعد ہے۔ حواس منتشر اور دماغ پریشان دل بے کل ہے اور جگر بے چین۔ دل ہے اور افسردگی۔ جگر ہے اور بے قراری۔ آنکھیں ہیں اور اشکباری ؎

زنگی مرنیکا شہید کی حادثہ ایسا نہیں ۔۔۔ کچھ نہ روئے آہ گر ہم عمر بھر رویا کیے

علی اصغر

معتمد الملک سید محمد خان صاحب بہادر ناظم پرگنہ نیماہیڑہ کے نام

ٹونک۔ ۱۹ جولائی ۱۹۴۰ء

غمخوار میرے۔ شاید جون کا مہینہ تھا کہ آپکا مہربانی نامہ میرے مسیح کی عیادت میں آیا تھا۔ آپ نے لکھا تھا اور میرا بھی خیال تھا کہ مرض کے افاقہ سے طبیعت کو کچھ سکون ہو تو شتاب کے جو اب میں مزاج کی کیفیت لکھوں۔ لیکن دوا کا اور دعا کا۔ گوناگون تدبیروں میں رات دن کی مصروفیت کا اور پانچ مہینے کامل تیمارداری کا انجام یہ ہوا کہ

جمادی الاول سنہ ۱۳۳۲ہجری کی پہلی اور جولائی سنہ ۱۹۱۴ء کی سترھوین تاریخ تھی شنبہ کا قیامت خیز دن تھا اور دن کا ۸ بجا تھا کہ ہونے گل سے یار دح نے جسم سے انتقال کیا ؎

اُنکی صورت دیکھکر جیتے تھے تم او اے خلیل
اب کہو کیا دل پہ گزری اُنکی میت دیکھکر

خدا بخشے مرنے والے کے ساتھ میرے دیوانہ دلکو جو غیر معمولی تعلقات تھے وہ سب نہین تو کچھ آپ بھی جانتے ہین بس انھین پر اس اندوہناک حادثہ کے جانگداز صدمہ کا قیاس کر لیجئے۔ دل کو اور طرف متوجہ کرتا ہون لیکن نہین ہوتا۔ طبیعت کو ہرچند بہلاتا ہون مگر نہین بہلتی حیرت نے آنکھون پر قبضہ کر لیا ہے اور افسردہ دلی پہلو کا مرکز بنا ہوا ہے ؎

ہائے وہ دل جو خوشی کا گھر تھا
آج مدفن ہے تمنّاؤن کا

شوریدہ سر علی اصغر

مولوی سیّد سلیمان صاحب کے نام

ٹونک۔ ۲۲ محرم۔

ہمدرد دیرینہ جس بیمار کی عیادت مین آپ نے عنایت نامہ لکھا ہے اُسکا مزاج مختلف امراض کے متواتر حملون سے مغلوب ہو کر اعتدال کی حد سے متجاوز ہو گیا تھا۔ تجربہ کار ڈاکٹرون کی عقل گم تھی طبیب علاج کرتے کرتے عاجز آگئے تھے اور تیماردار سراسیمہ تھے۔

انجام یہ ہوا کہ گرمیون کا موسم تھا۔ محرم کی آٹھوین تاریخ جمعرات کا دن تھا اور دن کا

ایک بجا تھا کہ بیمار نے ورم جگر یرقان، اور سرسام دنیرہ کی بیماریوں تین تین مہینہ کے قریب مبتلا رہ کر فنا ہونے والی دنیا سے ہمیشہ کے لیے انتقال کیا۔ اب میں ہون اور افسردہ طبیعت۔ میں ہون اور مضطرب دل۔ دن ہراوبیقراری انیس۔ رات ہو اور اختر شماری کا مشغلہ موت اور وہ بھی رفیق زندگی۔ ایک انیس زندگی کی موت۔ اُسکا فراق اور وہ بھی دائمی۔ ہمیشہ کی مایوسی اور زندگی بھر کی بےچینی ؎

شب غم اور ستم ہائے شب غم فقط گرتا ہے باقی آسمان کا

علی اصغر

ایک حبیب کے نام

علی گڈھ۔ ۱۷ فروری سنہ ۱۹۰۲ء

میں بلاتا تو ہون اُسکو مگر اے جذبۂ دل
اُسپہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

جان صغرا۔ تمہارا بھیجا ہوا خط مجھے ملا۔ اور میں نے کئی بار پڑھا۔ نمک بھی چھڑکا اور مرہم بھی بنا ؎

نرم باتیں کہیں نزاکت سے گرم فقرے کہیں شرارت سے
لے لی چٹکی سے دل میں چٹکی بھی اُسکی تیس ۱ بھی کچھ تیشہ بھی

خط کے دیکھنے سے کبھی کا گزرا ہوا زمانہ نظروں میں پھر گیا۔ اور تمہاری بھولی بھولی باتیں اور پیاری پیاری ادائیں یاد آ آکر بیقرار دلکو اور بھی بےچین کر گئیں ؎

کبھی کچھ ٹھنک کے وہ کچھ آنکھیں ملا کر کہنا کبھی کچھ کہہ کے وہ خود آپ بھی شرما جانا۔

مین جس حال مین ہون شکر ہے اچھا ہون۔ تمھاری مفارقت غم والم کی انتہا ہی کیا ہی۔ درد و کاوش۔ رنج و قلق اضطرابی اور بےچینی۔ تڑپ اور الجھن کسی کی بھی کمی نہین ہے ؎

غم محبت و درد فراق و رشک رقیب ٭ ہجوم آفت و اک جان بیقرار دریغ

تحمل اور استقلال کا دامن میرے ضعیف دل کے کمزور ہاتھون سے چھوٹ گیا ہے۔ ضبط کی تاب نہین صبر رخصت ہو چکا ہے۔ بیچارہ صبر بھی کب تک نباہ کرے انتظار کی بھی آخر کوئی حد ہے ؎

سحر بھی ہوتی ہی چلتے ہین لے اجل ہم بھی
اب اُن کے آنیکا ہم کو بھی انتظار نہین

ریاض

وصل و ملاقات سب تمھارے بس کی بات ہی تم چاہو تو سب آسان ہے۔ اب بھی آجاؤگے تو مجھے جِلا لوگے۔ نہین تو میری جان پر بن جائے گی پھر آئے تو کیا۔ پچھتاؤگے اور سوائے مٹی کے ڈھیر کے اور کچھ نہ پاؤگے۔

آرزو ہے بہت زیارت کی ٭ اب نہین تاب درد فرقت کی
ٹھوٹے وعدے پہ ناز کرکے بہت ٭ جان کر تم کو دلنواز بہت
مین ہوا ہون مکلف خدمت ٭ ورنہ میری بھی یہ نہین عادت

خط کا جواب ذرا جلد بھیجنا۔ اور بات صاف لکھنا۔ مجھے انتظار رہیگا

شوہر بیدنا ...

خضر ...

انھیں کے نام

علی گڈھ۔ ۷ راپریل ۱۹۱۲ء

دکھاتے ہیں تماشہ برقِ رخسارِ درخشاں کا

ٹھہر لے بیقراری ہم تری تدبیر کرتے ہیں

جان صغر، شرابِ اُلفت کا ساغر۔ محبت کے پھولوں کا گلدستہ یعنے تمھارا شوخیوں بھرا خط۔ پندرہویں اکتوبر کا لکھا ہوا۔ بڑے کافر دل دکھانے والے انتظار کے بعد۔ پرسوں کی ڈاک میں مجھے ملا۔ خط کے ملنے سے میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور تمھارا احسان مانا کہ ابھی میری جھوٹی سچی یاد سے تمھارے دل کو تھوڑا بہت تعلق ہے۔ غنیمت ہے۔ مگر میں کیا بتاؤں کہ میرا کیا حال ہے۔ محبت کا تو نام ہی بُرا ہے۔ یقین مانو۔ تمھاری یاد دل سے اور دھیان خیال سے کسی وقت میں بھی جدا نہیں ہوتا۔ خدا جانے کیا ہو گیا ہے کہ میں ہر گھڑی ہر لحظہ تمھارے ہی تصور میں محو رہتا ہوں ؎

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا　　جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

تمھارے وصل و ملاقات کا ذوق و شوق اور تم سے ملنے کے ارمان تمنائیں دل و دماغ پر مسلط ہیں۔ اور یہی رہ رہ کر دل سے دماغ میں اور دماغ سے دل میں چکر لگایا کرتی ہیں۔ دن کو اضطرابی و بےچینی سے کسی کام میں دل نہیں لگتا۔ اور بیکلی اور بیقراری مجھ سے رات بھر پہلو بدلواتی رہی ہے۔ دن کا ایک ایک منٹ ایک ایک گھڑی ایک ایک دن سے زیادہ معلوم ہوتے ہیں جدائی کی پہاڑ سی راتیں ایسی کٹھن ہیں کہ کسی طرح کاٹے نہیں کٹتیں ؎

کیا اندھیرا ہے شب ہجر کہ دم گھٹتا ہے
تم جو آجاؤ یہی رات سہانی ہو جائے

اگرچہ دنیا کے مکروہات سے مجھے دم لینے کی فرصت نہیں۔ اور سرکاری کاموں کے ہجوم نے مجھے ان دنوں معمول سے کچھ زیادہ عدیم الفرصت کر رکھا ہے۔ لیکن طبیعت کے اصرار اور دل کے اشتیاق اور سب پر مستزاد تمہارے تقاضہ کی تاکید سے بے بس ہو کر میں نے ارادہ کیا ہے کہ اسی مہینہ کی کسی تاریخ کو علی گڈھ سے چلکر ٹونک آؤنگا۔ یہ میرا ارادہ ہے تم بھی دعا کرو کہ بن پڑے

اصغر شوریدہ سر

ایک محبوب کے نام

سردنیج۔ مالوہ۔ ۲۵ نومبر سنہ ۱۹۰۶ء

دل میں نے دیا تھا جسے دلدار سمجھکر
کیوں تم وہی معشوق ہو یا مجکو گمان ہے

او ظالم ستم کے بانی۔ کبھی تو خط لکھا کر۔ یہاں خط کا انتظار موت کا مزہ چکھا رہا ہے اور تجھے ناز سوجھتے ہیں حیف ہے تم اور بے اعتنائی بہ قدر غفلت شعاری اور یہ بیخبری۔ یوں دیکھنے میں تو بڑے نرم۔ بڑے نازک ہو مگر واللہ حقیقت میں بہت سخت اور سنگدل ہو ع

تجھسے ملنے پہ بُت بیدرد یہ عقدہ کھُلا
بھولی بھالی شکل والے ہوتے ہیں چالاک بھی

کیوں صاحب۔ انصاف شرط ہے۔ زرا سچ کہنا۔ کیا یہی اقرار تھا۔ اسی کا نام الفت ہے۔ بھلا یہ بھی کچھ منصفی کی ہیں باتیں کبھی تم سے، دلکی حالت نہ پوچھو کہنے کو اور بہت کچھ ہے۔ مگر تجھ میں جو نک لگنا معلوم اثر کرے تو یہ بھی بہت ہے ع

حضرت آرشد تھانوی کا خط
مؤلف کے نام

بھوپال۔ ۳۰ مارچ ۱۹۱۵ء

ظالم اظلم، جور و ستم کی انتہا ہو گئی، کتاب تیار کی یا تیر و نشتروں پر جلا دے دے
جب کوئی چیز تعریف کی حد سے گزر جاتی ہے تو مجبوراً مذمت سے کام لینا پڑتا ہے۔ یہی
میں بھی کروں گا۔ کیسے کیسے خط جمع کیے ہیں۔ میں تو حیران رہ گیا۔ اُردو میں یہ اپنی قسم کی
پہلی اور لاجواب شے ہے، اخراجات کی تو شکایت کرتے ہو، مگر صوری و معنوی دلکشیوں کا
کریڈٹ حاصل کرنے پر جو سر در دفتر ملا اُسکا شکریہ ادا نہیں کرتے، یہ گویا کسرِ نفسی ہے، اے
سبحان اللہ، ایسے ہی بھولے ہیں۔ اس سادگی کے قربان نہ جائیے تو اور کیا کیجئے، ریویو
عنقریب لکھونگا اور مفصل، آپکی عاید کردہ شرائط سے مشروط قیمت کے بارہ میں مجھے
محوی صاحب سے اتفاق نہیں ایک روپیہ بالکل ٹھیک ہے نہ کم نہ زیادہ اب رہی اشاعت
اسکی ترکیب شاکر صاحب سے پوچھیے، اخباروں میں اشتہار دیجیے، آپ کثیر الاحباب ہیں
اپنے احباب سے جس طرح ہو سکے اپنے خرچ کیے ہوئے دام سمیٹیے۔ مزا تو اُڑا لیں سب اور
خرچ پڑے حضرت آپ پر یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ والسلام

آرشد تھانوی

جناب مرزا محمد جعفر صاحب اوج خلف اکبر مرزا دبیر مرحوم کا خط قاضی محمد خلیل صاحب حیران رئیس اعظم بریلی کے نام

لکھنؤ

محترمی و مخلصی دام مجدکم العالی۔ تسلیم مع سلام و سلامتی مع خواہم۔ عنایت نامہ گلدستہ تحسین موصول ہوا۔ بہ دریافت خیریت مزاج گرامی شکر الہٰی بجالایا۔

فرقی امین صاحب کے پاس خط بھیجنے میں جو کوشش فرمائی گئی کمال ممنون فرمایا خانہ احسان آباد باد۔ واقعی آپ نے بڑی زحمت فرمائی اور بغیر اس زحمت کے خط کا پہنچنا ممکن نہ تھا۔

انشاء اللہ وقت فرصت اور سلام بھی بھیجوں گا۔ بالفعل یہ سلام مرسل ہے۔

جمال عارض سرور اگر مذکور ہو جاتا

یہ مجلس وادیٔ ایمن یہ منبر طور ہو جاتا

نوٹ:۔ خورشید کہ اور اشعار اس سلام کے موقف کی عنی اس خیال سے نقل نہیں کیے کہ معراج الکلام مرتبہ حضرت نجیب لکھنوی میں مرزا صاحب مرحوم کا یہ سلام ہوگا۔ مگر جب میں نے لکھتے وقت معراج الکلام میں تلاش کیا تو نہ مل سکا۔

مؤلف

سید محمد اعظم صاحب اعظم لکھنوی کا خط مؤلف کے نام

لکھنؤ، ۱۵ر جون سنہ ۱۹۲۴ء

مکرمی محترمی زید اللہ فصاحت کلامکم۔ تسلیم۔ محبت نامہ معہ رقعۂ شادی موصول ہوا سبحان اللہ کیا بات ہے، تمام اشعار مروارید کی لڑیاں ہیں، جدت مضامین، نشست الفاظ بیساختہ پن جو طبع عالی کا خاص شیوہ ہے کس کس بات کی تعریف کی جائے۔ بہر حال رقعہ نہایت لطیف ہے اور ہر قسم کے محاسن نے مل ملا کر نظم میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔ جیسے یہ مرتب تصنیف ہوا اگر وہ داد دیں یا نہ دیں لیکن اس ممنون سنت کی زبان مدح سرائی میں لال ہے۔

اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی

خاکسار محمد اعظم

جناب محمد لعل خان صاحب ادیب کڈپوی کا خط مؤلف کے نام

کہی مقام، شہر نیل گری ۱۳ر اکتوبر ۱۹۱۴ء

کس بیدرد کو دل کی تڑپ کا حال لکھتا ہوں

زبان کلک پر ہر حرف جیتا بانہ آتا ہے

میرے قبلہ میرے کعبہ میرے استاد آداب " بیچے ایک مصرع میں آداب القاب سب ختم جسے میں نے زیب عنوان کیا ہے کیا حضور ہی کا شعر ہے؟ بندہ پرور آخر یہ کیا ہے اپنے چاہنے والوں سے یہ بیرخی یہ بیزاری اتنا تغافل۔ کوئی خط پہ خط لکھے آپ جواب ... ہائے رے شوق کہ دن کاٹتے ہیں گن گن کر۔ آج آتا ہے نہ کل خط کا جواب آتا ہے ہاں آپ کو حسینان معانی کے بناؤ سنگار سے اتنی فرصت کہاں کہ غریب ادیب کے مزخرفانہ کا جواب لکھنے کو بیٹھیں خیر آپ اور کسی بات کا جواب دیجیے یا نہ دیجیے مگر یہ تو فرمائیے کہ مرقع کا دوسرا حصہ کب تک آئیگا کہ پھر سے ہاتھوں سے ستور کہ ... یوسف ثانی بن کر آجائیگا۔ میں آپکی وجہ سے ستایا جا رہا ہوں۔ کل احباب مجھی سے پوچھتے ہیں خط پر خط آتے ہیں کہ مرقع کا دوسرا حصہ تیار ہو تو بھجوائیے۔ آپکے پر لطف اشعار " النا ظر " میں پڑھے واللہ ایک ایک شعر کو یاد نہیں کے کے بار پڑھا۔ اچھے کو برا کون کہے ... اللہ کرے حسن رقم اور زیادہ " براے تمام ادیب

حکیم برہم صاحب ایڈیٹر اخبار مشرق گورکھپور کے خط مؤلف کے نام

گورکھپور - یکم اپریل سنہ ۱۹۱۶ء

مکرمی تسلیم - کتاب "اصلاح زبان اردو" کی ایک جلد موصول ہوئی۔ مؤلف نے دعوی کیا ہے کہ ناسخ و آتش کے عہد سے اسوقت تک جتنے الفاظ اردو زبان مین متروک ہوئے ہین اُن سب کو اِس رسالہ مین جمع کر دیا ہی۔ اِس تصنیف کے متعلق میری یہ رائے ہے کہ یہ رسالہ اپنے مقصد مین بالکل ناقص بلکہ عوام الناس کو مغالطہ مین ڈالنے والا ہی۔ مؤلف کا منشا بعض اساتذۂ اردو پر اعتراض کرنا پایا جاتا ہے کیونکہ متروک الفاظ تو تھوڑے ہی سے بتائے گئے زیادہ تر فرو گذاشت شعرا کی گرفت کیگئی ہی مثلاً آتش نے المضاعف کو المضاف باندھدیا ہی۔ داغ نے ناپید کو ناپیدا کہا ہے امیر نے طرفدار کو فارسی ترکیب سے کہا ہی ذوق نے نعشی موزون کیا ہی۔ غالب نے جگر کھودنا لکھا ہی وغیرہ

یہ کام وہ شخص کرسکتا ہے جو زبان کا ماہر اور تمام استعمالات شعرا پر حاوی ہو مؤلف کا تو یہ حال ہے کہ اُردو عبارت بھی صحیح نہین لکھ سکتے۔ دیباچہ کا پہلا فقرہ یہ ہی کہ "خدا کی حمد زبان اور بیان سے باہر ہے" "زبان سے باہر غلط" "اردو زبان کی تحفظ" "تحفظ ذکر ہے" "اُس گدڑی مین خوش ہو جو اُسے ناسخ و آتش نے پہنایا تھا" "اُڑھی کہنا چاہیے" "سفیران سخن بنا گئے تھے" "سفیران سخن کے کچھ معنی نہین ہین" "غلط طور پر استعمال ہوئے ہین" "کون کون الفاظ"

فصحا نے چھوڑے ہین" "کون کون سے الفاظ ہونا چاہیے" غرض اسی طرح چند صفحے کے مضمون مین بیسون غلطیان نظر آتی ہین۔

اساتذہ کے جو اشعار اس رسالہ مین نقل کیے گئے ہین، اُن مین سے شاید ہی کوئی شعر صحیح ہو۔

اصلاح

(۱) ابتدا مین لکھتے ہین "احبابون، اشعارون، اخبارون، جواہرات، وجوہات وغیرہ جمع الجمع ہونے سے غلط ہین"

احبابون اشعارون وغیرہ تو کوئی ذی فہم نہین کہتا البتہ جواہرات بکثرت مستعمل ہے۔ اب اسکو داخل زبان سمجھنا چاہیے۔ علیٰ ہذا القیاس مولف نے تنہا بیدار کو بھی غلط بتایا ہے۔ یہ لفظ بھی زبان سے اب جدا نہین ہو سکتا۔ احتیاط کرنے کا ہر شخص کو اختیار ہے جسکو تقوی کہتے ہین مگر ترک پر فتوی دینا بہت دشوار ہے۔

(۲) آفتاب تیز داغ سے شام ہوتے تو دو چلے جانا + ہے ابھی آفتاب تیز بہت
"آفتاب کے لیے تیز بمعنی گرم قابل احتیاط ہے"

آفتاب کی حدت اور تیزی زبان زد ہے اور تیز بمعنی گرم بالکل صحیح ہے، آتش شوق تیز تر گردد

(۳) اُچکی ہوئی تقدیر۔ داغ سے

گر رسائی چاہتی ہے اور تو اپنا عروج
اُچکی ہوئی تقدیر دیکھو نہین گیا اُچکی ہد
اندنون اُچکی ہوئی ہے سے کچھ ایکی آتق

(۴) اس طرح سے داغ سے

ملہ اُچکی ہوئی بمعنی بلند معلوم نہین کرکسی جرت کنقیح

داغؔ سے عرصۂ حشر مین اللہ کرے گم مجکو | اور پھر وہ ڈھونڈھتے گھبرائے ہوئے تم مجکو

تعشقؔ سے حسن اور عشق سے کیا چاہئیے قسمت اچھی | نیک نام آپ ہین شہرہ مری رسوائی کا

(۷) "انکھڑیان" جلالؔ سے

اپنی شوخ انکھڑیون مین کچھ تو حجاب آنے دو | راہ پر آئین جو یہ خانہ خراب آنے دو

انکھڑیان اب تو بول چال مین نہین ہین

انکھڑیان متروک نہین ہین "چشم معشوق کو کہتے ہین۔ دیکھیے آمیر اللغات و گلشن فیض مولفہ جلال

بحرؔ سے دو چار کو جو قتل کرین اُسکی انکھڑیان | شیرون سے بھی زیادہ غزالونکی دھاک ہو

آتشؔ سے ان انکھڑیون مین اگر نشۂ شراب آیا | سلام جھک کے کرون گا جو پھر حجاب آیا

(۸) "اندر باہر لگے ہوئے ہین" آمیرؔ سے

کیا حال دل سناؤن جاسوس اُس پری کے | اندر لگے ہوئے ہین باہر لگے ہوئے ہین

ذم کا پہلو ہے احتیاط چاہیئے۔

اندر باہر لگے ہوئے ہین ثقات کی زبان ہے۔ مولف کو لگے ہوئے کھٹکتا ہوگا۔ حالانکہ اس سے کوئی کلام اور کوئی تقریر خالی نہین ہے۔ "بستر لگے ہوئے ہین"، "پنکھے لگے ہوئے ہین"، آنے لگا، کہنے لگا، بُرا لگے، بھلا لگے، وغیرہ کیونکر زبان سے جدا ہو سکتے ہین سے

کیا شاخ گل پہ پھول کے بیٹھی ہے عندلیب | ڈرتا ہون مین نہ چشم فلک ...

(۹) آبادی۔ آمیرؔ سے

بادہ خوارون کا زمانہ سے جدا عالم ہے

آبادی کی (ی) کا تقطیع سے گرنا خلاف

شعراکا اصول ہے کہ فارسی کی (ی)

گرانا جائز نہیں رکھتے۔ جیسے جنون، خرابی، غم و شادی وغیرہ لیکن مفرد لفظ کی (ی) گرنا جائز رکھا ہے مثلاً

داغ ؎ وہ بت کرے خدائی کی باتین خدا کی شان | جو حرف پڑھ سکے نہ کلام مجید کا

رند ؎ آجاؤ موسم گل ہی مین آشیان میرا | الٰہی ٹوٹ پڑے تجھ پہ آسمان صیاد

ناسخ ؎ صبح فراق مین ہوئی قدر شب وصال | آیا ہے یاد پیری مین عالم شباب کا

ذوق ؎ عجب نہیں ہے کہ کرا بشر بلند سے | خدائی پہنچا ہون تاک چاند و بید الحجر

جلال ؎ وہ تمکو وصل مین کیا رونمائی مین دیتا | کہ نکل سکے دل سے اک ارمان نکال سکا

(۱۰) اُس نے ہنس دیا یہ تو مین ؎

دیکھ اشک لالہ گون رقیب اُسنے ہنس دیا | دیکھا نہ میرے دیدۂ خونبار کی طرف

غیر فصیح بلکہ غیر صحیح ہے۔ اُسے ہنسی آگئی وہ ہنس دیا بولتے ہین کیونکہ ہنس دینا مصدر لازم ہے

وہ ہنس دیا اگرچہ ترجیح رکھتا ہے مگر اُس نے ہنس دیا بھی غلط نہیں ہے کیونکہ دیا فعل متعدی ہے دونون طرح استعمال کر سکتے ہین۔

(۱۱) بلب ہے۔ ناسخ

بل بے طول شب فرقت نہوئی پیدا صبح | ہو گئے آدمی سر کے موئے سیہ فام سفید

[illegible] | اب بھی تو آیا کر دم باز پسین تھا

[illegible] کے استعمال بہ لحاظ موقع ہو سکتا ہے،

تو اس سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا جس حالت

[illegible] زبان پہ موجود ہو۔

مجال کس کی ہے اے ستمگر سنائے تجکو جو چار باتین   بھلا کیا اعتبار تو نے ہزار منھ مین ہزار باتین

"بھلا" متروک ہے۔ ایسے موقع پر "اچھا" کہنا چاہیئے۔

"بھلا" متروک نہین ہے اور اس شعر مین خاص محل پر استعمال ہوا ہے جسکو اہل زبان ہی سمجھ سکتے ہین اور یہ ظاہر ہے کہ داغ کی گویائی معترض کی زبان سے بدرجہا مستند ہے۔

(۱۳) بو کرنا۔ آمیر ؎

مین بھی تو خاک راہ کسی گلبدن کی ہون   سونگھین نہ گل حسین مری مٹی کی بو کرین

"بو کرنا۔ بمعنی سونگھنا غیر فصیح اور غلط ہے"

آمیر ہوے یا مرزا غالب چونکہ فارسی گوئی مین بھی ان حضرات کو انہماک تھا یہی باعث ہے کہ کہین کہین فارسی محاورات کا ترجمہ موزون کر گئے ہین مثلاً جگر کاوی کا ترجمہ جگر کھودنا اور نگذاشتن بمعنی اجازت "ورنہ داد" کا ترجمہ نہ چھوڑا اردو مین باندھا ہے۔

غالب ؎ پھر جگر کھودنے لگا ناخن   آمد فصل لالہ کاری ہے

چھوڑا نہ رشک نے کہ ترے گھر کا نام لون   ہر اک سے پوچھتا ہون کہ جاؤن کدھر کو مین

اسی طرح آمیر کے یہان بھی "بو میدن" کا ترجمہ بو کرنا اور خواب کردن کا ترجمہ خواب کرنا کیا گیا ہے جو قابل لحاظ نہین ہے اور نہ خلاف محاورہ ہے یہ عیب نہین بلکہ قادر الکلامی اور اُستادی کی خاص ادا ہے سودا و میر نے بھی ایسا کیا ہے۔ اکثر اساتذہ کے کلام مین موجود ہے

(۱۴) بغل مین مار کے لیجانا۔ آتش ؎

پھر بغل مین مار کے لے تو چلے ہین چوک   کہتی ہے کیا نگاہ خبردار دیکھئے

"بغل مین مار کے لیجانا غیر فصیح اور متروک ہے (دبا کے لیجانا) فصیح ہے"

بغل مین مارنا بغل مین لینے کے معنی مین اب بھی مستعمل ہو۔

(۱۵) "پہ" اسیر ؎

سر سے اُٹھا کے ہاتھ ہوا سرفراز مین — دنیا پہ لات مار کے پامرد ہو گیا

داغ ؎ ہم پہ سہ کیون یہ غصہ مرتے ہین اپنے اجل ہم — دشمن پہ ہو جو ہرگز قائل نہین قضا کا

جلال ؎ دل کسکو دیا لاکھ یہ پوچھا کیے احباب — دل ہی مین رہا لب پہ ترا نام نہ آیا

"پہ کا استعمال اب اکثر فصحا نے ترک کر دیا ہو اسکے بدلے پر بولتے ہین۔ آخر مین داغ و جلال نے ترک کر دیا تھا"

کسی نے ترک نہین کیا اور نہ کوئی شاعری اس سے خالی ہو سکتی ہو۔ داغ کے آخر دیوان مین صدہا جگہ یہ بندھا ہوا ہو۔

داغ ؎ نہ چھوڑی خاک تک مجھکو دشوق پامالی — ترے قدمون جو آئی وہ اپنے سر پہ لگائے

تعشق ؎ کیا جنون رنگ پہ ہو آپکے سودائی کا — طور ہر داغ مین ہو لالۂ صحرائی کا

تسلیم ؎ جب سوتے ہین وہ باغ مین ہم بادِ صبا کو — بالین پہ کبھی دوڑ کے چلنے نہین دیتے

اور خود مؤلف بھی "ادیب" فروری ۱۹۱۲ء مین لکھتے ہین۔

پڑ گئے سب پہ قدامت کے کچھ ایسے پردے — کہ نظر تک نہین آتے ہین کسی کے آثار

درحقیقت ہین زمانے مین وہی خوش تقدیر — نام مرنے پہ بھی مٹتا نہین جن کا زنہار

(۱۶) "پر" داغ ؎

مشتاق بہت ہین ترے کہنے کے پہ لے داغ — یہ وقت ہو ایسا کہ مین کچھ کہہ نا سکون حالت

"لیکن اسکے معنون مین پر کا استعمال اب فصحا نے ترک کر دیا ہو۔ آخر مین جلال مرحوم بھی ترک کر دیا تھا"

پر کا استعمال لیکن کے معنی پر بکثرت ہے اگر کچھ لوگ نہیں کہتے تو اس سے متروک نہیں ہو سکتا۔ آمیر نے آخر تک اسکو جائز رکھا ہے اور دیگر شعرا ابھی استعمال کرتے ہیں

(۱۷) پسینہ جھاڑنا۔ ناسخ ؎

پسینہ اپنے ماتھے کا نہیں جھاڑا ہے انگلی سے　　یہ اُس بیقدری نے توڑا ہے سالک دُرِ مکنون کو

"پسینہ جھاڑنا" نہیں سُنا گیا۔ پسینہ پوچھنا بولتے ہیں"

یہ کوئی محاورہ نہیں ہے۔ پسینا الگ ہے۔ جھاڑنا الگ ہے۔ یعنے پسینہ پونچھ کے جھاڑ دیا۔

(۱۸) پکارے۔ آمیر ؎　　استغفر اللہ

ہوں وہ میکش جو کروں رُخ در توبہ کی طرف　　بہکے جاتے ہو پکارے وہیں غم مجھکو

پکارے بجائے پکار کر کہنے کے غیر فصیح ہے"

پکار کر کہنے کی ایک ہی کہی۔ اتنی خبر نہیں کہ پکارنا مستقل مصدر ہے اور روزمرہ کی بول چال ہے۔

بہار عشق ؎ پائینچے نازسے جو اُسنے اُٹھائے　　میں پکارا خدا کمر کو بچائے

طور پر حضرت موسیٰ جو گرے غش کھاکر　　جلوۂ یار پکارا ابھی دیکھا کیا ہے

آتش ؎ شیریں زبان ہوئی ہے فرہاد کے دہن میں　　لیلیٰ پکارتی ہے مجنوں کے پیرہن میں

میر ؎ یوں پکارے ہیں مجھے کوچۂ جاناں والے　　ادھر آبے ابے او چاک گریباں والے

جلال ؎ کس سے کہے خواب میں کیوں کوئی نامہ آیا　　پکارے ہے کہ مری نیند میں فتنہ آیا

(۱۹) بیری۔ ناسخ ؎

صبح فراق میں ہوئی قدر شب وصال　　آیا ہے یاد بیری میں عالم شباب کا

ہیری کی (ی) کا تقطیع سے گرانا جائز نہین۔

اس کا جواب نمبر (۹) مین دیا جا چکا ہے۔

(۲۰) حضور - آسیر سہ

کیا حقیقت دو جہاں کی وسعت دل کے حضور | لامکان اک مختصر گوشہ ہی اس تعمیر کا
نا سنج ؎ دل کیا ہین مرے آہ کی تاثیر کے حضور | دم بھر مین کرے قطرۂ خون ہر شرار کو

حضور سامنے کے معنون ارد و مین نہین یہان (سامنے) فصیح ہوتا ہے۔

عبارت نقل کر دیا نون سے کے بعد "مین" اور "ہوتا ہی" کی جگہ سمجھا جانا چاہیے۔ حضور بناعربی کا ہے محاورہ کا جال مین نہین ہی تو نہ ہو شعر سے خارج نہین ہو سکتا۔

(۲۱) خوش - ناسخ سہ

خلوت مین دل مرا خوش ہے | ساقی سیم ساق دہوش ہی
ہمسفر وہ ہے جسیم جی خوش ہے | دشت غربت مقام اش اش ہی

خوش کا قافیہ بہوش کے ساتھ جائز نہین"۔

خوش کا قافیہ بہوش کے ساتھ اور نذر کا قوانیہ بد کے ساتھ صحیح ہے۔ فارسی والونکا معمول یہ ہی اردو فارسی کی تتبع ہی۔

سعدی ؎ پس پردہ بیند عمل ہائے بد | ہمون پردہ پوشد بالائے خود
حافظ ؎ صوفی باکہ زود بیہ بھری است شد ہے | شامگاہش نگران باش کہ سرخوش باشد

یہ غزل غش۔ بہوش کے قافیہ کی ہے۔

(۲۲) خونخواری۔ ناسخ سہ

شب وصل مین بھی ہاتھ سے تلوار نہ چھوٹی | خونخواری کی عادت ہی عجب لے یار نہ چھوٹی

فصحائے حال کے نزدیک فارسی (دی) کا تقطیع سے گرانا جائز نہیں (۹)"

جائز ہے۔ دیکھئے نمبر (۹)

(۲۳) خون جگر کھا لیا۔ داغ ؎

کھا لیا ہم نے شبِ ہجر میں سب خون جگر　　روز فرقت نہیں اب شام گزر جائیگا

خون جگر کھا لینا نہیں بولتے (پی لینا) بولتے ہیں۔

خون جگر کھا لینا بالکل صحیح ہے اور یہی فصحا کی زبان ہے۔

(۲۴) دینی۔ ناسخ ؎　　حلقاہی ۴

اگر دہلیز چھونے کی تجھے تعذیر دینی ہے　　ہلاتے ہاتھ بند اپنا در وازہ سے کیوں باز رہے

(تعذیر دینی) یعنے تعذیر دینا ہے یا روٹی کھانی۔ مٹھائی لانی ہے۔ اسی طرح کے وہ تمام الفاظ جن کی مصدری علامت بدلکر مصدر کے معنی لیے جائیں فصحائے حال کے نزدیک ناجائز ہیں، روٹی کھانا تھی، تعذیر دینا تھی، مٹھائی لانا تھی، بولنا چاہیئے، مگر دہلی کے فصحا اسکو جائز رکھتے ہیں"

تعذیر دینی اہل لکھنؤ کی بھی عمدہ زبان ہے بلکہ اسکو تعذیر دینا پر ترجیح ہے

جلال ؎ خیال غیر ہے آپکو باتیں جو کرنی تھیں　　جگہ دی ہے بلا کر یہ نہیں بیکار بیٹھے ہیں

اسیر ؎ آنکھ اسکو کھولنی بھی دشوار ہو گئی ہے　　چلئے چمن میں نرگس بیمار ہو گئی ہے

اسیر ؎ شاید اس قاتل خونریز کا کوچہ ہے یہی　　راہ چلنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی

(۲۵) دانت جھڑنا۔ ذوق ؎

مانگے گر مسی وہ زلف پُر عرق　　جھڑ پڑیں دندان دہان یار سے

(جھڑ پڑیں دندان) شاید قدمائے دہلی کا محاورہ ہو، لیکن اب فصحا گر پڑیں بولتے ہیں"

ایسے موقع پر دانت جھڑنا اب بھی فصحا بولتے ہیں۔

(۲۶) دھرنا۔ امیرؔ

یہ کسی کسی نے انھیں خبر کر گیا جہاں سے کوئی گزر ای آرزو میں کسی پہ مری لاش در پہ دھری ہے

دھرنا متروک ہی، رکھنا بولنا چاہیے"

غضب ہی دھرنا روزمرہ کی زبان ہی۔ اُسکو متروک کہا جاتا ہے۔

آمیرؔ کیا در دہی کہ مردہ عاشق ہی گور میں اک ہاتھ دلپر ایک جگر پر دھرے ہوئے

داغؔ کہا مجھکو سودائے زلف پری ہی یہ اُٹھتی نہیں ایسی تہمت دھری ہے

(۲۷) دم ہو چکا۔ داغؔ

بجز اُلفت سے نکالیں کیا شنا تھک گیا میں بھی دم بس ہو چکا

دم ہو چکا غیر فصیح ہی (دم آ چکا) کہنا چاہیے"

دم ہو چکا بمعنی دم ختم ہو گیا بہت فصیح ہے۔

(۲۸) دون کی لینا۔ امیرؔ

بس بس زبان روک لو آتنا نہ بڑھ چلو ہم چپ ہیں آپ دون کی سو بار لیجئے

دون کی لینا عامیانہ محاورہ غیر فصیح ہی"

دون کی لینا بمعنے لاف و تعلی کرنا روزمرہ ہے معلوم نہیں مؤلف کا خیال کس طبقہ سے وابستہ ہی۔ دیکھیے گلشن فیض

جلالؔ

دون کی آپ کے دمساز لیا کرتے ہیں
ہم تو داؤد کو تانوں میں دبا لیتے ہیں

(باقی آئندہ)

جناب باسط بسوانی کا خط مؤلف کے نام

بسوان۔ یکم ستمبر ۱۹۱۵ء

بھائی صفدر۔ سلام مسنون۔ آپ کا خط ملا تھا جواب مین تاخیر ہوئی۔ پہلے سرگذشت سُن لیجیے پھر خفا ہوجیے۔ پرسوں شب کو کھانا کھا کر عشا کی نماز پڑھ کر جو بستر پر دراز ہوئے برسات کی پیاری رات کالی کالی گھنگھور گھٹائین دیکھکر طبیعت جو مزے مین آئی تو اپنی پرانی غزل کا ایک شعر حسب حال گنگنانے لگا ؎

رات برسات کی ہے اور وہ پہلو مین نہین — خوب برسینگے مرے دیدۂ تر آج کی رات

اس کا گنگنانا تھا کہ غضب ہوگیا۔ کہین بادل خان جو دن ہی سے فلک مینائی پر اپنی فوج کا پرا جمائے ہوئے تھے اُنکے کانو مین بھی یہ صدا پہونچگئی۔ پھر کیا تھا کڑک کر بول اُٹھے دیکھین آپکے دیدۂ تر کیسے برستے ہین" مین کمبخت کیا سمجھا تھا کہ یہ ظالم سُن رہا ہوگا۔ مین تو اس دھوکہ مین تھا ؎

نالہ اِس زور سے کیون میرا دُہائی دیتا — اے فلک گر تجھے اونچا سُنائی دیتا

شامت اعمال مجھے بھی انکے یون برس پڑنے پر رہا گیا دو ایک شعر اپنی پرانی غزل کے پڑھکر سنائے۔

برق مضطر جب نہ ٹھیرے قلب مضطر کا جواب — ابر باران ہوسکے کیا دیدۂ تر کا جواب

گوہر غلطان کی صورت بہہ رہے ہین اشک غم — ابر نیسان کیا ہو میرے دیدۂ تر کا جواب

یہ حضرت داغ کی مشہور زمین ہے جس کا مطلع ہے

نامہ بر کہتا ہے اب لاتا ہوں دلبر کا جواب — سُن چکا ہوں چار دن پہلے مقدر کا جواب

کمبختی یہی کیا کم تھی کہ مین نے اِس زمین مین فکر کی اور یہ نتیجہ جواب بھگتنا پڑا شاید اُسی کا خمیازہ ہو۔ زحمت نہ ہو تو دو ایک شعر اور سُن لیجئے۔ آمدم برسر مطلب ہان تو مین اِس فلک ناہنجار پر چوٹ کرتے ہوئے بس یہ کہہ اُٹھا ؎

ہمنشین مین تجھ سے کیا طوفانِ اشکِ غم کہوں — گھر کی دیواریں ہوئیں ہیں بسترِ در کا جواب

کمبخت نے کہا کہ اچھا دیکھو تم تو صرف خیالی پلاؤ پکا رہے ہو ہم در دیواروں کو در کا جواب بنائے دیتے ہیں! بس بھائی پھر کیا تھا۔ اللہ دے بندہ لے۔ برس پڑا رات گذری۔ دن ہوا پھر رات ہوئی۔ غرضکہ یوں ہی دن رات ہوتے رہے اور یہ حضرت اپنی جان کو روتے رہے۔ وہ دھما چوکڑی مچائی کہ الا امان۔ تمام قصبہ عالم آب نظر آتا تھا۔ اڑا اڑرا دھڑ دھم، اڑا اڑرا دھڑ دھم کی ہولناک صداؤں سے کانوں کے پردے پھٹے جاتے تھے' کچے تو کچے پکے مکان بھی ٹیپک ٹیپ سجدہ کرتے ہوئے زمین پر آ گئے۔

حضرت کہیں یہ نہ خیال فرمائیگا کہ یہ اشعار کے چلتے ہوئے جادو کا اثر ہے کہ مانسون نہ چلنے پر راجپوتانہ مین مجھے اِن اشعار کے ذریعہ سے پانی برسانے کو کہا جائے اور دیر سے تو میری جان پر ستم ڈھایا جائے نا بھیا نا۔ اتفاق کی بات کہتا ہوں۔ حکم خدا تائید غیبی۔ خانمان بربادوں کی اچھی خاصی تعداد ہو گئی۔ آج سُنا کچھ بھلے مانس طبلہ سارنگی چھوڑ برساتی تھاپ کی چوٹ دلو تھیں سے بیٹھے رو رو کر دن کے بجائے اللہ توبہ یا اللہ توبہ کی راگنی دل سے چھیڑتے ہوئے مع عیال و اطفال جامع مسجد کی کوٹھریوں مین۔ مقبروں مین۔ خانقاہوں مین جا ٹکے۔ مین تو انکی اس بیچ کو مانتا ہوں جب دیکھی کہ اگر اللہ میاں تم نہیں مانتے تو ہم تمہارے ہی گھر مین بستر لگاتے ہیں

جی چاہے اُسے بھی گرا دو اگر پرسش ہوئی تو کہدونگا کہ حضرت تو میرے ہی گھر مین خواہ جنت مین بھیج خواہ دوزخ مین جگہ دے۔ ہان اسکا افسوس ضرور ہر وقت کی بات کہ میری ضد کا نزول سارے قصے پر گرا آج سے کان پکڑے۔ اب مین شب ہجر کو نہ روؤنگا۔ اور اگر رویا بھی تو اس ظالم آسمان کو مخاطب نہ بناؤنگا۔

بھائی صفدر خطا معاف یہ تو پھر کہونگا کہ اگر رونے پر آؤن تو مین خود تو ڈوب ہی جاؤنگا مگر اس ظالم کو بھی لے ڈوبونگا، یار سمجھکر نہین دشمن ناہنجار سمجھکر خلق خدا کا پاس ہے ورنہ ہم تو جان سے جاتے مگر اس ستم ایجاد کو بھی مزہ چکھاتے۔ واللہ آپ اسے شاعرانہ تخیل کی بلند پروازی نہ سمجھیے گا کچھ یہین پہ مبالغہ شاعری نہین منحصر ہے اساتذہ قدیم و جدید سب کہہ گئے ہین شیخ ناسخ کہتے ہین ؎

شب فرقت مین جو رو نیکو مین کل بیٹھ گیا
اڑا کر دھوئین گردون کا محل بیٹھ گیا

سید حیدر علی کاظم بیا صید یون گہر فشان ہین ؎

جس طرف دیکھو نظر آتا ہے پانی پانی
میرے رونے سے تو برسات ہوئی جاتی ہے

کیا ان بزرگون کی زبان مین اثر نہ تھا آخر اس ظالم نے ہم سے کیون ضد کی۔ اسکول کا وقت قریب آگیا لہذا رخصت۔

خادم

باسط بسوانی

جناب بشیر احمد صاحب سب انسپکٹر کا خط مؤلف کے نام

از پولیس باڑودہ - ڈاکخانہ لچھمن گڈھ - ۷ ر نومبر ۱۹۱۹ء

ہم دشت نوردون مین ابھی ذکر ہوا تھا
خوب آئے خضر عمر تمھاری بھی بڑی ہے

حضرت صفدر زاد لطفہ تسلیم مزاج لطیف آپکا محبت بھرا خط رقمزدہ - ۲۶ اکتوبر مع نشاط سخن ایک ساتھ وصول ہوکر مسرت افزا خاطر انتظار ہوا آپکے مہربانی نامہ کے دلپذیر فقرون اور دلنشین جملون نے ذوق شوق مین یہ حالت کر دی کہ خط کسی کا جب آیا ہے مین ہون اس شغل مین گاہ پڑھنے کو اٹھایا گاہ پڑھ کر رکھدیا پیارے صفدر - آپکے انداز تحریر نے دلکو تڑپا دیا - خط پڑھ کر دونون ہاتھو سے کلیجہ تھام لیا - آپکی سادگی مین بھی قیامت کی ادائین ہین بنظر آپکی دلکش طرز تحریر نے جسقدر دلکو لبھایا اُسکا عشر عشیر بھی ضبط تحریر مین آنا نا ممکن - بقول جناب - ع
لن ہی کہ ہوتا ہو مگر ہم سے نہین ہوتا یہ فقرہ آپکا کہ "جو نظم ادیب مین شائع ہو گی وہ جوانی کی تھی" اب طبیعت مین وہ شوخی کہان" واہ کیا خوب لکھا - آپکی سی رنگین اور دلفریب طبیعت اور اسمین سے شوخی نکل جائے یہ ممکن نہین ہو سکتا - ضعیفی مین بھی اسے ظالم تری شوخی نہین جاتی مذ مشقی وہ چیز ہے کہ جس پہ ہزار نو مشقی نثار لاکھ نوجوان طبیعتین قربان - نو آموزی در نو مشقی جوشِ ... کہنہ مشقی اپنے تجربہ اور مجاہدہ سے صاف کر دیتی ہے یہ وہ زمانہ ہے کہ جب ... مین وہ جوہر بے بہا پیدا ہو جاتے ہین جو ... ی مین میسر نہین ہوتے اسوقت

جو نظم و نثر زیب قرطاس ہوگی وہ حقیقت مین موتیونکی لڑی ہوگی۔ الغرض زمانہ پیری مین لٹریچر کا شباب آتا ہی جسکی تائید مین جناب قیصر بھوپالی کا یہ مقولہ ملاحظہ ہو ؎

قیصر اس بات کے شاہد ہین غزلہائے ریاض کہ بڑھاپے مین طبیعت پہ شباب آتا ہی

یہ آپکا فرمانا کہ "پیرانہ سالی مین نظم تو بالکل نہیں کہتا اور نہیں آتا" جس شوخ مزاج کی اک عمر چلبلاہٹ مین بسر ہوئی ہو اُسکا ایسے علمی مشغلہ سے تارک ہونا بعید از قیاس ہی ؎

صفدر نظم اور عزم حرم مانون کسطرح حضرت کی ذات سے تو نہایت بعید ہے

میری فرمایش پر آپنے اپنا تازہ کلام دل آویز مرحمت فرمایا اسکا شکریہ مین کس زبان و قلم سے ادا کرون۔ آپکے اشعار نے میرے دل پر جو تیر و نشتر کا کام کیا وہ کچھ میرا ہی دل جانتا ہے ؎

آ بیرا ... ناز سے ظالم نے دیکھا نگاہین بول اُٹھین وہ لے لیا دل

اس انداز ... نے دل و جگر دونون نے مزے لوٹے زبان نے چاشنی فصاحت کے اثر ... تمام اشعار اپنی خوبی مین بے مثل و لاجواب ہین۔ مولانا اول مطلع خورشید ... مقطع مین غضب کی نازک خیالی ہی۔ چراغ مزار اور شمع مزار کی ادا ... جو تیر بشیر کے دل پر بجلیان گرائین اُس کا اندازہ ناممکن الوقوع۔ ہائے ... کے ... سے بدنامیان ہو گئین ہستی ہی کیا تھی ورنہ چراغ مزار کی

اس شعر ... پہلے مصرعہ کے لگانے کی کیا تعریف ہو سکے۔ اہل نظر ہی ان ... دیکھ سکتے ہین۔ کیا خوب فرمایا مجھے بیحد پسند آیا "دل و زلف" کے مضمون کا ... بے اختیار دل پھڑک گیا۔ یہ شعر آپ کی ... کلام ... زبان کا آئینہ ہی۔ کیون نہو غزل مین چوٹی کا شعر ہے۔

لسان الملک حضرت ریاض خیرآبادی!!

زبان پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا — کہ میرے نطق نے بوسے مری زبان کے لیے

ظالم صفدر، ستم ایجاد صفدر، بیرحم صفدر نے حضرت ریاض کا کلام بھیجکر میرے
دل پر کٹاری اور برچھی کے وار کئے ہین۔ مگر ان کے ان ظالمانہ برتاؤ مین بشیر کو مزہ آرہا ہے۔
اسکو اس قسم کے جور و ستم مین دلچسپی ہی نہین بلکہ محبت ازلی ہے۔ مجھے حضرت کے کلام
سے وہی محبت ہی جو قیس کو لیلی کے ساتھ اور فرہاد کو شیرین کے ساتھ تھی۔ مجھی پر کیا منحصر
یک زمانہ ان کے تیغ قلم کا قتیل ہے۔ چنانچہ خود ایک غزل کے مقطع مین فرماتے ہین۔

ہین یون تو ریاض اور بھی دنیا مین سخنور — مشکل ہے تمھاری سی طبیعت ہو کسی کی

اکثر اشعار حضرت کے میری زبان پر ہین۔ آپ کا کلام خاص طور پر دلنشین دلپذیر
دتا ہے ؎

کھوئے ہوئے ہین شاہد معنی کے دھن مین ہم — یہ بھی جلیل ایک جنون ہے شباب کا

یہ معلوم کرکے زیادہ مسرت ہوئی کہ حضرت سے آپکا خاص تعلق ہے جو سفر و حضر
مین آپکو سایہ کی طرح ساتھ رکھتے ہین۔ یہ آپکی خوش قسمتی ہے۔ ریاض جیسے صاحب کمال
کی مین تعریف کیا کرون چھوٹا منھ بڑی بات ہے کوئی اُس پایہ کا ہو تو کچھ لکھے پڑھے (ع)
سکے ایوان کی ہے عرش سے اونچی کرسی۔ ہان آپکو زیبا ہے "شباب کا پہلا دن رات کا ڈرہ
ان دونون اشعار نے قریب بیس منٹ مجھپر وجدانی کیفیت طاری رکھی۔ پھر نے گیا کہ
کھوئے ہوئے بیٹھے ہین کھوئے ہوئے بیٹھے ہین" ان الفاظ کی ندرت لطیف ادا ت کے
ان سے اس رات کا ڈر دیکھا ان الفاظ کی شوکت کبھی استاد کا دل سے پوچھے
رہے یا سحر سامری کا چلتا ہوا جادو ہے ؎ جو مزہ اُبھر آیا ہے شوخی سے الخ۔

اس شعر مین جو معنوی خوبیان بھری ہین اسکا وہی نکتہ بین نظرین اندازہ کر سکتی ہین جو بحر سخن کے عمق تک پہونچکر موتی نکال لاتی ہین۔ عجیب و غریب شعر ہے۔ یہ تو ذہانت اور طباعی خدا داد ہے۔ آبدو اس تو حافظ شیرازی کے رنگ مین کسی دوسرے کا قلم اُٹھانا تحصیل حاصل ہے۔ اس مشرب مین اپنی نازک خیالیون سے دونون کے قلم توڑ دیے۔ میری طرف سے حضرت کی خدمت مین خاص طور پر تسلیم نیازمندانہ عرض کر دیجیے گر قبول اُفتد زہے عز و شرف۔ حضرت نہ مین اہل زبان نہ زباندان ایک ایسے ویرانہ مقام پر ہون جہان سوائے خس و خاشاک یا ریت کے ٹیلوں کے نہ کوئی ناظم نہ ناثر اسلیے میرے اس زبان پر آپ ہنسیے گا نہین۔ یہ لکھنؤ یا دہلی نہین ہے جہان ہر زبان ہے یہ ایک کور دیہہ مقام ہے پھر (؟) لائین کہان سے حضرت صفدر کی بول چال۔ ذرا اس دل دیوانہ کی وارفتگی تو ملاحظہ ہو کہ لکھنے کیا بیٹھا تھا اور لکھ کیا گیا؟ خیر آمدم بر سر مطلب آپکی کتاب مشاطۂ سخن کی نسبت جہان بڑے بڑے علما و فضلا رطب اللسان مداح ثناخوان ہین وہان میرا کیا شمار مگر اتنا لکھے بغیر نہین رہ سکتا کہ واقعی آپکو علمی مشاغل سے دلی اُنس ہے آپکے دل و دماغ سے جو بات نکلتی ہے وہ دل و دماغ مین رکھنے کی ہوتی ہے۔ ایجاد و اختراع تو آپکے قبضۂ قدرت مین ہین جس باب مین آپ قلم اُٹھائین گے گلستان نظر آئیگا اور جس موضوع پر آپکا قلم شوخی دکھائیگا۔ دیکھنے والون کو اتنی اجازت بھی نہ دیگا کہ غریب دونون ہاتھون سے دلکو تو سنبھال سکین ؎

پھر نہ سعدی کی حکایت اور نہ آتش کو فروغ	جب ہوا پیش نظر باب گلستان خسیل

واقعہ یہ ہے کہ اس کتاب کی ترتیب و تالیف مین آپنے غیر معمولی جد و جہد سے کام لیا ہے آپکی جگر کاوی آپکی سر گرمی آپکی عرق ریزی، آپکی جانفشانی سے بتہ

گلزار سخن میں گل کھلائے ہیں اُنکی نگہت عنبر بیز سے جوانان چمن کے دل و دماغ معطر ہو رہے ہیں۔ آپ نے اِن چھوٹے چھوٹے الماسی ٹکڑوں کو۔ خوشنما موتیوں کو جب اپنے کلک جواہر سلک سے عروس مشاطہ سخن کے جڑاؤ زیور میں جڑے ہونگے اسوقت آپکے فکر فلک پیما کا کیا رنگ ہوگا۔ کھوٹے کھرے کی نقادی کس درجہ ملحوظ خاطر ہوگی ؎

ساقی ترا مستی سے کیا حال ہوا ہوگا جب تو نے یہ مے ظالم شیشہ میں بھری ہوگی

الغرض یہ علمی بے بہا مجموعہ اپنی نوعیت و جامعیت کے لحاظ سے دنیائے ادب میں سبق آموز ثابت ہوگا ؏ یہ سخن وہ ہے کہ رکھیں گے سخندان دل میں۔ آپکی نکتہ سنجی و دقیقہ رسی کا اک زمانہ قائل ہے۔ دراصل آپ شاہد سخن کے اعلیٰ درجہ کے نقاد اور سخن شناس ہیں۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ آخر میں بکمال ادب ملتجی ہوں کہ آپ اپنے و نیز حضرت ریاض کے تازہ بتازہ نو بنو کلام سے اسی طرح محظوظ و مسرور کرتے رہیں گے۔

نیاز کیش فقیر بشیر

جناب محمد اسحاق صاحب بصیر بریلوی کا خط

حضرت بسمل کے نام

محبت نامہ باعث تشکر ہوا۔ آپکو کیا معلوم کہ آپکے بصیر پر اِس گذشتہ زمانہ میں کیا گذری لطف غم میں آپ کیوں شریک ہوتے۔

بارہا دیکھی ہیں اُن کی رنجشیں پر کچھ اُنکی سرگرانی اور ہے

آزردہ خاطر آپکے گلے کا باسی ہار

بصیر

جناب افضل حسین صاحب ثابت مؤلف حیات دبیر کا خط مؤلف کے نام

ریاست کوٹہ ملک راجپوتانہ - ۱۹ نومبر ۱۹۱۶ء

میدان سخنوری کے صفدر تسلیم۔ لیجئے ایک مصرع میں القاب آداب سب آگیا۔ آپکی عطیہ کتاب مرقع ادب اور کارڈ مورخہ ۹ نومبر ۱۹۱۶ء شرف صدور لایا۔ تمام رقعات و خطوط کو چشم دل سے دیکھا۔ سبحان اللہ جتنے پھول ہین اتنے نہین بلکہ اُس سے دہ چند رنگ ہین۔ ایک منشی مبتدی کو یہ کتاب منشی کامل بناتی ہو اداے مطلب کا ڈھنگ سکھاتی ہے۔ ایک کم علم کو صحیح و غلط الفاظ بتاتی ہو۔ کوئی رقعہ ایسا ہے کہ جسکو پڑھکر بے اختیار ہنسی آتی ہو۔ معلوم ہوتا ہے ابھی بیٹھے بیٹھے دم کے دم مین کشمیر کے زعفران زار مین پہونچ گئے۔

کہین بزم مشاعرہ کا نظارہ اور مشاعرہ کی غزل پر تنقید و تقریظ ہو اور وہ بھی نئے ڈھنگ سے کی صفحہ ۱۰۶ پر حکیم فضل علی صاحب موہانی کی غزل کا شعر ؎

ساقیا پیش نظر ہے جو مرے روز حساب ... اسلئے ناپ کے پیتا ہون مین پیمانے سے

پھر اس پر تنقید "نرالی تنقید" جی ہان شراب کیا ہو ڈاکٹری سیرپ ہو۔ اسی حساب سے مالک جہنم آتشی تھرمامیٹر بھی لگائین گے "عجیب لطف دیا ہو۔ کہین کسی لفظ کی تحقیق ہے تو وہ اعلی درجہ کی۔ کہین کسی کے رنگ پر کسی کی زبان پر کوئی صاحب منھ آرہے ہین کسی لفظ یا ترکیب کو برا جانتے ہین اور اسکے ساتھ زیادہ تر لکھنؤ والون کا تکیہ کلام فرماتے ہین۔ یہ سچ ہو یا جھوٹ مگر مجکو اس مین بھی مزہ آتا ہے۔ آخر مین مولوی نظر الحق صاحب

کا خط صفحہ ۲۱۴ پر شروع ہوا ہو جو تعزیت کا طریقہ سکھاتا ہے مصیبت بھی کسکی لکھتا ہے۔ سید الصابرین سید الشہدا امام حسین علیہ السلام روحی فداہ کی مرثیہ کا پہلو بھی موجود ہی آپکا کمال یہ ہی کہ اسی خط پر آپ نے کتاب ختم کر دی ہے۔ کسی کا مقبول و مشہور شعر ہے سہ

در پس ہر گریہ آخر خندہ ایست — مرد آخر بین مبارک بندہ ایست

اگر کمی ہے تو حسب ذیل باتوں کی۔

(۱) جہان جہان غیر مانوس محاورے اور الفاظ آگئے ہین انکے متعلق اگر حاشیہ پر نوٹ لکھدیا جاتا کہ اہل لکھنؤ یا اہل دہلی یا دونوں ایسے موقع پر یون بولتے ہین کی دنیا سے دور تھا وہ لوگون کو ایسی ہدایت ہوتی جسکا نام ایصال الے المطلوب ہے۔ مگر اسکے ساتھ ہی شاید اُن کاتبان خط کو ملال بھی ہوتا۔ پس اس ہونے سے نہ ہونا ہی بہتر ہے۔

(۲) جابجا کتابت کی غلطیان ہین مگر مجھے یہ دیکھکر کچھ صبر آگیا کیونکہ جو کتاب حیات سعید جلد دوم مین چھپا ہے اُسمین بھی ایسی ہی کثرت سے غلطیان ہین۔ آپ میرے ہمدرد ہین آپکو تالیف و تصنیف کی قدر ہے۔ آپ اس کوہ کندن و کاہ بر آوردن سے واقف ہین جو مصنفون اور مؤلفون کو مصیبتین پیش آتی ہین۔ آپ نے جو حیات سعید کی مدح فرمائی میری محنت کی داد دی اُسکا دل سے شکریہ ادا کرتا ہون۔ اصلاحی الفاظ کی توجیہ ضرور لکھیے مگر ایسے ملایم الفاظ مین جو مختلف الرائے دیکھے اُسکی دلشکنی نہو ورنہ ملک مین مفت کی لڑائی چھڑ جائیگی اور حاصل کچھ نہ ہوگا۔

ایک اہم مسئلہ ترک الفاظ ثقیلہ کا ہے جو ایسا ثقیل ہے کہ اب تک اس کا تصفیہ نہین ہوا حفظ کے پیرو زبان کی توسیع کے حامی ہین اور ناسخ کے ماننے والے اسکے مخالف ہین۔

فرصت مین اصلاحین تلاش کر کے بھیجون گا- آجکل تو بجز میرے سارا گھر مبتلائے امراض ہے اُمیدوار دعا ہون- آپ یہ نہ کہیے کہ مرقع ادب کی صرف تعریف ہی پڑتا لا لیجیے ایک خریدار بھی لیجیے

ریاست کوٹہ ملک راجپوتانہ- سید محمود حسن صاحب ثاقب دہلوی دکیل کے نام دی پی ایک جلد مرقع ادب بھیجد یجیے -

لکھنؤ مین آپ سے ملکر بہت خوش ہوا- آپ کا کلام یون تو نہایت ہی رنگین اور دل فریب ہے مگر آپکی اِس غزل کے اشعار

اور ہی عالم ہے اس کافر کا عالم دیکھکر ہمکو اب مرنا پڑا دشمن کا ماتم دیکھکر

بھولنے کی چیز نہین خصوصاً یہ شعر تو مجھے ورد ہو گیا ہے- بار بار پڑھ کر دل ہی دل مین مزے لیتا ہون -

طور پر اُن کی نگاہِ گرم تھی بجلی نہ تھی کچھ نہ بولے ہم مزاجِ یار برہم دیکھکر

دیکھیے اب کب ملاقات میسر آئے -

بندہ فضل حسین ثابت

شاعر نازک خیال حضرت جلال لکھنوی کا خط حضرت وصل بلگرامی کے نام

جلال نواز سلامت۔

سلام شوق کے بعد دعا نگار ہون کہ مین بفضل الٰہی اسوقت تک مع متعلقین بخیر و عافیت ہون اور آپکی خیریت و صحت کا ہر وقت درگاہ باری سے خواستگار۔ واقعی آپ سے مجکو نیاز حاصل ہو چکا ہے مین نے خوب آپ کو پہچانا۔ قصیدہ آپکے اُستاد کا مین نے دیکھا واقعی بہت بے مثل قصیدہ فرمایا ہے کیا کہنا ہے۔ پانچ جلدین قصیدہ کی جو سوا میرے اور برخوردار حکیم سید محمد مہدی کمال سلمہ اللہ تعالےٰ کی جانب کے ارسال فرمائی تہین وہ یہان کے اور شعرا کو تقسیم کردین حکیم سید محمد مہدی کمال سلمہ اللہ المتعال کی جلد میرے پاس رکھی ہے اسواسطے کہ وہ بالفعل لکھنؤ مین نہین ہین ایک ریاست ہے تردا نام ضلع فرخ آباد مین ہین بلکہ وہانکے راجہ کے طبیبون مین ملازم ہین۔ آپ چاہیے اُن کو ایک تحریر اپنے اُستاد کے دیوان کی تاریخ کے بارہ مین بہ نشان مذکور الصدر ارسال فرمادیجیے تو انسب ہے اور حضرت یاس کا پتہ یہ ہے۔ لکھنؤ میدان ایلچی خان میرزا ذاکر حسین صاحب یاس کے مطالعہ مین وصول ہو۔ اب ایک امر مین یہان بہی آپکو تکلیف دیتا ہون اور وہ یہ ہے کہ میرا غزلیات کا دیوان چہارم موسوم بہ اسم تاریخی نظم نگارین واسم غیر تاریخی حسن مقال کر بالفعل معرض طبع مین ہے خدا نے چاہا تو عنقریب چھپ کر تیار ہو جائے گا پس آپکو اور آپکے ذکر فرمانے پر اور جس جس کو دیوان کی خریداری منظور ہو اور جسقدر نسخے چاہیے ہون اُن کی قیمت بطور

پیشگی جلد تر ارسال فرما دیجیے تو عین عنایت ہے۔ قیمت پیشگی اُسکی ایک روپیہ ہے
بعد طبع ہو جانے مضاعف ہو جائے تو عجب نہیں فقط والسلام

ہیکال

جلال

جناب سید بندہ کاظم صاحب جاوید لکھنوی کا خط

سید مجاور حسین تمنا لکھنوی کے نام

نور العین سید مجاور حسین سلمہ۔ بعد دعائے ترقی عمر و اقبال واضح ہو کہ خط
عدم کے رہنے والوں کو ملا۔ لحد کے سونے والے کروٹیں بدلنے کے قابل ہوئے
تن بیجان میں اسقدر جان آنا بھی قابل شکر ہے۔ اُسوقت کی روئی ہوئی آنکھیں
سوائے خدا کے اور کوئی دیکھنے والا نہ تھا۔ صدہا شاگردوں میں ایک پر محنت کر کے جسے
اپنا جانشین بنایا اُسنے ساتھ چھوڑ دیا اور یوں چھوڑا کہ جیسے دشمن کو چھوڑتے ہیں
چھنگا صاحب نے جب تعداد قیام کو حد محشر سے ملایا تو نشان قبر کے ہونے کی امید بھی
دل سے بیتابانہ رخصت ہوئی۔

راقم

سید محمد کاظم جاوید عفی عنہ

۵۳۸۶

نواب فصاحت جنگ جلیل القدر حضرت جلیل جانشین امیر مینائی رح کے خطوط حضرت دل شاہجہانپوری کے نام

مجبی و مشفقی تسلیم نامہائے عنایت صادر ہوکر باعث امتنان پذیری ہوئے آج خدا خدا کر کے آپکی غزل ملاحظہ سے گذری جسے ہمراہ رقیمہ نیاز بھیجتا ہون۔ آپ شاگرد ایسے شخص کے ہوئے جو تمام عالم کا اُستاد ہے۔ پھر کیونکر اصلاح مین تاخیر نہ ہو۔ اصلاح طلب کلام سے بستے کے بستے پڑے ہین۔ میری جانب سے آپکی تعمیل ارشاد مین مطلق تساہل نہین ہوتا اور نہ کبھی ہوگا۔ دوسری غزل بعد کو روانہ کیجائیگی۔ ابھی اُسکا وقت بھی دور ہے۔ آپکی تاریخ داخل دیوان ہوگئی۔ چار مصرع رکھے گئے ہین۔

میرے اُستاد کا پہلا دیوان — تھا بلاغت کے چمن کا گلِ تر

اسکی تاریخ یہ لکھدے اے دل — اب فصاحت کا چھپا ہے دفتر

اور سرخی یہ ہے محمد ضمیر حسن خان دل شاہجہانپوری۔ شاگردی کی اضافت کسی کے نام کے ساتھ نہین رکھی گئی اور چار مصرعون سے زیادہ کوئی قطعہ تاریخ نہین ہے۔ سوا حضرت داغ کے۔ صدہا تاریخین آئی تھین۔ مگر چُن کر انتخاب الانتخاب لکھی گئین۔ باقی حضرت نے واپس کر دین۔ حضرت قبلہ و کعبہ آپ کو بہت بہت دعا کہتے ہین اور سب سلام رسان ہین ۳۰ مارچ ۱۹۲۶ء

آپکا نیاز مند جلیل ذلیل

والتواز تسلیم تذکرہ مین جو مضامین مطلوب ہین وہ یہ ہین۔ نام تخلص۔ باپ کا نام عمر وطن۔ اگر کوئی شرف خاندانی ہو تو اسکا بھی ایک جملہ مین اظہار۔ زمانہ شاگردی۔

تصانیف کا ذکر۔ استعداد علمی۔ عہدہ۔ بس یہی باتین اختصار کے ساتھ لکھی جائینگی۔ کلام منتخب و مختصر یعنی ایک متوسط غزل کے یا ایک منتخبہ غزل اور زیادہ کی گنجایش نہین ہی۔ آپ کو جو کچھ بھیجنا ہے جلد بھیجئے جناب قبلہ و کعبہ کی طرف سے دعا۔ شاہجہانپور مین جو جو صاحب قبلہ و کعبہ کے شاگرد ہون اُن سے بھی حال و کلام بھجوائیے۔

جلیل حسن۔ رامپور۔ دفتر امیر اللغات

۵ ستمبر ۱۸۹۶ء

مولوی عبدالغفور صاحب شہرت کے نام

دلنواز۔ سلام بر مشغولن۔ دو تاریخین آپکی انشاءاللہ درج ہونگی۔ فیض عظیم اور "ساغر جم" حضرت کوثر کی خدمت مین نیاز نامہ بھیجا گیا ہی۔ انکی تاریخین بھی آئی ہین۔ دیوان کی تسمیت ابھی تجویز نہین ہوئی ہے۔

آپکے سوالات کا جواب

ہمکو فقرہ دیا، جم سے فقرہ کیا۔ دونون طرح مستعمل ہی۔ آپ نے جو مطلع لکھا ہی ہر طرح درست ہی۔ یعنی کسب صفا، گیان نہیں ہو سکتی کا لفظ بمعنی جہت مستعمل ہی جیسے اُن مین ایک قسم کی مناسبت یا مناسبت پیدا ہوگئی ہے۔

مجھے سخت خجالت ہی کہ آپ ایسے دوست مخلص خدمت گذاری سے قاصر رہتا ہون۔ جنکو خط لکھنے کی بھی نوبت نہین آتی۔ کچھ ایسی پریشان خاطری ہی کہ کوئی بات نہین بن پڑتی۔ آپ اپنی خیریت سے مسرور کرتے رہیے۔ صدیق بخیریت ہی۔ سلام عرض کرتا ہی۔

جلیل حسن کان اللہ لہٗ۔ ۹ رماہ مبارک ۱۳۲۱ھ

حیدرآباد دکن، ۳ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

دلنواز - سلام مسنون - آپکی تاریخ بہت اچھی ہو - مگر دیوان چھپ جانیکے بعد آئی - بہت افسوس ہوا - ایک غزل دیکھ کر بھیجتا ہون باقی پھر انشا اللہ تعالے -

حضرت آسیر کے اس شعر مین

آنکھ وقت نزع پھر کر چشم قربانی ہوئی — کشتی عمر رواں چکرا کے طوفانی ہوئی

چشم قربانی کے معنی قربانی کی آنکھ ہو یعنے جو قدیہ ذبح ہو چکا ہو اسکی آنکھ سے قائل نے اپنی آنکھ کو تشبیہ دی -

غالب مرحوم کے اس شعر مین

نظر لگے نہ کہین اُنکے دست و بازو کو — یہ لوگ کیون مرے زخم جگر کو دیکھتے ہین

کوئی باریکی نہین ہو - عاشق کا زخم جگر جو کہ معشوق کے دست و بازو کی گلکاری ہو - لہذا اس زخم کے دیکھنے سے اندیشہ ہو کہ معشوق کے دست و بازو کو نظر نہ لگ جائے -

جلیل کان اللہ لہٗ

نوٹ :- اسی قافیہ مین حضرت مخلص کا شعر بھی نذر ناظرین ہو ملاحظہ ہو -

یہ آپ ہی کی نظر نے تو گل کھلائے ہین — پھر آپ کیون مرے زخم جگر کو دیکھتے ہین
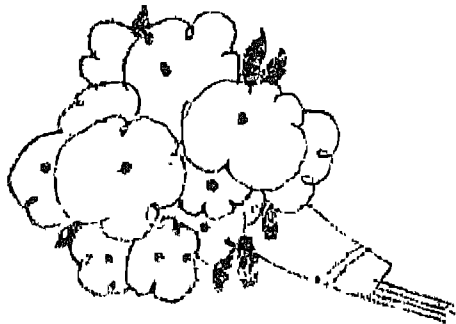
مولانا سید جمیل احمد صاحب جمیل سہسوانی شاعر دربار بھوپال کا خط

مولف کے نام

دوست کس دل سے لکھوں مگر اخوت اسلامی سب سے بڑی نسبت ہے
اس نسبت کے لحاظ سے ابتدا - السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپکا تحفہ نشاط سخن
عبد الغفار کے ذریعہ سے مجھے ملا۔ نفسانیت جو خاصہ بشری ہے اُس پر ریویو لکھنے کی
اجازت نہیں دیتی تھی مگر انصاف نے دامن پکڑا۔ اور کچھ نہ کچھ لکھنے پر مجبور کیا
حق کہے بغیر نہ رہونگا۔ جو دل میں ہے وہی زبان قلم سے نکلے گا۔ یہ تالیف آپ ہی کا
حصہ تھی کسی زبان میں اسکا نظیر مسموع و مشاہد نہیں۔ فجزاکم اللہ خیر الجزا۔ میں نے
جو کچھ اسپر خامہ فرسائی کی ہے انصافاً کی ہے۔ وہ دوسرے ورق پر ملاحظہ ہوگی۔ سینہ اپنا
تاریخ گوئی کی وجہ سے اگر کوئی لغزش ہو تو قابلِ معافی ہے۔ ہاں جناب یہ تو فرمایئے
آپ نے تسلیم مرحوم کو پیمبر اور مجھے اُستی جائز التقصیر کیوں تسلیم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے
ان بعض الظن اثم۔ اگر حقیقت حال آپکو معلوم ہوتی تو شوخی تحریر سے مجھکو معاف رکھکر

شاید برخلاف اُسکے اپنا قیاس قایم فرماتے۔ والسلام خیر السلام ماموں سید
عابد حسین صاحب عابد سے ملاقات ہو تو میرا سلام فرما دیجیئے گا۔

المکلف
سید جمیل احمد سہسوانی غفر اللہ

نشاط سخن کی تاریخیں

ھو اللہ الغنی الوسع

۱۳۳۶ھ

نازشِ جمالِ حُسن یہ نشاطِ سخن ، کیا خوب ہے بنی ٹھنی پاکیزہ اک دلہن

۱۳۳۶ھ ۲۶ ۱۳۳۶ھ ۱۳۳۶ھ

دو فقرے تاریخی اور ذہن میں آ گئے اُن کو بھی اور نیز ایک قطعہ تاریخ کو تقریظ رسالہ میں مناسب موقع پر اضافہ فرما دیجئے۔

ماشاءاللہ غزل کا ہر شعر دلنشین ہے۔ مدت میں یہ زبان گوش آشنا ہوئی دو شعر تو حصے کے ہیں۔ اچھا رنگ ہے۔ آپکا شاگرد عبدالغفار تسلیم عرض کرتا ہے اور محمد فاروق اختر کو سلام عرض کرتا ہے والسلام

سید جمیل احمد عفی عنہ

دونوں فقرے اور قطعہ درج ذیل ہے

مصلحین کی بامزہ اصلاح قابل تعریف ۱۳۴۶ — اصلاح کے مفید فوائد عمدہ مقاصد تالیف ۱۳۴۶

قطعہ

لاریب یہ ترنم ارباب ذوق ہے	مشاطۂ سخن ہے نئی چیز بامزہ
مضمون جمیل اسکے ہوں سب واہ خدا کا شکر	تقریظ لطف پاتا ہوں تازہ نیا مزہ

نوٹ:- پیارے محترم دوست حضرت جمیل کو تاریخ گوئی میں جو کمال حاصل ہے اسکا اندازہ ناظرین اُن کے دونوں خطوں سے کر سکتے ہیں۔ ایک مادہ تاریخ نکالنے میں جو زحمت ہوتی ہے وہ وہی حضرات سمجھ سکتے ہیں جن کو اس فن تاریخ سے مناسبت ہے۔ نہ کہ ہر فقرہ میں تاریخ۔ یہ اُن کے کمال تاریخ گوئی کی عینی شہادت ہے۔ العبد رؤف

مؤلف

سید جالب صاحب ایڈیٹر اخبار ہمدم لکھنؤ کے خطوط مؤلف کے نام

دفتر اخبار ہمدم - لکھنؤ - ۱۴ نومبر ۱۹۲۱ء دوشنبہ

مخدومی و مکرمی۔ تسلیم نیاز۔ چونکہ خان بہادر شمس العلما مولوی محمد یوسف صاحب جعفری رنجور عظیم آبادی سابق ہیڈ مولوی بورڈ آف اگزامینیشن کلکتہ جنھون نے قابل قدر تالیف و تصنیف کے علاوہ اعلیٰ طبقہ حکام مین زبان اردو کی اشاعت کر کے ملک و قوم کی بیش بہا خدمت سرانجام دی ہو حسن اتفاق سے ان دنون لکھنؤ تشریف لائے ہین لہذا یہان کے منتخب حضرات شعرا اور اپنے مخصوص کرمفرماؤن کو مولوی صاحب موصوف سے متعارف کرنے کی غرض سے زیر اہتمام خاکسار واقع دفتر ہمدم سالار مہاراجہ دربھنگہ سنگر آنجہانی نمبر ۱۳۲ ایبٹ روڈ متصل تالکٹورہ ہنڈولہ مین آیندہ یکشنبہ واقع ۲۰ ماہ نومبر ۱۹۲۱ء کو بعد از مغرب ایک مختصر بزم سخن منعقد ہونے والی ہی۔ خاکسار کو آنجناب کی دیرینہ عنایت سے توقع ہی کہ وقت مقررہ پر خاکسار کے قیام گاہ واقع دفتر ہمدم تک قدم رنجہ فرمائین اور مصرعہ طرح ذیل پر اپنے نتایج افکار گوہربار سے شرکائے بزم کو مستفیض فرمانے کے ساتھ مجھے منت پذیر بنائین سہ

شرکت بزم سے بڑھ جائیگی عزت میری ‏ ‏ ‏ ‏ میرے گھر آئین قدم آپکے قسمت میری

مصرع طرح ملا چاک گریبان اپنا آ کر جیب دامن سے۔ دامن، گلشن قافیہ سے ردیف

خاکسار

سید جالب دہلوی ایڈیٹر روزنامہ ہمدم لکھنؤ

دفتر ہمدم لکھنؤ ۔ ۲۹، دسمبر ۱۹۱۷ء

تسلیم بالتکریم ۔ مجھے تحفظ زبان اردو کے مسئلہ پر جناب سے کچھ گفتگو کرنا ہے اور بقدر امکان قطعے سے امداد کی امید ہے ۔ لہٰذا ملتجی ہوں کہ ۲ جنوری کے بعد کوئی دن معہ وقت مقرر فرمائیں کہ میں حاضر ہو کر اس مسئلہ پر مشورہ کروں ۔

امیدوار جواب نیازمند

سید جالب ایڈیٹر ہمدم

لفظ بوٹا کی تحقیق

تین مسلم الثبوت اساتذہ حضرت جلال و داغ کی تحریریں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شعرائے محقق و فضلائے زبان اردو کی خدمت میں التماس ہے کہ اس بارے میں اپنی رائے ظاہر کر کے مرہون منت فرمائیں کہ لفظ بوٹا بواؤ معروف کے کیا معنے ہیں اور عام اشجار پر اس لفظ کا اطلاق ہو سکتا ہے یا نہیں مثلاً آم کا بوٹا۔ املی کا بوٹا۔ تاڑ کا بوٹا وغیرہ اور دہلی و لکھنؤ میں اسکے معنوں میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔ فقط

خاکسار وصل بلگرامی

بوٹا اصل میں فارسی زبان کا لفظ بوتہ واؤ معروف اور تائے قرشت کے ساتھ ہے جسکے معنی چھوٹا درخت جو پست بلند نہ ہو اُسی کی تے کو تائے ہندی اور آخر کی ہائے مختفیہ کو الف سے تبدیل کر کے بوٹا لفظ ہندی بنا لیا ہے معنوں میں کوئی فرق نہیں اردو میں چھوٹے درخت کو بوٹا کہتے ہیں جیسا کہ جناب بحر مرحوم کے اس شعر میں توضیح کے ساتھ موجود ہے ؎

راستی چاہیے خوردی و بزرگی کیسی — بڑھ گیا سرو سے قدیار کا بوٹا ہو کر

اسی وجہ سے اکثر پھول کے درخت پر اس لفظ کا اطلاق ہو سکتا ہے جیسا کہ ناسخ مرحوم نے کہا ہے ؎

چمن کے کوئی گل کا بوٹا ہے تو — ستارہ دیا بن کے بوٹا ہے تو

اور تصغیر ہی کے لحاظ سے چھوٹے خوشنما قد کو بوٹا سا قد کہتے ہیں جیسے ناسخ مغفور ؎

گڑ گئے رنگ گلبن ترے بوٹا سا قد کو دیکھکر — تھا کہت گل میں جو زر گویا وہ فتنہ ہو گیا

اور سبزہ بلحاظ خُردی پودے کو بھی کہہ سکتے ہیں جیسا کہ بحر مرحوم کے اس شعر سے مترشح ہوتا ہے ؎

بیل زلفوں کی چلی قامت کا بوٹا بڑھ گیا — سیر کے قابل ہے اب باغ جوانی یار کا

اور گل برگ وغیرہ کی تصویر کو بھی بوٹا کہتے ہیں جو کسی چیز پہ بنی یا چھپی ہو جیسے بحر مرحوم کے اس شعر میں ؎

بوٹی نہ چھینٹ کی ہے نہ بوٹا ہے شال کا — اپنی بہار خاک دکھائیں غریب لوگ

انھیں مضمونوں میں با رعایت معنی مذکورہ بالا اس شعر میں فرماتے ہیں ؎

عجب بہار ہے بیلوں کی اور بوٹوں کی — یہی وہ وقت ہے سیر چمن کیا خوب

رنگیں کفن بھی پہنا ہے رنگیں مزاج تھا — نیچے کفن کے بیل ہے اوپر کفن کے پھول

اب رہا یہ سوال کہ ہر درخت کو چاہے کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو بوٹا کہہ سکتے ہیں یا نہیں مثلاً آم کا بوٹا۔ املی کا بوٹا۔ تاڑ کا بوٹا وغیرہ ایسا نہ تو اصل فارسی بوتہ کے معنی سے مفہوم ہوتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور نہ محاورہ اردو میں فصحائے لکھنؤ کی زبان سے سُنا نہ اُن کے کلام میں نظر سے گزرا۔ دہلی کے قدمائے محققین کے کلام میں بھی یہاں تک دیکھنے کا اتفاق ہوا سوا معانی مذکورہ کے ان معنوں میں ہونے کا خیال نہیں۔ میرے نزدیک تو کسی بہت بڑے درخت کو بوٹا نہ کہنا چاہیے فقط واللہ اعلم۔

خادم الشعرا
محمد محمود قمر لکھنوی

بوٹا کا اطلاق محض درخت گل یعنے گلبن پر کیا جاتا ہے اور کسی درخت کو نہین کہہ سکتے -

جلال لکھنوی

بوٹا چھوٹے خوبصورت درخت کو جو خلقت مین چھوٹا ہو یعنے پودے کو کہتے ہین اور گلبن کو بھی کہتے ہین - آم کا بوٹا، تاڑ کا بوٹا، املی کا بوٹا مین نہین جانتا - متوسط موزون اور خوبصورت قد کو بوٹا سا قد کہتے ہین -

فصیح الملک داغ دہلوی

جناب مولینا الطاف حسین حالی کا خط

جناب قاضی محمد خلیل صاحب جیراجپوری بریلوی کے نام

پانی پت - ۲ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء

جناب قاضی صاحب مخدوم و مکرم دام مجدکم - تسلیم - امید ہو کہ جناب مع الخیر بریلی پہونچگئے ہونگے - باعث تصدیع یہ ہو کہ جس عزیز کے علاج کے واسطے خاکسار بریلی حاضر ہوا تھا وہ بدستور علیل ہو اسکے لیے بزمانہ قیام بریلی بندہ جناب شاہ معین الدین صاحب عرف ننھے میاں خان صاحب کی خدمت میں جو حضرت مولینا نیاز احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں حاضر ہوا تھا - جناب ممدوح نے برکمال شفقت عزیز مذکور کے واسطے ایک دوا بتائی تھی جسکا نام آسرول ہو اور عظیم آباد کے اطراف میں دستیاب ہوتی ہو اور یہ فرمایا تھا کہ یہ دوا جنون اور نیز مرگی کے واسطے نہایت مجرب ہو چنانچہ وہ دوا میرے ایک معزز دوست نے جو عظیم آباد کے رئیس ہیں بہت تجسس و تلاش سے بہم پہنچا کر بہت دن ہوئے میرے پاس بھیجدی تھی مگر اب تک اسکا استعمال نہیں ہوا تھا - چونکہ مرض بدستور چلا جاتا ہے اسلیے ارادہ ہو کہ جناب ممدوح کے ارشاد کے موافق اسکا استعمال شروع کرایا جائے - آسرول کے استعمال کی جو ترکیب جناب ممدوح نے لکھوائی تھی وہ میرے پاس ہو - جو بہت مگر چند باتیں دریافت طلب ہیں - اسمیں لکھا ہو کہ پانچ خوراکیں پلائی جائیں اور ہر دوسری خوراک پہلی خوراک سے دو دو دن بعد دیجائے - اسمیں یہ شبہ رہتا ہے کہ تیسرے روز دی جائے یا چوتھے روز دوسرے یہ کہ آسرول ویسا ہی مرچوں کے ساتھ

کتنا پانی پلایا جائے اور تیسرے کھانے مین کسی چیز کا پرہیز ہے یا نہین اور ہو تو کتنے دنون تک پرہیز کرنا چاہیے چوتھے یہ کہ مریض کو یہ خیال ہو کہ اسکے استعمال سے کوئی سخت حالت یا تکلیف نہ پیدا ہو جائے۔ اگر کوئی حالت ایسی پیش آوے تو کچھ ہونیکا اندیشہ تو نہین ہو۔ پانچوین یہ کہ دوا جنون اور مرگی دونون کے واسطے ہے یا صرف جنون کے لیے ہے۔ مریض کا حال یہ ہو کہ جب دورہ ہوتا ہو تو ایک سخت آواز نکلتی ہو اگر کوئی سنبھالے نہین تو فوراً بیہوش ہو کر گر پڑتا ہے جھاگ وغیرہ کچھ منھ سے نہین نکلتا۔ البتہ ہاتھ پاؤن مین تشنج دیر تک رہتا ہے اور اکثر دورہ کے بعد دیر تک بیخبر پڑا رہتا ہو۔ معلوم ہوتا ہو کہ بیخبر پڑا رہتا ہے۔

جنون کا یہ عالم ہو کہ کوئی بات اپنے مزاج اور خواہش کے خلاف نہین سننا چاہتا اکثر ذرا ذرا سی بات پر ناراض ہو کر گھر سے نکل جاتا ہو اور سخت سردی یا سخت دھوپ مین کپڑے اُتار کر پھینک دیتا ہو۔ تین تین چار چار وقت کھانا نہین کھاتا ہو۔ پاکی اور ناپاکی کا خیال جنون کے درجہ تک پہونچ گیا ہو۔ بات بات مین توہم۔ شک اور ہر ایک بات کے لیے بے انتہا اضطراب اور جلدی کرتا ہو۔ کپڑے اور جوتے وغیرہ بے ضرورت بنوا کر رکھتا ہو اور پہنتا نہین اسی طرح کی اور باتین ہین جن سے خلل دماغ معلوم ہوتا ہو۔ آپکی خدمت مین التماس ہو کہ اس تحریر کو کسی ذریعہ سے حضرت شاہ صاحب کے ملاحظہ سے گذران کر جو جواب وہ عنایت فرمائین ازراہ عنایت بہت جلد آپ لکھوا کر بھیج دیں مین نہایت ہی ممنون ہونگا۔

خاکسار

الطاف حسین حالی

سید حافظ حسین صبا الہ آبادی کے خطوط

مولف کے نام

پیارے صفدر - سلام شوق - تمھاری شکایت بجا سر آنکھوں پر
پیارے صبا مرحوم کی خبر انتقال اخبار دن میں کر کے ایسے غائب ہوئے کہ اب
نظر آئے ہو - تم نے صبا کا جنازہ بھی نہ اُٹھایا پھول میں بھی نہ شریک ہوئے حالانکہ وہ
شیفتہ گل رخسار حسینان تھے اور تم قدیم رازدار - اسلئے تمھیں ایسا تغافل سزاوار
نہ تھا - ہم بھی قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے ہیں کیا اُمید تم سے کی جاسکتی ہے - لہٰذا
زندگی کے پر لطف باتوں تک شاید آپ کا ساتھ ہو مرنے کے بعد بھول کر بھی فاتحہ
سے بھی نہ یاد کروگے بقول ریاض ؎

لحد پہ آئے لگا کیوں پھینکتا کوئی — بیٹھے ہوؤں کا کسیکو خیال کیا ہوگا

ہماری موت زندگی کیا ایک شخص ناکارہ - تم جم جیو - اردو علم ادب پر
تم احسان عظیم کر رہے ہو - مرقع ادب تمھاری لیاقت کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے حصہ دوم
انشاء اللہ بیحد دلچسپ ہوگا - قدردانی سے دلمیں شوق اور طبیعت میں اُمنگ پیدا
ہوتی ہے - جسکا صلہ ملک کے ہر گوشہ سے تکو مل رہا ہے - مولینا شرر کی تنقید قابل جواب
ہے جو کچھ مولینا نے مرقع ادب کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے وہ تمھارے
لیے باعث فخر ہے ؎

خدا کے فضل سے یوسف جمال کہلائے
اب اور چاہتے کیا ہو پیری ہو جائے

تم اگر مجھ تک پہنچ جاؤ تو زمانے اور مردانے خطوط کا ڈھیر لگا دوں جج صاحب بیلہ تحصیلدار
بھائی صاحب مرحوم میرا اور نذر آپ کے صد ہا خطوط ہیں ان میں بیشتر نہایت مفید اور پُر لطف
بغیر تمہارے آئے ہوئے ایک خط بھی نہ دوں گا۔ تمہارا بیحد مشتاق ہوں لکھنؤ سے ہمیر پور بہت
قریب ہے تم باآسانی آسکتے ہو لہذا ضرور آؤ ضرور آؤ ریل مودہا تک جاری ہو گئی۔ سفر میں اب
زحمت کسی قسم کی نہیں ہے میں اپنے مصائب کا اظہار فضول سمجھتا ہوں تین ماہ نائب تحصیلدار
تعلقہ دی رہا اپریل مئی جون شدید گرمی کی گرمیاں، دیہات کا دورہ، دھوپ کی شدت
موت کا ذائقہ زبان پر آ گیا۔ اب راحت و لطف کا دور شروع ہوا تھا کہ پھر یکم اگست سے
نائب تحصیلدار ہمیر پور خاص ہو گیا۔ مالگذاری باقی پڑی ہوئی ہے دیکھوں کیا حشر ہوتا ہے
مرقع ادب کے متعلق میں اپنے خیالات حقیقتاً ظاہر نہ کر سکا۔ میرے خیالات کا تعلق تمہاری
ذات تک محدود رہے تو خیر وہ اس قابل نہیں کہ قصیدوں کے ذیل میں اس کو جگہ دی جائے
اور میں مولانا اسٹر و عظمیٰ سے مشہور انشا پردازوں کے پہلو بہ پہلو نظر آؤں یہ بے ادبی مجھ سے
نہ ہو گی یہ وعدہ کرو کہ تم شایع نہ کرو گے تو لکھوں۔

میرے دوست مسٹر والا قدر صدر تعلقوں کو جنکو مذاق سخن اعلیٰ درجہ کا ہے حُسنِ اتفاق
سے دورہ میں ایک مقام پر مل گئے جس زمانے میں مرقع ادب ہر وقت میرے پیش نظر رہتا تھا
یا پہلو میں کسی شوخ حسین کی طرح اسکی جگہ تھی انکو دیکھ کر وہ بعد مخطوظ و مسرور ہوئے
اور قلم برداشتہ انھوں نے اظہار خیالات کیا اسکو دیکھ کر تم نہایت خوش ہو گے اسکو دیکھا ہو
تو یہ سب پیش کش کیا جاوے تاریخ اور وقت آمد مجھ سے دریافت کر دیکھو نہ آئے تو اچھا
نہ ہو گا۔ سہ میں بلاتا تو ہوں اُسکو مگر اے جذبۂ دل ؎ اس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

سید حافظ حسین
ہمیر پور ۲۹ اگست [illegible]

پیارے صفدر - پیارے تمہاری ضیافت طبع کے خیال سے مرقع ادب کی
تنقید اتفاقاً ایسے موقع سے روانہ کی گئی تھی کہ افطار کا لطف دوبالا ہو۔ لکھنؤ کی مشہور
اور پرلطف افطاری کے ساتھ غذائے روحی کا بھی سامان ہو۔ قفلی اور برف اکوزۂ نبات
اور شربت قند سے اگر حرارت خارجی کم نہ ہو تو مرقع ادب کی تنقید لطیف سے دل ٹھنڈا ہو جائے گا
اور بارہ بنکی ککڑیوں سے اگر مجنوں کی پسلیوں اور لیلیٰ کی انگلیوں کی یاد تازہ ہو رہی ہو
تو نقاد کے بلند خیالات سے غالب کی روح پیش نظر ہو جائے۔ سنگترہ کی قاشوں کے
ذائقہ سے اگر زبان لطف نا آشنا ہو رہی ہو تو نقاد کے حسین اور دل آویز فقرے کسی
مہوش کا سیب زنخدان پیش کش کر دیں۔

ہم نے تمہارے مذاق شاعرانہ کے لحاظ سے ایسے پاکیزہ اور لطیف خیال کو دل میں
جگہ دے رکھی تھی اور امید تھی کہ تم اُن نکات کو سمجھ کر کمال محظوظ ہو گے۔ کیا خبر تھی کہ بنارس کا
وقت افطار ٹل جائیگا۔ روزہ گندہ اور مکروہ ہو جائیگا اور برادر صفدر شاکی ہوں گے۔
بھائی جان روزہ وقت پر خود کھل جاتا ہے۔ لکھنؤ میں رہ کر مسائل افطار سے ناواقف ہونا
تعجب انگیز ہے۔

دولت کدہ مشرف الا قدر پر تمہارا نیازمند مقیم ہے۔ کیا لطف سے بسر ہو رہی ہے
علمی مشاغل و مباحث میں زیادہ وقت کٹتا ہے۔ تمہارا نامۂ محبت مکرمی والا قدر صاحب کی
موجودگی میں صادر ہوا۔ نہایت ذوق و شوق سے وہ پڑھا گیا۔ اشعار پر جب نوبت پہونچی
کلیجہ تھام تھام لیا۔ دل اسقدر ضعیف ہو گیا ہے کہ وہ ایسے دردناک اور چھیلے اشعار
سننے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس شعر کو پڑھکر دلکو بیحد تکلیف پہونچی۔ ؎

ہمارے سینے سے کیا یاس ہو گئی انکو　　اٹھا کے نبض سے کیوں اپنا ہاتھ رکھ لیا دلپر

خدا جانے کیا کیا منظر پیش نظر ہو گئے۔ صفدر رضا کے لئے ایسے شعر نہ کہا کرو۔ تمام رات کروٹیں لیتے رہے۔ کسی کا تم تازہ ہو گیا۔ بخدا تمام غزل مرصع ہے اور مقطع تو ہمیشہ یاد رہے گا۔ میں لکھنؤ کیسے آسکتا ہوں۔ قائم مقامی کا زمانہ۔ مقام غیر میں جنبش نہیں کر سکتا۔ فی الجملہ تم آزاد ہو۔ اس لئے تمہیں کو یہ تکلیف گوارا کرنی چاہیئے۔ پتہ کیا دریافت کرتے ہو۔ مسٹر والاقدر صدر قانون گو ہمیرپور۔

سید حافظ حسین

۱۷ اگست ۱۹۱۵ء

پیارے صفدر۔ پیار۔ سلام شوق بصد ذوق۔ نامہ محبت کہوں یا پیرایۂ یوسف (معاف کرنا) نظر پڑتے ہی فوارۂ نور آنکھوں سے جاری ہوا۔ دل و دماغ روشن ہو گئے۔ وفور انبساط سے شیروانی جسم پر تنگ ہو گئی۔ چٹ چٹ دو بٹن ٹوٹ گئے۔ اہلیہ گھبرا گئی۔ بچے ہنس پڑے۔ قلب کی عجیب کیفیت ہوئی۔ اسکی حرکت اعتدال سے زیادہ بڑھ گئی اور چند ساعت کے لئے میں دوسرے عالم میں جا پہونچا۔ تمام کوائف گذشتہ موجود فی الذہن اور میرے خیال نے اُس انجمن کی تصویر پیش نظر کر دی جسکو مدت ہوئی چرخ گردون درہم و برہم کر چکا تھا۔ صدقے اس انجمن اور نثار اس انجمن آرا کے۔

دل میں ایک درد اٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے
بیٹھے بیٹھے ہمیں کیا جانئے کیا یاد آیا

پیارے صبا کی ہفت رنگ طبیعت کی جولانی۔ خان مرحوم کی تان سین سے بڑھی ہوئی سگے بازی۔ حزیں برادر ان مرحوم کی خوش طبعی و ظرافت۔ گھٹیا کے اُلو داستان کے بہترا داستان پنچ میں ...... ارے

صبا کی رنگین بیانی۔ بیساختگی۔ برجستگی۔ خوش آوازی۔ کس کس بات کو یاد کر دوں ہائے مرحوم نے آخر خط میں لکھا تھا کہ منیر کالبد کے دفتِ محبت کا ایک جزو اعتدال سے زیادہ عطا کیا گیا ہے۔ اسی ارزش کا ممنون ہوں جس نے میری تحریر کو آپ کے دل میں پُر اثر بنا رکھا ہے۔ اسی جذبہ کی ایک قطرہ اشکباری نے میرے سینہ میں آگ لگا رکھی ہے اکثر اوقات دھواں اُٹھنے لگتا ہے جس سے دم گھٹ گھٹ کر رہ جاتا ہے۔ باوجود مُرورِ زمانہ متعدد لہ اب تک یہ کیفیت ہے "حیف صد حیف ایسے زندہ دل احباب چل بسیں اور حافظ زندہ رہے بقول اکبر الہ آبادی ؎

ہم نشین اُٹھ گئے اس بزم سے تم بھی اکبر ..... باندھو اب جلد کمر

نہ وہ جلسے ہی رہے اور نہ وہ صورت ہی رہی ..... کیا ہے جینے کا مزا

احباب کا کافی ماتم کر چکا۔ ثواب فاتحہ سے اُنکی روحوں کو شاد کر کے اب جواب نامہ لکھتا ہوں۔ لیکن دل نہایت مکدر ہے اور سینہ سے برابر آہ نکل رہی ہے۔ حلقہ غم میں آپ تک سر بزانو بیٹھا ہوں۔

پیارے صفدر۔ تبدیل لکھنؤ میں ۲۲ سال ہو گئے۔ نہ زبان پہ قدرت رہی نہ کسی قسم کا مذاق باقی رہا۔ بخدا مُردہ سے بدتر ہوں زندہ درگور سمجھنا بالکل بجا ہوگا کسی قسم کا حس باقی نہیں شدید انتظار موت ہے۔ عروس مرگ شربت وصال سے دیکھئے کب ہمشاد کام کرتی ہے۔ اُف! افسوس ہمکو اور تمکو پیارے کہنے اور لکھنے والا اب کوئی باقی نہیں رہا۔ مجھ لنے دوستوں میں ایک لنگوٹیا یار تم باقی ہو۔ خدا تمہاری عمر دراز کرے۔ اور بے تکلف جسکو پیارے کہہ سکتا ہوں اور لکھ سکتا ہوں لیکن جیسا معلوم ہوتی ہے۔ بوڑھے چونچلے جنازے کے ساتھ یہ حرکت بھی

عجیب ہے۔ بال تمام سر اور داڑھی مونچھ کے سفید ہو گئے۔ دو داڑھین گر گئین۔ اُن مین ایک عقل داڑھ تھی۔ سامنے کے دو دانت ہل رہے ہین اُن کی بھی زندگی دو ماہ سے زیادہ نظر نہین آتی۔ تم اگر بیا ہے لکھو گے تو لوگ کیا کہین گے جو جس کا جی چاہے کہے اب اسکا کیا غم ہو حافظ صفدر کو پیارے صفدر کہے گا اور لکھے گا۔ دنیا ہے جو جس کا جی چاہے سمجھے۔ مین جانتا ہون تمہاری حالت مجھ سے زیادہ خراب ہو گئی ہے۔

پیارے صفدر تم مجھکو اخبار اور رسالون مین اکثر نظر آجاتے ہو لیکن مین کسی شکل مین تمکو دکھائی نہین دیتا۔ افسوس بخدا انڈکس مین صفدر کا نام نظر آیا اور دل لوٹ گیا۔ سب سے پہلے نگاہون نے تمہین اور تمہاری غزل کو ڈھونڈھ نکالا۔ اور جھوم جھوم کر شعر پڑھنا شروع کر دیا۔ واللہ عجیب ذوق و شوق سے تمہارا کلام پڑھتا ہون جو حالت قلب کی ہوتی ہے۔ اُسکا اظہار لفظون مین ناممکن ہے۔ اکثر شعرون پر سر دھنتا ہون اور مہینون وہ لوگ زبان رہتے ہین ہر صحبت مین تمہارا ذکر ہر موقع پر تمہارا تذکرہ اور تمہارے شعرون سے لطف غرضکہ حافظ کے دل سے تمہاری یاد اس وقت تک نہین گئی۔ ماشاء اللہ اب تم نہایت بلند پایہ شاعر ہو گئے ہو لکھنؤ کے قیام اور وہان کی صحبتون سے تمہاری شاعری مین چار چاند لگ گئے اور تم ترقی کے اُس زینہ پر پہنچے۔ جہان تمہارے پہونچنے کا خیال بھی نہ تھا۔ اساتذہ کی غزلون مین بھی عام طور سے دو چار شعر اچھے ہوتے ہین۔ ظالم تیری غزل مرصع ہوتی ہے اللّٰھم زد فزد

صفدر مرزاپوری نے ہندوستان مین کافی شہرت حاصل کر لی ہے۔ ماشاء اللہ ہندوستان کے مشاہیر شعرا کی صف اول مین پیارے صفدر کی بھی کرسی ہے حاجت کے مشاعرے کی غزل بھولنے کی چیز نہین یون تو ساری غزل مرصع ہے۔ مگر یہ شعر حافظ

کے دل سے کبھی محو نہیں ہو سکتا ؎ محبت ہر بُری شئے درکیون جاؤ ہین دیکھو
ہمین نے بارہا سر رکھدیا ہے چاہ دشمن پر

بھائی۔ زمانہ قدر دانون سے ہمیشہ خالی رہا۔ اردو کے شعرا اگر خوش حال زندگی بسر کرتے ہوتے اگر انکو انکی محنت کا معاوضہ ملتا ہوتا تو اردو کی شاعری ہر زبان کی شاعری سے فوق لیجاتی اور صفدر کو زمانہ کی ناقدردانی کا گلہ نہ ہوتا اور صفدر گونڈہ ایسے کورافتہ مقام پر ہوش پر اپنی قیمتی زندگی نہ خراب کرتے تاریخ شاعری شاہد عینی ہو۔ آب حیات جسکی زندہ مثال موجود ہے۔ خیال کرو شعر مندرجہ ذیل کس مرتبہ کے شاعر کا ہے سُن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین۔ اور دل ہل جاتا ہے ؎

نہ چھیڑ اے نکہتِ باد بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹکھیلیان سوجھی ہین ہم بیزار بیٹھے ہین

تمہارے حالات مصائب کسی کسی سے سُنے ہین تفصیل سے بیخبر ہون۔ یون سُنا تھا کہ کوٹھے سے گر سے ہو سمجھا کہ بام دلآرام ہوگا توت کی وجہ سے کود پڑے ہوگے یا کسی رقیب روسیاہ نے ڈھکیل دیا ہوگا معمولی چوٹ آگئی ہوگی مین نے نہین سُنا کہ تمہارا انگوٹھا کاٹ ڈالا گیا۔ تم نے یہ نہ لکھا کہ ایسا کیون ہوا خیر اسکا جو سبب بھی ہو۔ روحی صدمہ ہوا۔ صفدر۔ معاف کرنا۔ شان خط مین ذرہ برابر فرق نہین آیا وہی جھپک وار روش تحریر آنکھونکو نور آگین کرنے والی ہو تمہارے حالات مجھے یہان تک معلوم ہین کہ تم حاکم خزانہ لکھنؤ کے اجلاس مین اہلمد فوجداری تھے اور شاید تمہین نے مجھے یہ لکھا تھا غالباً اسی انگوٹھے کے قصے مین اہلمدی بھی رخصت ہو گئی۔ اب تمہارے کئے بچے ہین۔ بیوی کہان ہے تفصیلی حالات لکھو مین تمہین اپنے حالات زندگی لکھکر کیا معلوم کرون ؎

افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را - کیا حاصل بہر حال تمہیں واقف کرنے کے لئے مختصر لکھتا ہون
غالب تم نے سنا ہوگا کہ بھائی صاحب اور جج صاحب کا انتقال ہوگیا بہن کا انتقال
پہلے ہوچکا تھا بھائی صاحب کی لڑکی کے شوہر مرزا مظفر حسین سب انسپکٹر کا لکھنؤ
مین حرکت قلب بند ہوجانے کی وجہ سے دفعتاً انتقال ہوگیا۔ بھائی صاحب کی بیوہ
لڑکی مع دو بچوں کے موجود ہے دو لڑکیاں ہین دونون قابل شادی ہین - بھاوج
صاحبہ موجود ہین - ان پے در پے حوادث نے مجھے کسی کام کا نہ رکھا ۔

زندگی زندہ دلی کا ہے نام   مردہ دل خاک جیا کرتے ہین

تمام خاندان کا بار عظیم حافظ کی ذات واحد پر پڑ گیا - گردن دوتا ہوگئی - تمہین معلوم
تھا کہ خاندان مین سب سے خورد مین تھا یا اسوقت بزرگ خاندان ہون اور اسوجہ
سے محزون آزردہ پریشانی بنا رہتا ہون میری تنخواہ یا آمدنی کافی نہین ہوتی پریشان
رہتا ہون زمانہ پنشن قریب ہے مسائل تخفیف کی وجہ سے روح لرزان رہتی ہے
اندیشہ تخفیف حد سے زیادہ پریشان کن ہے - آیندہ زندگی خدا جانے کیسے بسر ہو
میرے پانچ بچے ہین - عارف حسین پہلی بیوی سے ہے وہ جبلپور مین ای آئی ریلوے
مین ملازم ہے - اس سے چھوٹا لڑکا آصف حسین وہ الہ آباد مین پڑھتا ہے - امسال
انٹرنس کا امتحان دیگا ۱۸ سال کی عمر ہے ماشاءاللہ خوب پڑھتا ہے - مصارف
تعلیم نے اور دیوالہ نکالدیا ہے دو لڑکے چھوٹے ہین - واصف حسین کی عمر ۱۴ سال
آصف حسین کی عمر ۱۳ سال کی ہے ایک لڑکی حافظہ خاتون عمر ۱۱ سال ہے اسکی
بلوغیت اور مکلف ہے - کچھ سامان شادی ابھی تک بہم نہ ہوسکا بہر حال توکلت علی اللہ
اب درد دکھ کی کہانی چھوڑ کر دوسری جانب متوجہ ہوتا ہون -

سیاسی مشاعرے اس تحصیل میں بھی ہوئے پہلی طرح یہ تھی

۶ - اسے لوگ دشمن ہے امن و امان کا"

حکماً ہر ایک تحصیل کو کہنا پڑا میں نے بھی جھک مارا ؎

منایا ہے تو کون کو سب نے برادر　　ملایا ہے رشتہ کہاں کہاں کا

آئین بائیں شائیں بک کر نجات حاصل کی مگر ستم یہ ہوا کہ محمد علی خان صاحب انسپکٹر المتخلص بہ آزاد شاگرد داغ مرحوم اور علی اختر صاحب نائب تحصیلدار نے سیاسی رنگ کو چھوڑ کر اصلی رنگ میں مشاعرے شروع کر دئے تحصیل کے چپراسی پولیس کے کانسٹبل گردن پر سوار ہیں کشاں کشاں مشاعرہ میں لئے جاتے ہیں عجیب مصیبت میں جان تھی نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن عجیب بلا میں پھنس گیا اور وہ گھسیٹ گھسیٹ کر شاعر بن گیا مگر خیال کرو کہ جس شخص کو شباب اور عنفوان شباب میں بادجود ہر قسم کے سامان شاعری موجود ہونے کے ذوق و شوق پیدا نہیں ہوا وہ اس بڑھاپے میں کیسے شاعر ہو سکتا ہے بوڑھے طوطے کہیں پڑھتے ہیں لیکن میں کچھ کرنے لگا ہوں میں نے اپنی کمزوریوں پر نظر کرتے ہوئے کسی کو غزل دکھانے کی جرأت نہیں کی۔ چاہتا تھا کسی ایسے دوست کو غزل دکھاؤں جو میری کم مائگی اور ہیچ مدانی سے واقف ہو بھائی مظفر حسین قمر الہ آبادی کو میں نے منتخب کیا اور ایک غزل اصلاح کے لئے میں نے بھیجی انھوں نے وہ غزل نواب جعفر علی خان صاحب اثر لکھنوی کو دکھلائی جو الہ آباد میں ڈپٹی کلکٹر ہیں ممدوح نے زیور اصلاح سے اسکو آراستہ کر دیا اور بھائی صاحب نے واپس فرمائی اور بجد اصرار کے ساتھ تاکید کی کہ آئندہ غزل اثر صاحب کے حضور میں روانہ کرو مجھے یہ روپیہ نہ آیا ذوق سخن مجھے ہمیشہ سے ملا تم جانتے ہو کہ مجھے اپنی بادہ کہ لی

اور لغویات سے ایسے بڑے شخص کو باخبر کرنے کی کسی طرح ہمت نہ ہوئی۔ مین اپنے عزیز دوست سے مشورہ اور اصلاح چاہتا ہون اسی خلجان مین مبتلا تھا کہ تمہارا نامۂ محبت صادر ہوا اور سارا خیال کھنچکر تمہاری طرف جا پہونچا اب تم اس زحمت کو گوارا کر دو اور ایک بار کر اصلاح دو۔ وہ غزل بھی بھیجتا ہون جسکی اصلاح اثر صاحب نے فرمائی ہے کچھ شک نہین کہ بیشل اصلاح ہے۔ اور مین دل سے اس اصلاح کو پسند کرتا ہون لیکن مین اپ کو شاعر نہین سمجھتا اسلئے بصیغۂ راز اپنے عزیز اور بے تکلف دوست سے صرف اصلاح چاہتا ہون جسکے لئے تم سے بہتر شخص نگاہ مین نہین ہے تم پردہ پوشی کر سکتے ہو لہذا چند غزلین ارسال ہین اپنی رائے سے اطلاع دو۔ والسلام

اسی مشاعرہ کے بعد سے یہان برابر مشاعرے ہوتے ہین۔ زبردستی مین بھی شاعر بنا دیا گیا ہون آٹھ دس مشاعرون مین شریک ہوچکا ہون اب مجھے بھی کچھ دلچسپی سی ہوگئی ہے۔ قصد ہے کہ آیندہ سے اپنی غزل بنظر اصلاح بھیجا کرون بشرطیکہ جناب کو زحمت نہ ہو اس مرتبہ چند غزل بھیجتا ہون۔

سید حافظ حسین

یکم جولائی سنہ ۱۹۲۳ء

پیارے صفدر۔ پیار۔ یہ روان فقرہ بیساختہ زبان قلم سے نکل گیا۔ کہان استاد کہان یہ پیار۔ توبہ توبہ بظاہر کچھ ہرج نہین معلوم ہوتا اگر استاد کی دُم کا پر آیا ہو تو انکال کر یہ لفظ بڑھا دیا جائے اور اگر ہم اپنے دوست قدیم کو پیارے استاد لکھین تو کیا اسمین قباحت لازم آویگی۔ ہمارے پرانے راز و نیاز بھی قائم رہینگے اور شاگردی استادی کا طرۂ امتیاز بھی ہاتھ سے نہ جانے پائے گا۔ لطف مین ہمارے تمہارے

کمی نہ ہوگی، کہین لطف کہین چھیڑ، کہین مذاق کہین پھبتی ہو موقع ادب جہان سا ہے
موٴدب دوزانو بیٹھے نظر آئینگے غرضکہ ہر دو طریقے لطف سے خالی نہین ہین اور مذاق
کا پہلو بھی ہاتھ سے نہ جانے پائیگا۔ کیون استاد کیسی کہی (ہاتھ ملا ڈیالی و والا) بازاری جملہ
ماشاء اللہ کیا شاگرد ہے ۱۵ ۴ سال کا بڈھا کہوسٹ شعر و سخن کا بڑھاپے مین
شوق سخت زحمت تمکو ہوگی، اُسپر طرہ اصلاح ایسی نہین ایسی ہو۔

۶۔ "برین عقل و دانش بباید گریست"

کیون صفدر۔ اگر تمہارے ساتھ ساتھ میری شاعری نے بھی نشو و نما پایا ہوتا تو کیا
مین ایسا ہی کورا ہوتا جیسا آج ہون، اسی لیے تم تم تم! استادی کے لیے تجویز کیے گیے
ہو کہ نکتہ چینی سے محفوظ رہون اور استاد کو بے تکلف تم اور تو جو جی چاہے لکھو۔
خط اور غزل اصلاح شدہ پہونچی، دونون کا علیحدہ علیحدہ شکریہ قبول کرو
ہونے سے کے تم نے میری قابلیت کا اندازہ نہین کیا۔ میرا کوئی مضمون کسی
رسالہ مین تم نے دیکھا ہے جو مجھ سے مضمون کے خواہان ہو۔

اصلاح فی الجملہ غنیمت ہے۔ لیکن مجھے زیادہ پسند نہین ہے۔ میرے شعرون کو
تم نے تبدیل کر دیا ہے رد و بدل الفاظ سے تم نے شعر کا پایہ تو بلند کیا مگر
کہدیا۔ بعض بعض اصلاحین مجھے بہت پسند آئین۔

تمہارا اصلاح شدہ شعر یہ ہے میرا شعر تھا۔
چمن مین پھول لاکھون ہین مگر تشبیہ کیا ان سے
ترے رخسار کو جانان ہو نسبت کیا گل تر سے

تمہارا اصلاح شدہ شعر یہ ہے۔

چمن میں پھول لاکھوں ہیں مگر تشبیہ کیا دینا ‏ ‏ ‏ ‏ گل رخسار جانان کو ہو نسبت کیا گل تر سے

یہ پاکیزہ اصلاح ہے صرف دو لفظوں کے ردّ و بدل سے شعر کہاں پہونچ گیا۔ میرے مطلب کو پیارے استاد تم سمجھے۔ میرے مفہوم کو احمق استاد تم نے جانا۔ یون دو اصلاح جناب استاد صاحب قبلہ۔

مشاعرہ میں میں نے غزل پڑھی۔ اینجانب کی دھوم تھی۔ حیرت سے میرا منھ لوگ تکتے تھے۔ یار پڑھا نہیں آتا چھپتا ہوں۔ حبیب دور رہنے کی کیا تدبیر ہے کوئی نسخہ عنایت ہو۔

سید حافظ حسین

۱۷ جولائی ۱۹۲۳ء

پیارے مقتدر۔ سلام شوق بعد ذوق۔ تم نے اپنے نیاز مند قدیم کی کم مائگی اور ہیچمدانی کو غلبۂ محبت میں بالکل نظر انداز کر دیا۔ اسکو ایسی خدمت پر مامور کیا جس کا وہ کسی طرح اہل نہیں ہے۔ تم میرے لنگوٹیا یار ہو کر ایسی ناواقفیت اور نادانی کا اظہار کرو سخت تعجب ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے تم میرے علمی مذاق اور جوہر ذاتی سے ناآشنائے محض ہو یا تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہو۔ جہاں تک میں خیال کرتا ہوں علمی صحبتوں میں میرا تمہارا ساتھ نہیں رہا۔ صرف لطف کی صحبتوں تک میرے مذاق میں تم شریک رہے وہ کامیاب تجلیتیں تمہیں اب تک یاد ہیں (میری وہ خوش بیانی اظرافیانہ حرکتیں پیٹ میں بل ڈالدینے والی سبھی تم اب تک نہیں بھولے) (اتنی تو بعض خوبی فرمائے میں) پیارے مقتدر اب انکو بھول جاؤ ع "اک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے" وہ زمانہ اور طباعی محض جوش شباب کے اثر سے تھی۔ اور وہ حرکت بالکل نیچرل تھی

موجودہ حالت سے اُسکا مقابلہ ہرگز نہین ہوسکتا نہ وہ جوش وجذبات ہین نہ وہ دل ہے نہ وہ طبیعت ہے اور نہ وہ صحبت ہے نہ وہ ہم ہین

۶- "دیا داُس ویرانہ کی آتی ہے آبادی مجھے"

مین نے تمکو بارہا لکھا ہو کہ ذوق شاعری اگر ابتدائی عمر سے مجھے ہوتا تو نہایت اچھے مواقع شاعری کے فروغ کے تھے اکبرالہ آبادی جس کا عزیز قریب منشی باقر حسین ذبیح جسکا برادر حقیقی اور وہ ایسا جاہل کندہ ناتراش ہو مجھے زیادہ محجوب و شرمسار نہ کرو میری موجودہ قابلیت مجھے نہایت نادم اور شرمندہ کرتی ہے، تمہاری اور میری حالت کا مقابلہ نہین ہوسکتا مین ملازمت کے جال مین پھنس گیا اور شبانہ روز جہلا کی صحبت رہی جو کچھ جانتا تھا وہ بھی بھول گیا خلاف اسکے تمہارا صرف ایک شغل شاعری رہا اُسمین ماشاءاللہ تم نے ایسی ترقی کی کہ آج حافظ کے اُستاد ہو سمجھے جیکے - اور آج دنیائے شاعری مین صفدر مرزاپوری کی دہوم ہے لکھنؤ کی صحبتون نے اور جلا دیدی - لکھنؤ کی بودنی نے چار چاند لگا کر نہین بام عرش تک پہونچا دیا یہ تمکو ایسا اچھا موقع ملا جس کا نہایت متانت اور سچائی سے تمکو اعتراف کرنا چاہیئے -

صفدر! تمکو کیا ہو گیا ہے کیون تمہاری عقل زائل ہو گئی ہے - تم نے میدان سُخن کا مجھے پہلوان سمجھا ہے اور مین اپنی قوت کا اندازہ کرتے ہوئے ایک مور ضعیف سے بھی بدتر ہون ۲۵ سال سندیل کھنڈ مین ہوگئے - صحیح محاورات بھول گیا زبان مین اگلی سی شستگی و رنگینی نہ رہی - دیہقانیون کی صحبت، گنوار ٹیواریون سے تعلق لودھے زمیندار کاشتکار سے واسطہ -

یہ ہیں اور تنقید ... وہ آلات حرب کہاں سے لاؤں جن کی ایسے موقع پر ضرورت ہوتی ہے ذخیرۂ علمی کہاں ہے کیا مصیبت میں جان ہے، خدا مفسدوں سے سمجھے۔

آپ تحریر فرماتے ہیں، "بچوڑ دامن تک تو خیر غنیمت۔ دامن کو پونچھو دیدۂ تر سے،" اے احمق الذی دامن کو دیدۂ تر سے نہیں پونچھا جاتا۔ بلکہ دامن سے دیدۂ تر پونچھا جاتا ہے،" واہ استاد خوب سمجھے اور خوب مطلب گڑھا۔ دامن کو دیدۂ تر سے کس مسخرہ نے پونچھا ہے اور پونچھنے کا ذکر کہاں ہے۔ بیوقوف وہ اس پونچھو دیدۂ تر سے ہے۔ بوقت اصلاح ذرا آنکھیں کھول لیا کرو۔ ذرا قلم ہوشیاری سے اٹھایا کیجئے ذی علم استاد صاحب ورنہ شامت آجائیگی۔ شاگرد بہت شوخ اور جابک دست ہے۔ واضح رہے۔

مجھے مطلق آگاہی نہ تھی استاد کندۂ ناتراش، چوب خشک ہیزم سوختہ ہے پچاس برس کے سن میں استاد بھی ملا تو صفات مذکورۂ بالا سے متصف۔ واہ ری تقدیر۔ کہاں ٹوٹی ہے کمند۔ مزاج شریف کہئے اصلاح کا پھل پایا۔ ایسے ادب نواز شاگرد قسمتوں سے نصیب ہوتے ہیں۔

محرم کی وجہ سے فوراً جواب نہ دے سکا معاف کرنا۔ آج عشرہ ختم ہوا خط لکھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ رات زیادہ آگئی ہے یعنی گیارہ بج گئے نیند کا غلبہ ہے لہٰذا رخصت۔ والسلام علیک۔ یقیناً اصلاح کے متعلق پھر خبر لی جائے گی۔

خادم دیرینہ شاگرد نو

حافظ حسین علی عنہ

۲۶ اگست ۱۹۲۳ء

مولوی حمیدالدین صاحب حمید اعظم گڈھی کا خط
مؤلف کے نام

جونپور، ۲۲ر فروری ۱۹۱۸ء

حضرت سخنو۔ صفدر۔ تسلیم۔ صحیفۂ گرامی پرسون مجھے بنارس مین ملا، چونکہ اسی دن مجھے جونپور آنا تھا۔ تہیۂ سفر مین تھا۔ جواب حوالۂ قلم نہ کر سکا۔ مشاعرہ کی کیفیت اور آپ کے اشعار کی داد جن حضرات سخن سنج نے دی معلوم ہوئی۔ ان اشعار کو پڑھکر مجھے بھی وجد آگیا۔ بالخصوص "کوئی دیوانہ بنائے کوئی دیوانہ بنے" اس مصرعہ نے تو قیامت ہی کر دی اور وہ لطف پیدا کیا جسکا اظہار ناممکن ہے سرور صہبائے سخن نے مجھے اب تک مست کر رکھا ہے اور غالباً یہ کیفیت بہت دن قائم رہیگا۔ آپکی رسائی طبیعت۔ زبان کی نزاکت مضمون کی لطافت۔ بندش الفاظ کی داد تو وہی دے جو آپ جیسا سخنگو، سخن فہم ہو۔ میرے پاس وہ الفاظ نہین ہین جن سے آپ کے اس شعر کی داد دے سکون۔

۶ "خاموشی از ثنائے تو حدِ ثنائے تست

بزم خیال کا پارسل اب تک میرے پاس نہین پہونچا۔ آج میرا ارادہ دیہات جانیکا ہے وہان سے واپسی پر اطلاع دونگا۔ تو دو جلدین بزم خیال کی میرے نام بھیجدیجئے گا انکی قیمت بذریعہ منی آرڈر پیشگی ارسال خدمت کرونگا۔

خیر طلب حمید

جناب مولوی محمود الرب صاحب خالد بنگالی کے خطوط

ڈاکٹر محمد عبد الغفور صاحب بریلوی بسمل کے نام

۲۳ / اکتوبر ۱۹۱۹ء

بندہ نواز۔ طویل انتظار کے بعد آج آپ کا دلنواز نامہ آیا
ایسے وقت تو خوش کہ وقت ناخوش کردی جس محبت کی پرستش کیجائے وہ توکل کے حصہ کی چیز ہم کہاں
سے لاؤں۔ کاش آپ خالد ہوتے اور میں بسمل۔ آپ کا تخلص لائق رشک ع ......
فرما دیجئے اجل نہ جائیگا تخلص ناشناس کی قدر انتہائے خلوص کا نتیجہ ہے۔

ممنون ہمت ہوں مرہون نوازش ہوں

آسمان چپ تھا۔ مدت کی بیتابیوں کے بعد میری امید دلگیر کی شکل میں بر آئی تھی آخر
ظالم سے ضبط نہ ہو سکا اور

پھر گئی تقدیر میرے سامنے آئی ہوئی

طوفان نمونہ قہر الہی تھا۔ کائنات درہم برہم معلوم ہو رہی تھی۔ اسے احباب کی دعا کا
اثر سمجھئے۔ یا محض لطف خداوندی جانئے بچ رہا اور میں مع متعلقین خیریت سے ہوں۔

محبت کی لذت رہ رہ آتی ہے مصرع خدا بھلا کرے آزار دینے والوں کا

بھائی بسمل یہ کیا لکھ دیا کہ خط کا جواب لکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ آپکی ہمدردی
غموں سے نجات کا باعث ہوگی۔ بندۂ احسان ہوں۔

آپکا خالد

۱۵ ار نومبر ۱۹۱۹ء - مخلصی - شکریہ توجہات - آپ شاد ہین اور شاد کی ہستی محمور ہوتی ہے، غضب کہ آپ اپنے کو مغموم ہستی خیال فرماتے ہین بارگاہ فطرت مین آپکا یہ جرم ناقابل معافی ہے، ماشاءاللہ ابھی آپ نوجوان ہین پاک ارمانون سے بھرا ہوا دل پہلو مین موجود ہے یا نہین - خود زندگی آپ کی محتاج ہے نہ یہ کہ آپ محتاج زندگی کدہر خیال گیا کیا خیال کر بیٹھے، آپ کو خبر نہین - خود ذرّاتِ کائنات آپکو اپنا مقصد حیات سمجھتے ہین پھر آپ کی طبیعت اس قدر ٹھوس نہ ہونی چاہیے جس مین یاس آگین آرزون پر فریب ناکامیون کی گنجایش ہی ہوسکے - زندگی کے آخری لمحے نہین معلوم کس کہنہ مین مدفون ہین - عرصہ حیات کو ابھی مدتون تک آپ کے نقش قدم سے زینت حاصل کرنا ہے -

بھائی تبسم - خدارا ایسی باتین نہ کیجیے جن کو مین ایک سفاک قاتل کی زبان سے بھی اپنی نسبت سننا نہین چاہتا - جواب لکھنے مین آپ جناب دلگیر کی شعریت کا تتبع فرمائین مین اپنے حسب معمول حاضر ہوا کرونگا - آپ کے احباب اختتم کے لئے مضطرب ہین - ؎ شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم -

میری وجہ سے آپ ستائے جارہے ہین - ذرا سا جملہ اور اک جہان تاثیر - کاش آپ کی وجہ سے مین ستایا جاؤن اور مین پھر آپ سے کہون

؎ "تو مشق ناز کر خونِ دو عالم میری گردن پر"

بدستور

خالد

بنام نظام الدین حسن صاحب دلگیر اکبرآبادی ایڈیٹر نقاد کے خطوط

مؤلف کے نام

دفتر نقاد آگرہ، ۴ اگست ۱۹۱۵ء

اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم اللہ اللہ
اسقدر دشمنِ اربابِ وفا ہو جانا۔

کیا آپ کی مہر خاموشی کا توڑنا میرے خط ارسال کرنے پر منحصر تھا؟ اگر یہ سچ ہے تو میں جواب کا منتظر رہونگا۔ معلوم ہوا کہ آپ میری غیر معمولی خاموشی کا (جو مجبوری وقوع پذیر ہوئی) بدلے رہے ہیں۔ اچھا لیجئے خدا جزائے خیر دے۔

اگر آپ مرقع ادب پر ریویو کرانا چاہتے ہیں۔ تو جواب اور تا دان سکوت دیجئے ورنہ مجھ سے نقد کی توقع نہ رکھئے۔ مرقع ادب کو میں نے "اپنی پر لطف تنہائیوں" میں کہیں کہیں سے پڑھا۔ اب تفصیلی نظر ڈال رہا ہوں، اسکی نسبت کیا رائے قائم کی ہے آپ کے بمنت اصرار پر بتاؤنگا۔ ابھی صرف جلانا مقصود ہے۔ دفتر الناظر چوک میں آنا مبارک ہو۔

آپکا دلگیر

دفتر نقاد آگرہ۔ ۲۰ اگست ۱۹۱۵ء

پیارے منفرد۔ خدا خدا کرکے تمہارا خط ملا تسکین دل زار کا باعث ہوا یاد رکھئے مجھے آپکا ایک خط بھی جس کا ذکر آپ اس خط میں کر رہے ہیں نہیں ملا ورنہ ممکن نہ تھا کہ جواب نہ دیتا سخت تعجب وافسوس ہے کہ آپ کے خطوط کیا ہوئے

میری ڈاک کبھی ضائع نہیں ہوئی۔

مرقع آدب پر "صلائے عام" میں ریویو دیکھا اس سے بہتر تو شاید نہ لکھ سکوں لیکن ہاں کچھ لکھوں گا، اگر آپ کے توقعات اُس سے پورے نہ ہوئے تو معاف کرنا کیونکہ آجکل دل و دماغ ٹھیک نہیں ہے آگرہ کی گرمی بلائے جان ہو رہی ہے۔

مرقع آدب اردو کلاس میں سلیکٹ جانے سے مجھے واقعی مسرت ہوئی، خدا کرے ہمارا سر رشتہ تعلیم بھی اُسکی قدر افزائی کرے جس کا وہ ہر طرح مستحق ہے۔ اور جسکی تحریک "مشرق" نے بھی کی ہے۔

محوی کا خط بھوپال سے مجھے ملا تھا۔ آج اُنکو بھی جواب لکھا ہے نقاد انشاء اللہ تعالے اوائل ستمبر میں شایع ہو جائیگا۔ نقاد کا تازہ نمبر قابل دید ہوگا۔ اگست کا النظر مجھے اب تک نہیں ملا۔ اگر ممکن و مناسب ہو تو ارسال فرما دیجئے۔

"زمانہ" کے تازہ نمبروں میں آپ نے شاکر کے متعلق نظر لکھنوی کا مضمون دیکھا۔ اُس نے تو بیچارے شاکر کی رہی سہی لٹیا ڈبو دی۔ شاکر کی اس بیوقری پر مجھے کمال ہمدردی اور افسوس ہے۔ کیا ان اعتراضات کا کچھ جواب ہو سکتا ہے مسٹر اسحاق علی آج کل کہاں ہیں۔؟

آپ کا

دلگیر

دفتر نقاد آگرہ ۶ ستمبر ۱۹۱۵ء

مطلب کی کہی نہ ایک ظالم،
کیا بات ہے تیری گفتگو کی،

پیارے صفدر۔ پرسوں آپ کا لفافہ اور آج ستمبر کا الناظر ملا۔ اس بات کا قائل ہوں کہ طویل صفحات میں بھی حرف مطلب زبان قلم سے نہ ادا ہو سکا۔ اور جواب طلب امور لا جواب رہے جن کو پھر نمبر وار لکھتا ہوں اگر ابکی بھی اُن کا جواب نہ دیا تو خط و کتابت بند سمجھیے۔

(۱) کسی کے امر خاص میں آپ مجھ سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں؟

(۲) مسٹر اسحاق علی ایڈیٹر الناظر آجکل کہاں ہیں؟

(۳) جون اور اگست کا الناظر جلد بھیج دیجیے۔ صرف لکھیے نہیں کہ بھیجدیا بلکہ واقعی بھیج دیجیے۔

حضرت ریاض کا حال آپ کے خط سے معلوم ہو کر اطمینان ہوا۔ سالک کی حالت افسوس ہے۔ کیا العصر نکلے گا؟

... کا حال پڑھکر سخت افسوس ہوا۔ طوفان نوح اپنی آنکھوں سے آپنے دیکھ لیا الناظر میں ہر کوئی درماندگی میں نالہ سے نا چار ہے "بغور دیکھا جب تو انداز تحریر سے یہ مضمون آپکا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کیا میرا خیال صحیح ہے۔ اگر صحیح ہے تو میں ایڈیٹر زمانہ اور ایڈیٹر العصر کے متعلق جو فقرے آپ نے لکھے ہیں انکی خاص طور پر داد دیتا ہوں،

عنوان ... بھی مجھے پسند آیا اسکی سلاست کہہ رہی ہے کہ مدیر خصوصی

کے دماغ کو اس سے کوئی نسبت نہین۔

نقاد اگرچہ دیر نکلیگا لیکن ایسا نکلیگا کہ اہل نظر دیکھکے تڑپ جائینگے اس پرچہ کی ترتیب مین خاص مضامین نظم و نثر کے مہیا کیے گئے ہین جو صرف دیکھنے سے تعلق رکھتے ہین۔ میرے چند صفحے بھی آپ کے پڑھنے کے قابل ہین۔

شاہ دلگیر

دفتر نقاد آگرہ۔ ۲۰ ار نومبر ۱۹۱۵ء

پیارے سخت آشوب چشم مین مبتلا ہون۔ آپ کا خط دیکھنے کے لیے آنکھین ترس رہی تھین اور دل بیتاب ہو رہا تھا۔ مگر خط کس وقت ملا جب دل گیا اور آگئین آنکھین مختصر نویسی کو معاف کرنا اسلیے کہ معذور و معطل ہو رہا ہون۔

آپ کو نشاکر اور محوی وغیرہ سے دریافت کیا کہ کہان ہین لیکن کچھ جواب نہ ملا۔ اسلیے خاموش ہو رہا۔ بہر حال آپ نے مجھ پر احسان کیا کہ خیریت سے مطلع کیا۔ آپ کی حالت قابل رحم ہے ذرا صبر دے۔ برا نہ مانو تو ایک بات کہون۔ اس افسردگی کے انقطاع کا شرعی علاج تاہل ہے۔ اگر جی چاہتا ہو تو کہین اور سلسلہ کرلو۔ اور جلد خوش ہوا کہ آپ کا تعلق مشرق سے ہو گیا وہان آپ خوش رہینگے۔ آگرہ آؤ تو فقیر کی مسرت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔

دونون مطلعے نہایت پاکیزہ ہین خصوصاً اس مطلع کی بیساختگی تو مارے ڈالتی ہے

گیا اب آفتاب حشر کا بھی جلوہ گر ہونا ۔ شب فرقت ہماری ہے یہ کیا جانے سحر ہونا

یہ کیا جانے سحر ہونا، یہ ٹکڑا قیامت کا ہے جس سے آپکی کہنہ مشقی اور نازک خیالی کا ثبوت مل رہا ہے میری غزل تو نقاد مین دیکھی ہوگی شاید پسند۔ آپکی نقاد انشاءاللہ تعالے جلد شایع ہوگا۔ دلگیر

آگرہ، ۲۲ ستمبر ۱۹۲۲ء

بامروت مشفقہ - نوازش کارڈ اور حسنِ ادب دونوں ملے - کس کس کا شکریہ ادا کروں؟ اگر میں مولوی انعام اللہ خان صاحب عارف سے آپکی بے اعتنائی کی شکایت نہ کرتا تو یہ دونوں مجھے نہ ملتے بہرحال میں آپکی یاد آوری کا ممنون ہوں۔ مرقعِ ادب کی ترتیب پر مبارکباد دیتا ہوں - میرے خط اس میں سے نکال دیجئے اُنکی اشاعت موزوں نہیں - خدا جانے وہ میں نے کہاں اور کس حالت میں لکھے ہوں مجھے رسوا کرنے سے کیا فایدہ؟

ہندی کے خط مجھسے ہوش بلگرامی نے منگوا لئے - وہ انکے خطوط کا مجموعہ شایع کرنے والے ہیں - یہ مس مریم کون ہیں - پورا پتہ دیجیے -

حسنِ ادب دیکھا رئیس التحریر نیاز کے جواب میں ملک التحریر شوکت خوب ہے بشرطِ فرصت انشاءاللہ کچھ لکھونگا -

حضرت ریاض کا یہ مطلع سہ بھول جائیں گے خدائی کا مزا میرے بعد
یاد آئیگا بتوں کو بھی خدا میرے بعد

اس سے قبل مشرق میں پڑھ چکا تھا - لاجواب کہا ہے - میری طرف سے داد دیجئے آجکل کہاں ہیں گورکھپور میں یا کہیں اور - محوی مدت سے لاپتہ ہیں آپ کو کچھ خبر ہو تو بتایئے - محبوب سے ملاقات ہو تو میرا سلام شوق کہیے - برابر یاد فرماتے رہیئے -

بدستور

دلگیر

ڈاکٹر محمد عبدالغفور صاحب بسمل بریلوی کے نام

آگرہ۔ ۱۰ جولائی

پیارے بسمل۔ آپ کا عنایت نامہ ۲۸ جون کو مجھے مل گیا تھا۔ جواب آج دیتا ہوں۔ کیا بتاؤں موسم نے کسقدر پریشان رکھا۔ اب بھی حواس ٹھکانے نہیں۔ گرمی کا پارہ ۱۹۹ درجہ تک چڑھا ہوا ہے۔ دل سے شعلے نکل رہے ہیں۔ جیسا جی چاہتا ہے شاید جواب ویسا نہ لکھا جائے معاف کرنا کہ دل محزون میرے قابو میں نہیں۔

دو دن سے اضمحلال اور دل کی افسردگی نے آپ کو اسٹیشن پہنچکر رخصت نہ کرانے دیا جسکا آج تک ملال ہے۔ ہائے رے مجبوری۔ افسوس ہوا کہ آپ متالم رہے اور رہیں۔ خدا شادکامی کے سامان پیدا کرے۔ دلگیر ہمیشہ غمزدوں کا شریک حال ہے۔ وہ زمانہ کا ہمشرب نہیں۔ اس لئے۔ ع

آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں

دلگیر

آگرہ۔ ۱۰ نومبر ۱۹۶۲ء

عزیز بسمل۔ انتظار کے بعد محبت نامہ ملا مسرت ہوئی۔ دہلی میں آپ بہت مشغول و منہمک رہے کسقدر مسرت ہے۔؟

کل ۹ کو یاران نجد کے ساتھ سینما دیکھنے گیا تھا شکنتلا کا فلم تھا۔ اسٹیج اسطرح بھرا ہوا تھا جسطرح کسی حرماں نصیب عاشق کے دل میں حسرت و ارمان کا ہجوم۔ بسمل

یقین کرو کہ سارا کافرستان ٹوٹ پڑا تھا۔ ہائے یہ جنّاتی رنگ و بو بھولنے کی چیز نہیں۔
ساریاں توس قزح کے رنگ میں ڈوبی ہوئی۔ جہاں ہم جا کر بیٹھے وہاں ایک
سترہ برس کی دوشیزہ کی بیت نظر نگاہوں کو خیرہ کئے دیتی تھی۔ یہ کلی کشمیری گلاب کی تھی
جسکی بھینی بھینی خوشبو نے یاران نجد کی حالت تباہ کر دی۔ سب کی نگاہیں اسی برق
حسن کی طرف سمٹ آئیں لیکن بسمل باور کرو ہماری شکنتلا یہی تھی۔ جو ہمارے قریب ہی بیٹھی
ہوئی تھی۔ تم اسکے شباب کا فرِ شباب کا عالم دیکھتے تو زندہ نہ رہ سکتے۔ تماشے کے اختتام
کے بعد اہل تماشا نے کئی زندہ لاشیں باہر نکلتی ہوئی دیکھیں، تم جان گئے ہوگے کہ وہ
لاشیں کسکی تھیں۔ میں اس کافر کی آنکھوں کے شبنمی سیل کو دیکھتا تھا اور بار بار گنگنا کر یہ
شعر سناتا تھا ؎

مستی سے اس نگاہ کی اے محتسب ... دنیا تمام بزم خرابات ہو گئی

یہ شعر مستانہ لب و لہجہ میں پڑھ پڑھ کر میں نے کائنات کی آنکھوں میں نیند طاری کر دی۔ سارا
اسٹیج سو رہا تھا اور پیاری شکنتلا (آہ) کے سوا کوئی بیدار نہ تھا۔ اس خواب کو آنکھیں ہمیشہ
یاد رکھیں گی۔

آج دیوالی کی رات ہے شہر میں چراغاں ہوگا اور پریاں سیر کرنے باہر نکلیں گی۔
یاران نجد بھی گشت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آج دیکھئے کتنی بلاؤں کا سامنا ہوتا ہے۔ فسانۂ
شب بعد کو لکھوں گا، ہمیشہ یہ رات اپنی ایک مستقل یادگار چھوڑ جاتی ہے۔ الف لیلہ کی طرح
اگر میں چاہوں تو دیوالی کی راتیں لکھ سکتا ہوں۔ ؎

اسکی ہر رات سے ہے ایک کہانی پیدا

عزیزہ! پورا انتقاد ان شاء اللہ تعالیٰ نومبر میں شائع ہو جائے گا (در شٹے ساماں ...)

کے ساتھ۔

آپ کب تک آگرہ تشریف لائیں گے۔ ملنے کے لئے بیچین ہون۔

بدستور آپ کا

دلگیر

آگرہ۔ ۲۵۔ نومبر ۱۹۲۲ء

عزیزی۔ محبت نامہ اور مخزن دونوں ملے شکریہ بہ جہات

وصل کی شب کی درازی کا لطف آپ کیا جانیں؟ ابھی آپ کی جوانی معصوم ہے

اس بلائے کامرانی کو رندان بلاکش سے پوچھئے۔ میرے ہذیانات کی آپنے قدر کی۔ مرحبا!!

فسانۂ شب دلگیر آپ سے نہ سنا جائے گا۔ آہ! حسن موٹر دن مین تھا حسن تانگہ ہائے

مین تھا۔ حسن فٹنون مین تھا!! یاران تجد ساتھ تھے۔ ایک بازار سے "محمل" گزرا۔ نگاہین

جذب ہو کر رہ گئین۔ یہ نہ پوچھئے اس مین کیا تھا؟ کون تھا؟ ؎

آغاز عشق کا انجام ہو گیا

پہلی نظر مین آنکھ کا کام ہو گیا

ایک سرو زرین گربلا کی چم خم، قیامت کی توڑ مروڑ، کشیدہ قامتی وہ لہرین لینے والی کمر!

اُف اُف آسمانی ساری مگر زمین والون کے لئے بلائے ناگہانی۔ سر کھلا، سر کا ایک ایک

بال کھلا۔ چوٹی کھلی اور اُس کا ہر پیچ و خم کھلا۔ گردن کھلی، اور اُسکی رگون کا ہر ہر جال

کھلا۔ سینہ کھلا اور اُس حد تک کھلا کہ اگر اُسکے آگے ذرا اور کھلجائے تو دیکھنے والی نگاہین

شرما کے خود آپ ہی جھک جائیں۔ یہ بھی اُسوقت تک کا حال ہے جب تک میری اُسکی

نظر چار نہین ہوئی کیونکہ تصادم نگاہ کے بعد کس کافر کو یہ ہوش رہا ہے کہ ہم کہین ہین یا [illegible]

نہین بسمل تھا تو اُن کا فرنگا ہون یہین شبنمی سیل مگر۔ سورز آشیم طوفان۔ مین تو اسی مین غرق ہوکر رہ گیا۔ فنا ہو گیا۔ ع

کھو گئے خود ہی ترے جلوؤن کا کسکو ہوش ہے

زہرہ لا شعون کا اسلام قبول کیجیے جو دیوالی کی رات کے بعد بالکل مُردہ ہین۔ مخزن دیکھا تنقید بالکل لغو اور جہالت کی نمایش ہے۔ ہرگز اُسکا جواب نہ دینا چاہیے۔

آجکل مسٹر عبدالشکور آگرہ آئے ہوئے ہین۔ مجھسے دو بار مل چکے ہین۔ ابھی دو ایک روز اور قیام کرینگے۔ حضور سے ملانے کا ارادہ ہے۔ آج صبح کی ملاقات مین وہ مجھ سے دریافت کرتے تھے کہ کناری بازار مین ایک صاحب تسخیر درویش شمس الدین نامی رہتے ہین جن سے بسمل صاحب نے میرا تعارف پہلے کرایا تھا آپکو معلوم ہے کہان رہتے ہین؟ سوائے اسکے کہ مین ان درویش سے اپنی لاعلمی ظاہر کرون اور کیا جواب دے سکتا تھا۔ آپ نے مجھے اِن درویش سے نہین ملایا۔ آفتاب کو چھپایا۔ غضب کیا شمسی دَور مین یہ اندھیر!

تمھارا پرستار۔ دلگیر

آگرہ۔ ۱۲۔ دسمبر ۲۰ء

عزیزی بسمل۔ خدا خدا کرکے آپ کا خط ملا۔ یہ کہئے کلیر شریف لیگئے تھے پھر بیمار ہوکر کیون نہ آتے مسیحاؤن سے ملنے کا نتیجہ یہی ہے۔ سُنتا ہون سارا پنجاب اُمنڈ آیا تھا۔ تعجب ہے کہ اس ہجوم مین آپ کھوئے نہین گئے۔ میرا تو پتہ بھی نہ لگتا۔ آہ! یہ کیا لکھ گیا۔ ع کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

آپکی امید آخر۔ کیا مین دریافت کرسکتا ہون؟؟ میرے خط کا کچھ جواب نہین۔

صرف اتنا ہی لکھ کر ٹال دیا "آپ کے طلسم ادب کی سحرکاریوں پر ایمان لے آنا پڑا"۔ اس اختصار کا جواب میں بھی مختصر نویسی سے دیتا ہوں ورنہ خدا جانے اور کیا کیا لکھتا! یاران نجد کا جگت ٹوٹ گیا۔ مقدس لکھنو سدھار رہے۔

آپ یہ سنکر خوش ہوں گے رسال نو سے اختر نکل رہا ہے۔ لکھنے کے لئے میرے پاس آیا ہے۔ نقاد بھی انشاء اللہ تعالیٰ ۲۰۔ دسمبر تک شائع ہو جائیگا مرنے کے لئے ابھی سے تیار رہیے۔

خالد کو خط لکھیے۔ اب جواب دینگے۔ اختر کے لئے کوئی نظم ضرور لکھیے اور جلد بھیج دیجئے مخمور شام چمن پر نظم معرا لکھ رہے ہیں۔ آپ صبح گنگا لکھیے کہیں ایک رات کی فرصت نکال لیجئے۔

خراب محبت

دلگیر

آگرہ۔ ۲۲۔ دسمبر ۱۹۱۲ء

عجب حسن اتفاق ہوا کل آپ کا خط اور نذر بسمل کے چھوٹے بھائی کا ایک ساتھ ملا مسرت ناقابل اظہار ہے شادی کا افسانہ اور فلسفہ دونوں معلوم ہوئے۔ نہ بلانے کی شکایت بدستور قائم رہی۔ میں سمجھا تھا کہ یہ عقد بند ملکھنڈ (!) میں ہوا ہوگا لیکن ۔ع

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

رفیق بسمل، کا یہ حسن سلوک کہ وہ آپ کو کبھی تنہا نہ چھوڑیں آپ کی "وحشت کی چیرہ دستیوں" کا (معاذ اللہ) بہترین علاج ہے!!

کچھ نہ سمجھے خدا کرے بسمل

خزین بنارس کی خاک پاک میں آلودہ ہے۔ غیرت عشق نے گوارا نہ کیا کہ دلگیر کا

سر شوریدہ گنگا جی کی بیتاب موجوں کی نذر ہو۔
کہیں سے ایک خط آیا ہے جی نہیں چاہتا کہ اُس کے لطف میں تمھیں نہ شریک کروں ۔ بجنسہٖ نقل روانہ کرتا ہوں۔ اُس طرف دیکھئے۔

"شاہ جی!

میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک

آخر عدالت کی طلعت ریز یاں محبت سوز کیوں ہیں؟ آنریری مجسٹریٹی کا خدم و حشم دیرینہ الطاف و کرم کیوں محو کرے ۔ غرور و ناز آپ کا جب بجا ہو سکتا ہے جس روز آپ کی جہر نگار کرسی کے دو طرفہ کچھ ساری باز کچھ سایہ پوش خواتین بہ ہزار ناز و عشوہ گری استغاثہ دائر کریں کہ یہ وہ کسترہ کے کنھیا ہمارے دل چرا لیگئے ۔ آپ دلا دیجئے اور اس شہادت میں مجھے پیش کریں پھر مزہ آئے۔ بہر حال اس عزت افزائی کی مبارکباد قبول فرمائیے۔
افق اکبر آباد پر ایک نگار آتشیں رُخ عنقریب نمودار ہونے والا ہے ۔ کیا میں اُمید کروں کہ نقاد کی دل آویزیاں اس دوشیزہ میں نظر آوینگی۔
ظالم! تجھے خبر ہے کہ کیسی کیسی لطیف الجثہ ہستیاں تیری جادو بیانی کی منتظر ہیں اچھا تو ہی سپر ڈال دے اور اپنا دل در دسترس اور اپنا خامۂ خونچکاں کسی کے سپرد کر دے
...... میں اُن کی ذات غنیمت ہے کبھی کبھی شام کے وقت اُسی .... دار المطالعہ میں بزم احسن منعقد ہو جاتی ہے اور دو چار مضمحل صورتیں ایک کھوئی ہوئی زندگی اور ایک جلوۂ گم شدہ کے ماتم میں نالہ و شیون کر لیتی ہیں ۔ کاش .... کا قلم دلگیر کی خاموشی کی تلافی کر سکے۔

"اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"

لفافہ پر سے پتہ چلا کہ یہ خط کس کا ہے؟

خورشید رقم آج کل بلا وجہ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں اور نقاد کی کاپیاں لکھ کر نہیں دیتے اس وجہ سے نہایت افسوس ہے۔ نقاد فروری میں نہ شائع ہو سکے گا۔

خالد کے شگوفے معلی میں چاند سا بیٹا پیدا ہوا اور سارا جہان سے اچھوتا گیا۔ گو ذریعہ بخشش ہاتھ آیا مگر انہیں بڑا صدمہ ہے۔ فوراً خالد کو تعزیت کا خط لکھو۔ تم سے ملنے کے لئے بے چین ہوں کبھی ایک جگہ قیام کرو تو آؤں۔ برابر یاد کرتے رہو۔

ہمیشہ تمہارا۔ دلگیر

آگرہ۔ ۲۴ جنوری ۱۹۱۲ء

حبیبی۔

میں منتظر ہی تھا کہ آپ کا محبت بھرا خط ملا۔ وجہ دلگیری ظاہر ہے۔ مجھے بھی آپ کے جانے کا بڑا قلق ہے۔ اب کوئی غمخوار نہیں رہا۔ یہاں سے چلے جانے کے بعد یہ راز کھلا کہ دہلی میں سے قیامت کی ابتدا ہوتی ہے" آپ کی اجنبیت دور کرنے کے لئے میں اپنے عزیز دوست مولوی محمد حسین صاحب محوی لکھنوی سے آپ کا تعارف کراتا ہوں یہ علیم لائبریری کے منتظم ہیں اور مدرسہ الٰہیات سے بھی کچھ تعلق ہے۔ اگر یہاں پتہ نہ چلے تو مولانا آزاد سبحانی سے ان کا پتہ پوچھ لیجئے۔ میرے مخلص ہیں اور نقاد کے شیدائی۔ یقین ہے کہ آپ محوی کی رنگین صحبتوں سے خوش ہوں گے اور ان سے مل کر کانپور بھول جائیں گے۔ میں انکو علیحدہ خط لکھتا ہوں۔ آپ سے ضرور ملیں۔ "قریب سے محل گزرا کرتے ہیں" ہائے اس فقرے نے دل پر بجلی گرا دی! آپ کے تحمل کرنے میں کوئی عذر نہیں۔ نقاد رسالہ ہے پیچے کی لاعلمی کی وجہ سے تکمیل نقاد میں اتنی دیر ہوئی

ورنہ کب کا تیار رکھا تھا:" امید آخر، بتائیے تو مجذوب عالم شاہ سے دعا کی سفارش کروں ۔
...... تمام کان پور پر بجلی کی حکومت ہے" مجھے نہ لکھ کر یہ فقرہ برباد کر دیا۔ جن کو لکھا ہے
وہ لطف بھی نہ اٹھا سکینگے ۔ کہیئے قیام کہاں ہے؟ سیول لائین یا کہیں اور؟

حضرت اکبر بڑے اصرار سے مجھے الہ آباد بلا رہے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ مجھے
جانا ہی پڑے گا ۔ اسی جنوری میں واپسی میں چند گھنٹوں کے لئے آپ کے پاس بھی ٹھہرونگا

دل سے نزدیک

دلگیر

آگرہ ۹ فروری ۱۹۲۱ء

میرے لبسمل ۔ میری عدم موجودگی میں ایک دستی لفافہ اور گئے اور کل ایک کارڈ بذریعہ
ڈاک ملا ۔ میں نے ۲۸ دسمبر کو آگرہ چھوڑ دیا تھا اور کل ہی اپنے طویل سفر سے واپس آیا ہوں
خبر نہیں کہاں کہاں پھرا صرف اتنا معلوم ہے ۔ ع

"اڑائے پھرتی ہے ہر سو ہوا کی رنگ وبو مجھکو"

میں مجنوں نہیں جو دعوت شادی میں بار ہائے جگر او بخت دل قبول کر دوں میں تو
وہ چیز چاہتا ہوں جو نظر کو فرحت اور قلب کو تازگی دے ۔ آپکی غم بیز داستان کس طرح سنتا؟
آپ نے کبھی سنائی بھی؟ شریک غم کیسے ہوتا جب میں غم ہی سے نا واقف رکھا گیا چپ چپاتے
شادی کر لینے کا نتیجہ یہی ہوتا ہے، اشد رہ لیتے شریک کرتے تو تہیئہ طوفان کرنے کی نوبت
ہی نہ آتی ۔ ع

بجرا کار سے کن بسمل کہ باز آید پشیمانی

خالد کو لکھ کر جواب طلب کروں گا ۔ یہ مصرع آپ پڑھئے ۔ ع

شاید رسید بر لب قمر النساء لبم

مین اس طرح پڑھ سکتا ہون ۔ اکثر رسید بر لب قمر النساء لبم
رشک آئے تو مین ذمہ دار نہین۔

اس سفر مین بنارس بھی جانا ہوا علی الصباح گنگا جی کے درشن۔ اشنان کرنے والیون کی ایک ایک ادائین قیامت سے کم نہ تھین۔ لب دریا وہ جھگھٹے تھے کہ دیکھنے والونکی نگاہین محو حیرت ہو کر رہ جاتی تھین۔ اف ساحل کی یہ رنگین فضا اور دل دلگیر!

اصلیت بھی ہے کچھ اسکی یا سماں ہے خواب کا

بسمل کشمکش حیات سے کبھی فرصت ملے تو کاشی جی کے کنارے یہ دلفریب نظارہ تم بھی دیکھو۔

ساریان قوس قزح کے رنگ مین ڈوبی ہوئی۔ ساحل گنگا کی پیداوار میرا یہ شعر ہے

اُس کی رنگین صباحتون کے نثار
صبح کے وقت وہ گلاب کا رنگ

بنارس کی راتین سینما مین گزرتی تھین۔ یون کہئے کہ صبح مشرق مین ہوتی تھی اور رات مغرب مین۔

پیارے سچ کہتا ہون قوت انتخاب مجروح تھی سمجھ مین نہین آتا تھا کہ رعنائی کو اپنے دل مین جگہ دون یا حسن پُر تمکین کو۔

شور سے ہوتے ہین رعنائی و زیبائی مین
دل مین اس کا ہو گزر آنکھون مین گھر سکتا ہو

سینما مین ایک آنکھ دیکھی جس مین شبنمی سیل تھا۔ اور آپ جانتے ہین۔ موہ راشبنم طوفان،

مین نیم جان تو ہو ہی چکا تھا - اس طوفان مین ڈوب گیا - غرق ہو کے رہ گیا ؟
ایک رات ایک پیکر رعنا کو شب خوابی کے لباس مین اس طرح دیکھا کہ تخیل کے لئے
کچھ باقی نہ رہا - اب تک وہی خواب شیرین دیکھ رہا ہون - خدا کرے حشر تک نہ جاگون !

شب ہجران کے جاگنے والے
ایسے سوئے کہ کچھ خبر نہ ہوئے

بسمل یاد کرو (بنارس مین) منزل عشق مین ہر ہر قدم پر مین تمھارے خیال سے وابستہ تھا
گویا تم میرے ساتھ ہوتے تھے -

نقاد انشاء اللہ تعالیٰ آخر ماہ تک آپکے دست مبارک مین ہوگا - آپ بھی آئمین
ہین -

دلگیر

آگرہ - ۲۸ نومبر ۱۹۲۰ء

وآئل بسمل -

محبت نامہ بالکل مایوس ہونے کے بعد ملا - مین سمجھ چکا تھا تم بقید حیات نہین
فطرت نے میرے خیال کو غلط ثابت کیا - اس قسم کی ظریفی کا قایل ہون - عنوان کا شعر تم نے
غلط لکھا ہے جسکے تمام الفاظ شرمندہ معنی نہین - طویل خاموشی کا عذر - عذر لنگ ہے - نہ کرتے
تو اچھا تھا - تبادلے مانع خامہ فرسائی نہین ہو سکے !

چاندنی راتون مین صحرا نوردی کرتے ہوئے آنسو !! میری یاد نے تمھاری خاطر
حزین مین گدگدیان پیدا کی ہین - جھوٹ - اس وقت مجھے ایک منٹ کے لئے بھی یقین نہین تھا
غم سناؤ گے یا داستان شادی ! قصۂ شب عروسی سننے کے کان مشتاق ہین -

بسمل ، افسوس - بغیر مجھے شریک مسرت بنائے شادی کر بیٹھے - انجام بخیر ! نا تمام خط تھا

آپ تو خفا تھے نقّاد کس طرح نکلتا۔

خالد بھی عرصہ سے کھوئے ہوئے تھے۔ تمہارے ساتھ اُنکا بھی پتہ لگا ہو حسنِ اتفاق دیکھئے دونوں کے خط ایک ساتھ مجھے ملے۔ خالد کی گل افشانی دیکھئے۔

"زندگی سے بیزار رہنے کا موقع نہیں!"

باقی ابھی ہے منظرِ دنیا ابھی نہ جا

اے تماشا گاہِ عالم روئے تو، مجھے ایک نظر انکے دیکھنے کی تمنا ہے لیکن اس کی خبر نہیں خود آپ کے آئینے میں کتنے جلوے تڑپ رہے ہیں۔ آپ کی آرزو اور پوری نہو کسی طرح ممکن نہیں گریبان پر ہاتھ رکھے بیٹھا ہوں کہ ارضِ تاج میں پہونچکر ٹکڑے کردوں موسمِ گل آیا ہی چاہتا ہے ؎

منتظر موسمِ گل کے ہیں ترے دیوانے
ہاتھ رکھے ہوئے بیٹھے ہیں گریبانوں پر

نقّاد آہ نقّاد کب تک شائع ہوگا۔ مجھے دیکھنا منظور ہو تو انتشارِ ادب کی روح نوازی فرمائیے اُف آپ نے ایک دنیا کو دلگیر بنا دیا۔ عزیزوں کی ہڈیاں ساحل کی نذر ہیں۔ پھر نہ کہئے گا کہ آگرہ محیطِ محبت نہیں"

اگر مجھے ایسی رنگین...... قسم نہ دلاتے تو واللہ جواب بھی نہ پاتے۔

دل سے قریب
دلگیر

آگرہ - ۱۰ مئی ۱۹۲۲ء

بسمل پیارے - محبت نامہ عرصہ کے بعد ملا - تہنیت عید کا شکریہ کس طرح ادا کرون!

حیران ہون - خوش ہون کہ میری یاد ابھی تک آپکے دل مین باقی ہے ع

لے مین قربان تری الفت کے

"آجکل نالۂ دلگیر کی وہ دُھوم نہین" - خدا جانے اس مصرع کو پڑھ کر کیون دو آنسو بے اختیار آنکھ سے نکل پڑے - خدا آپکو جزائے خیر دے۔

مین جنوری مین رائے بریلی کو گیا تھا اور اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ یہین ہین تو بغیر ملے ہرگز واپس نہ آتا - نہ مل سکنے کا افسوس رہ گیا ؎

کبھی یاس ہوتی نہ اپنی امید

تغافل سے تیرے مگر ہو گئی

"خود بخود ہنستے سے یہ بہتر ہے کہ دوسرون کے آنسو پونچھے" ناصر علیت آپنی تو ہو نہایت پاکیزہ خیال ہے - اِس ادائے بیان کا کیا کہنا - میری خیریت کیا پوچھتے ہو: ؎

کچھ حالتِ دردِ دل نہ پوچھو

زندہ ہون کمال کر رہا ہون

بارش شروع ہو جائے تو آگرہ آئیے یا آمون کی فصل مین مجھے رائے بریلی بلوائیے ....

مین جس طرح آپ جلوہ گر ہوئے ہین لایق افسوس ہے؟

کافر نتوانی شد ناچار مسلمان شو

آپ کیا اپنی قدیم نگارش بھول گئے؟ صلائے عام مین - ایک بات بھی تھی وہان سبل تو تھے مگر نگار مین صرف .... یہ رجعت قہقری نہین تو اور کیا ہے - اچھا خاصہ

انسان ہیولیٰ بنکر رہ گیا۔

بیگم نبل کی خیریت نہیں معلوم ہوئی اب مزاج کیسا ہے؟ میرا سلام کہیئے۔ اور جلد جلد یاد فرماتے رہیئے۔

بدستور آپکا دلگیر

لسان الملک حضرت ریاض کا خط

عالیجناب چودھری شفیق الزمان صاحب تعلقدار کے نام

مدینے کی گدائی کرکے میں خود دار ہو جاتا
کہاں کا طور گھر بیٹھے مجھے دیدار ہو جاتا

خدا توفیق دے تو سب کچھ ورنہ افلاس میں خود داری معلوم، مقدمہ کی مصیبت نے کہیں کا نہ رکھا ہے

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں
اس عاشقی میں عزت سادات بھی گئی

آپ کا نوازش نامہ دیر میں ملا تجویز و مسل چودھری نعمت اللہ صاحب کی خدمت میں بھیجدی ہے، معلوم ہوا سپیر وکلا میں عہد ہوا ہے کہ کوئی قانونی محنتانہ سے کم نہ لے، چودھری صاحب سا شریف النفس کم نہ لینے کو شائد یوں نیا ہے کہ کچھ نہ لے۔

میں نے سنا میرا پارۂ جگر وسیم صاحب کے ساتھ بیرسٹری کو فروغ دے رہا ہے ممکن ہو کہ میرا جگر پارہ میرا ہو رہے اللہ عمر و اقبال میں برکت دے اور کامیابی کا سہرا میرے سہرے کی طرح ہمیشہ اسکے سر رہے۔ آمین

اِس مرتبہ معاملہ آخر ہے آپ ہی پر سب بار ہے۔ مجھ سے اپنے لئے تا کفن کی بھی تدبیر نہیں ہوسکتی، بعد تعطیل آ ؤ ن گا اور خود کو مع کاغذات آپ کے سپرد کردون گا لکھنؤ مین قیام کی صورت تو ہے جناب راجہ صاحب بہادر فرما چکے ہین وہان کہا ئینگے کیا اس مشکل کو بھی سرکار آسان کردینگے۔ آپ کی توجہ بھی شریک حال رہی تو کام بنا رکھا ہے۔ "بنا رکھا ہے" لکھ کر اس ردیف و قافیہ کا مقطع یاد آگیا۔

خوف کیا حشر کا دن رات پیو خوب ریاضؔ
دیر توبہ کی ہے سب کام بنا رکھا ہے

اِس مرتبہ حاضر ہو کر مقدمہ کے ساتھ دیوان کا معاملہ بھی طے کرنا ہے۔ دنیا ہو نہ ہو ریاضؔ ہو اور ریاضؔ کا شفیق۔ مولانا نجیب اللہ صاحب کو سلام شوق۔

ریاضؔ خیرآباد

۲۵ دسمبر ۱۹۲۰ء

سید مقبول حسین صاحب وصل بلگرامی کے نام

مقبول نا مقبول۔

سخت اذیت رسان ہوا۔ قافیہ بدلکر اس قدر اصرار کے ساتھ تکلیف دینا کیلئے تھا جو بصورت دوست کے بجا خر نے اٹھانا اسلئے ہے کہ اسکا تعلق کسی ایسے شخص سے ہے جو ریاضؔ کی طرح ایک دنیا کو محبوب ہے۔ مین کل ایک تار کے جانے پر لکھنؤ آیا، امیر خلف وسیم سے معلوم ہوا کہ ۲۶۔ فروری کو گاندھی صاحب کے جلسے مین شریک ہونے مولانا بھی آئینگے تم لکھتے ہو زندہ رہا اسکا تم سے اچھا رہا تو ۲۸ کو لکھنؤ آکر روانہ گورکھپور ہون گا۔

مین ڈر گیا مولانا بھی آتے ہین نامعقول دوست کے حکم کی تعمیل نہ ہوئی تو مولانا کے آنے پر یہ مجھ سے بُری طرح پیش آئے گا۔ شب کو فکر کی اچھے بُرے شعر کہے۔ اس وقت بھیج رہا ہون۔

نامعقول دوست، نامعقول ردیف، وقت کم، دماغ بیکار۔

خدا کرے سراپا ناز دوست کو پسند آئے، ارے کمبخت تیری صورت بُری ہے۔

تو معاوضہ مین کوئی اچھی صورت دکھا دیا کر۔ ریل کے واقعہ سے شکایت کی تلافی نہین ہوتی بڑھاپے نے اعتبار قائم کر رکھا ہے۔ ریش مبارک جناب بھی نہین کہ کسیکو بدگمانی کا موقع ہو، خدا کرے اب بالکل صحت ہو، کوئی شکایت باقی نہ ہو۔ مولوی صاحب آئے تو ان کو مین گورکھپور جانے کے لئے ساتھ نہ دے سکون گا، شائد تمھارے پہونچنے پر پہنچ جاؤن۔

اتنا شوق ہے کہ مولانا کی صورت دیکھ لون، بات کرنے کو ان سے جی نہین چاہتا حالانکہ صورت سے زیادہ مزا انکی باتون مین ہے لیکن بزم مین جب تک تجھ سا بیدرد رقیب نہ ہو کچھ لطف نہین، خدا کرے وہ ہون اور تم ہو۔ ع

مین بھی اگر نہون تو کچھ ایسا حذر نہین

بہت تکلیف مین گزر رہی ہے۔ آخری زندگی کے دن کاٹنا مشکل ہو گئے ہین اللہ خاتمہ بخیر کرے۔

تمھارے ناز اٹھانے والا

ریاض

گورکھپور ۲۳۔ فروری [illegible]

مولوی سید سبحان اللہ صاحب رئیس گورکھپور کے نام

مولانا تسلیم۔

کل کارڈ میں کیا لکھ سکتا تھا۔ اُس کا عدم وجود برابر۔ ابتک پاؤں میں لنگ ہے ورم ہے، ورنہ بہت پہلے آستان بوس ہو چکا ہوتا۔ پرستش نہو تو پروا نہیں، جاؤں اور جھڑک دیا جاؤں تو اثر نہیں، سگ در کو غیرت سے کیا کام، یہ وصل بہت ہی نکما آدمی ہے، مجھے اطلاع دیتا تو میں ضرور لکھنؤ سے ساتھ ہو لیتا۔ بلکہ میں تو لکھنؤ میں موجود ہی تھا۔

وصل نے کارڈ میں لکھا "سنا ہے گلچین جاری ہوگیا" آپ کو توجہ ہوئی تو ضرور انشاء اللہ جاری ہوگا۔ وصل کی مستعدی کی ضرورت ہے۔ چھپائی اچھی ہو۔ کمیٹی کی ضرورت ہے کہ ترتیب اچھی ہو، کلام اچھا ہو، کلام کے لئے دستہ دواقف کو خطوط میں زیادہ وقت صرف کرنا ہوگا۔ لکھنؤ کی مختصر پارٹی انکی تحریک سے مستعد ہو جائے گی۔ وصل کو بھی فراہمی کلام کے لئے تکلیف کرنا ہوگی۔ مضامین کے لئے تلمذ۔ فاروقی۔ کامل یہ پرچہ کو چار چاند لگا دینگے شعراء کے منتخب کلام کے لئے بھی کمیٹی ہوگی۔ صدر آپ مسٹر فاروقی مسٹر کامل مسٹر وصل مخصوص اراکین، انکے سوا جنہیں آپ بڑھا لیں، یہ سب کچھ ہوا تو گلچین معرکۃ الآرا پرچہ ہو جائے گا۔ شعراء کی اشاعت چند روز میں لازمی۔ یونی ورسٹی دکن سے تعلق ہو جانے تو بعید نہیں مگر یہ سب کچھ آپ کی توجہ پر منحصر ہے مصرع طرح جو دیا گیا ہے، بہت ہی شگفتہ زمین ہے شعراء پوری قوت صرف کرینگے اگر کریں تو ان کی حوصلہ افزائی کے لئے اور تدبیریں بھی ہیں۔

پہلے نمبر کے لئے جناب کی طرف سے اعلان کر دیا جائے کمیٹی کلام کا انتخاب کر کی
خاص شعرا اپنا کلام خود منتخب کر کے بھیجیں پہلے نمبر کے لئے یہ خصوصیت ہے جس شاعر
کی غزل انتخاب میں سب سے اول رہیگی مبلغ سور وپیہ مولوی محمد سبحان اللہ خانصاحب
مربی گلچین کی طرف سے بطور صلہ کلام پیش کیا جائے گا اسیطرح سالانہ ہر سال کے پہلے
نمبر کے واسطے ایسا ہی اعلان ہو اور اگر ہر پرچہ کے لئے ہو تو شاید ہی کوئی شاعر ایسا نکلے
جو پوری قوت گلچین کی ہر طرح میں نہ صرف کرے اسلئے نہیں کہ صلہ ملے گا - بلکہ فیصلہ
کی اشاعت اخبارات میں بھیجیں کرے گی - دیکھئے تو بازار سخن میں کسقدر گرمی پیدا ہوتی باقی
سے - یوں فی دستی سے بھی خدمت زبان کا یہ کام اس طرح نہیں ہو سکتا جسطرح آپ کے
مربیانہ تعلقات پر گلچین کو رکھیدہ ہے -

اگر آپ اس قدر اہتمام توجہ خاص کے ساتھ اپنی ضروریات کے لحاظ سے نہ رکھ
سکیں تو معمولی طریق پر گلچین جاری ہونے دیجئے اگر ترقی کر گیا تو خیر ورنہ -

چشم با بیاراین خواب پریشان دیدہ

وصل کے غمزے اٹھانے کے لئے ہر طرح ہمیں گلچین کو تیار رہنا چاہیئے ورنہ
کام نہ چلے گا وہ ہے بڑے کام کا شخص مگر کسیقدر رعونت کو لئے ہوئے - ایک بات اور
خیال میں آئی مشاعرہ ہو چکا ہے لکھنؤ کے بعض بے فکر و خوش فکر بھی پہنچ گئے تھے -
احسن آ گئے تھے ، وسیم و واقف نے بھی غزلیں کہی ہیں آپ سب کے کلام پر نظر ڈال کر
بہ شرکت وصل و وسیم و واقف (یہ تینوں دا خوب ہیں) چوٹی کے دو چار شعر متفرق یعنی
مختصر مضمون کے ساتھ دے دیجئے اسلئے کہ جن شعرا نے ابتک فکر نہیں کی ہے وہ غزل
کہیں اور جو کہہ چکے ہیں وہ بھی گلچین کی اشاعت تک تازہ فکر سے کام لے سکتے ہیں شعرا

کے ابھارنے کی یہ بھی ایک صورت ہے۔

خیر اب میں اس قصہ کو ختم کرتا ہوں گلچین جانے اور اسکے ساتھ تعلق رکھنے والے ہماری دولت تو آپ ہیں (اگو رکھپور والی پرانی دولت نہیں آپ کے بچپن کی بات ہے) نہ وہ دولت جو ایمان فروش وصل نے بالائو کے اسٹیشن پر مجھے دکھائی تھی تعلق اس کا بھی گورکھپور سے تھا۔ ہر فتنہ کہ می خیزد از کوئے تو می خیزد۔ میں آپ کو سب سے الگ کر کے دولت دیں کہدوں سہ

پاتا ہوں اس سے داد میں اپنے کلام کی
روح القدس اگرچہ مرا ہمزبان نہیں

معاف کیجیے گا اس تعریف سے مرتبہ آپ کا بہت زیادہ بڑھا مگر کچھ گھٹا بھی یعنی آپ میرے ہمزبان نہیں، روح القدس تک شعر بالا میں مجھے غالب کا ہم خیال سمجھئے، اپنے لئے، بعد کا ٹکڑا غالب کا ہے۔ مجکو آپ کو اس سے واسطہ نہیں۔ غزل کل ہی بھیجا چاہتا تھا۔ مگر آغاز بھلا کا رڈ سے مفلسی میں ایک پیسہ کا نقصان بھی نکلے کے گھاؤ سے کم نہیں، آج بھی چاہتا تھا کارڈ پر دو ایک شعر لکھ بھیجوں اور اگر گورکھپور جانے میں دیر ہو تو یونہی کارڈ بھیجتا رہوں مگر آپ اُن لوگوں میں ہیں کہ مجھے برا کہیں تو بھلا معلوم ہو۔ بغیر غزل بھیجے جی نہیں مانتا سہ

جی نہ مانا حضرت ناصح کو آتے دیکھ کر
کچھ یونہی تھوڑی سی پی لی دل لگی کے واسطے

غزل کے زیادہ اشعار میں آپ کی نازک خیالی اور اپنی جوانی کے مختص واقعات سے فائدہ اٹھایا گیا ہے، خدا کرے آپ پوری غزل پسند کریں ورنہ حوصلہ پست ہو جائے گا۔

اور آیندہ کے لیے عرش پیما فکر پست ہو جائے گی۔

مجھکو نظارہ الگ سب سے میسر ہوتا	ہوتے سب خلد میں میں خلد کے باہر ہوتا
محفل وعظ میں واعظ نہ مرے سر ہوتا	عوض شیشہ اگر ہاتھ میں پتھر ہوتا
حشر ہی حشر کوئی قتلگہ ناز نہیں	آج کیوں منہ ہی لگے ہاتھ میں خنجر ہوتا
اسکے ہر گوشے میں ہوتا شرر برق کا رقص	میں تو میں کوئی نشیمن میں اگر پر ہوتا
(آئینہ ہی کی طرح دیکھتے ہم بھی شب وصل	منہ ہمارا بھی ترے منہ کے برابر ہوتا)
چل سکا زور جنون کچھ نہ ترے دامن سے	دھجیاں اڑتیں اگر دامن محشر ہوتا
زندگی آٹھ پہر لطف سے کٹتی قاتل	سانس کی طرح رواں سینے میں خنجر ہوتا
گھر جسے کہتے ہیں میرا کوئی زندان ہوگا	در و دیوار نہ ہوتے جو مرا گھر ہوتا
بار ہوتا نہ شب وصل نزاکت کو تری	لب ترا شل تبسم ترے لب پر ہوتا[1]

جوانی کا واقعہ ہے ۶

پچھلی چوری یہ نہ پوچھو رات کیا کرنے کو تھے

ایک نامحرم نازک سے لب پر اس طرح آہستہ لب رکھنا چاہتا ہے کہ سونے والے کو حس نہ ہو ورنہ قطعًا خون کا خوف ہے۔ معاذ اللہ ۔

ایک چلو کے نہیں کوثر و تسنیم ریاض (مبالغہ)
خاک اڑتی جو لب خشک مرا تر ہوتا

دعاگو ریاض

۲۰ نومبر ۱۹۲۰ء

[1] یہ شعر واقعی لیا ہے (مولف)

مکرمی شکریہ!

ذرا سا کارڈ۔ کارڈ میں تین سطروں میں سطر میں چار حرف۔ حرف جنکی خط میں نہ مجھ سے پڑھا گیا نہ دوسرے سے۔ برابر کا جواب میرا خط نہ آپ پڑھ سکے نہ مولانا، ایک کاغذ کی چٹ اور ملی تاروں کے ساتھ جن میں تاریخ کی تاکید تھی، صادق کا تار خاص بات کے لئے تھا جس سے کسی فائدے کو تعلق نہیں۔ وسیم نے بھی تاریخ کے لئے اصرار کیا تھا۔ تاریخ سے مجھے مناسبت نہیں۔ پھر تاریخ حمد کے دیوان کی۔ مجھ سے مراسم نہیں مگر وہ وصل کے واجب التعظیم۔ وصل کی عظمت میرے دل میں۔ ننگ آمد و سخت آمد۔

ریش در دستِ وصل میدارم

کام خاموشی، نام لسان الملک، نام کا پاس کچھ کیا ہوتا۔ تعمیل ارشاد ازبس مشکل مگر یہ ڈھارس ہو کر غلطی کی اصلاح مولانا اور وصل فرمالینگے۔ بہرحال قطعہ تاریخ موزوں کیا، وصل قطعہ کے مالک بلکہ ریاض کے بھی۔

آپ نے [illegible] صاحبوں کا حال نہیں لکھا۔ قیمت کتب کا جواب نہیں دیا، کتابوں کے مالک [illegible] صاحب۔ یہ سجادہ نشین حافظ محمد اسلم صاحب کے چچا ہیں [illegible] آیا [illegible] پاتے ہیں، خاص ضرورت سے کتابیں مجھے دیتا۔

ان چاروں کتابوں میں ایک تصوف میں ہے جو بہت ہی گران مایہ۔ قیمت اسکے رجوں سے ظاہر ہوتی ہے جو اُسی کتاب پر تحریر ہے۔ انکو خیال ہے کہ مولانا مطلوبہ قیمت [illegible] زیادہ [illegible] تجویز فرمائینگے۔ مطلوبہ قیمت ؏ اگر اس سے قیمت کم تجویز ہو تو چاروں کتابیں واپس۔

میرا امکان مجھ سے زیادہ بے سکت ہے ؏

اس سے گر کر اٹھا نہیں جاتا

قطعہ تاریخ تعریف کے قابل نہو جب بھی خوب تعریف کیجیے مصرع شعر جو ناپسند ہو
خارج کر دیجیے۔

وصل صاحب موجود ہوں تو سلام کہیے اور یہ بھی کہ غزل جلد واپس بھیجدینگا

بلله الحمد آج دیوان حمد کا شائع ہوا	ہر فرشتے کی زبان پر آج ہیں اشعار حمد
شعلہ جو اٹھا بنا اٹھتے ہی وہ قندیل عرش	کسقدر بھڑکی ہوئی ہے آتش گلزار حمد
دلکش انداز بیان حسن بیان یوسف فریش	مصر والے آ کے دیکھیں گرمی بازار حمد
ناخن دست حنائی کا یہ تیغی ہے جواب	چٹکیاں لیتی ہے دل میں شوخی گفتار حمد
رہنما راہ سخن میں آپ کے نقش قدم	بحر کے بیرو نگر سب سے جدا رفتار حمد
کور دہ کیا تو شہر کھیلی ہوئی ہے شہر شہر	بزم فردوس سخن میں جو ہے انوار حمد
عرش پیما ہیں سمند فکر کی جولانیاں	کس ہوا میں ہے زمین پر ابلق رہوار حمد
رنگ و بوئے حسن میں ہر ایک سے شوخ رو	ایک کانٹے کے تلے ہیں سب گل گلزار حمد
موتیوں سے بھر دیا دامن زمین شعر کا	ابر گوہر بار ہیں افکار گوہر بار حمد
صاف ہیں بے عیب ہیں خوش آب ہیں انمول ہیں	جوہری دیکھیں ذرا آکر در شہوار حمد
کاغذ اچھا حرف روشن نور کا چھاپا ریاض	اترے شیشے میں پری بنکر بلند افکار حمد

میں نے برجستہ کہا مصرع پئے تاریخ طبع
ڈھل گئے ہیں نور کے سانچے میں سب اشعار حمد

۱۳ ھ ۷۰

مؤلف کے نام

خیرآباد - ۱۹ جولائی ۲۳ء

پیارے صفدر -

اسی وقت آپ کا پیارا خط ملا - اسی وقت جواب لکھتا ہوں ؎

رقابت اب نہ دونوں سے وہ پروانہ ہو یا بلبل
عیاں کیونکر کرے گلگیر اپنے سوز پنہاں کو

گلگیر کی ہستی کا انحصار گل شمع پر ہے اسے ترجیح پروانہ و گل پر اسلئے ہے کہ دونوں کے لئے شمع و گل کی عدم موجودگی میں اور بھی مشاغل ہیں، گلگیر کی رقابت پروانہ و گل سے اسکے سوز پنہاں کا باعث ہے - پہلے شعر میں کہ بزم یار انجمن بھی ہے اور چمن بھی یعنی ؎

یہ گویا انجمن بھی ہے چمن بھی کیا عجب اس کا
جو لے منقار میں بلبل گل شمع شبستاں کو

چمن ہونے سے گل شمع نے گل گلشن کی صورت اختیار کر لی ہے - اسے بلبل کا منقار میں لینا عجب کی بات نہیں - یہ شمع گل گلشن کے خوش رنگ بلکہ آتش رنگ ہے پروانے شمع پر نثار ہو رہے ہیں اور بلبل شمع و گل شمع کو شاخ گل و گل شاخسار سمجھکر ٹوٹے پڑتے ہیں - دونوں کی بے قرارانہ حالت گلگیر کو آتش رقابت کے انگاروں پر نہ لٹائے تو کم ہے -

میں تو اس شعر کا مطلب یہی سمجھا اگر کوئی نہ سمجھے تو نہ سمجھے اور آپ کو اس کی سمجھ پر اختیار نہیں ہے -

آپ لکھتے ہیں کہ مندرجہ ذیل مطلع پر بھی اعتراض ہے اگر کوئی پہلو اعتراض کا میری سمجھ میں تو نہیں آیا - میں آپ کے مطلع کو لاجواب سمجھتا ہوں - شاید ہی اس سے اچھا مطلع

کسی کا ہو سکے

کشش نگاہ مین اور تشنگی بلا کی ہے

ادھر ہے جام ادھر آنکھ پارسا کی ہے

جام و چشم پارسا کیا برابر کی بات ہے۔ بلا کی تشنگی نے نگاہ پارسا مین کشش پیدا کر دی ہے۔ وضع پارسایانہ جام کی طرف ہاتھ بڑہانے کو روکتی ہے۔ اور بلا کی تشنگی کشش نگاہ سے پردے پردے مین اڑنے والی نازک شے لطیف پر اثر ڈال کر خدا جانے کیا لطف اٹھانا چاہتی ہے

معترض کو اختیار ہے مطلع کے ساتھ آپ کو دعا دیجئے اور آپ کے ساتھ مجھے بھی سن

تحسین ناشناس کا صائب ہے شکوہ سنج

نفرین ناشناس کا ہم کیون گلا کرین

نکتہ چینی کام کی چیز ہے۔ نکتہ چینی کی قدر کیجئے۔

والسلام

ریاض

پیارے صفدر

مجھے موقع نہین ملا کہ غزل دیکھتا۔ آج قاضی تلمذ حسین صاحب سے ملنے آیا مین نے سرسری طور پر آپ کی غزل دیکھی۔ خوب خوب شعر کہے، دونون مطلع نہایت نازک ہین بطور خود ہی ہر شعر کو سمجھ لینا پرکھ لینا۔ اس خط مین بھی آپ نے ذکر نہین لکھا کہ آرزو و انجم، رشید جاوید و دیگر حضرات کی غزلین آپ نے روانہ کین یا نہین، عارف صاحب کی غزل ممدوح سے بجبر لیکر بھیجئے۔ الگ نیاز نامے مین چند حرف ہین عارف صاحب کو دکھا دیجئے گا۔

گلچین میں بہت تاخیر ہوئی۔ میں یقیناً اسی خیال سے چار روز میں خیرآباد جاؤنگا اور تم کو اطلاع دوں گا۔ خود بھی لکھنؤ آؤں گا زیادہ تر اسلئے کہ عارف صاحب سے میں تمہارے لئے کہدوں۔

مولوی سبحان اللہ صاحب کے یہاں تقریب بیاہ بیمانہ پر مع کامیابی ختم ہوئی تمہاری تاریخ مہدارح کو مل گئی تھی، خدا کرے گلچین اتنی ترقی کرے کہ تم کو اسکے سوا کسی سے غرض نہ رہے

تازہ کلام کہاں سے لاؤں کس عالم میں ہوں کچھ نہ پوچھیے، قصد لکھنؤ کا تھا جانا پڑا گورکھپور۔ واپس آیا تو غیر مطمئن دل و دماغ دونوں بیکار ضعف پیری، مقدمہ کی فکر، احباب کی فرمائشیں، کاموں کا ہجوم۔ ہر کام کے لئے روپیہ کی ضرورت، آج ہی ایک دوست کی فرمائش سے چند شعر موزون کئے، تمہیں بھی دو ایک شعر لکھے دیتا ہوں، مطلع سنو

مجھے دیکھا تو توبہ کیدی الگ پیر مغاں رکھدی
پرانی دوستی بھی طاق پر اے مہرباں رکھدی

خدا کے ہاتھ سنتے بکنا نہ بکنا مے کا اے واعظ
برابر مسجد جامع کے ہم نے بھی دکاں رکھدی

ریاض

۲۰ فروری ۱۹۱۷ء گورکھپور

پیارے سفدر۔

اگر ابھرے بھی حشر آ کے تو رستے، تو نقش ثانی ہے
قیامت جو اٹھائے وہ تری اٹھتی جوانی ہے

خواجہ صاحب کو خوش کرنا ہے تو مطلع یوں بدل دیجئے، صاف ہونے سے کوئی کچھ نہ کہہ سکے گا ''آسماں سے ہم'' یہ غزل ملفوف ہے، رمضان علی کو ایسی ہی مجبوری ہو گئی تھی کہ

آپ کو پریشان ہونا پڑا۔ وہ مکرر آپ سے مل کر آئے۔ کام کچھ نہ بنا۔ مصلح سنگ کی ضرورت نہیں زبردست کاپی نویس جو پتھر کی بھی وقت ضرورت دیکھ بھال کرلے مطلوب ہے۔ جو کاپی نویس ایک مہینے سے میرے پاس تھے گلچین بھیجنے پر آپ اِن کا خط دیکھیں گے اگر اتفاق کہ وہ دہلی جانے پر مجبور ہیں۔

کسی مشاعرے میں تو میں شرکت ہی نہیں کرسکتا اگر احسن کے بلانے پر میں اُنکے آستانے پر جاتا ضرور لیکن اِس حادثہ کی وجہ سے کہ لڑکی میری بھانجی ہے نہیں جاسکتا، آپ جاسکیں تو جائیں۔ آرزو کے مشاعرے میں بھی شریک ہوں۔ آپ کہیں جائیں گلچین کو آپ کے جانے سے ضرور فائدہ ہوگا۔

آرزو کے مشاعرے کی غزل مجھے بھیج دیجئے میں اپنی حالت بیان نہیں کرسکتا۔ ضعف پیری سے نہ کام ہوسکتا ہے نہ دل و دماغ پر قابو ہے۔ گلچین کی وجہ سے کام اتنا بڑھ گیا کہ رات دن نجات نہیں۔

جالب صاحب سے آپ ملے ہوں گے اب پھر مٹے اور جس پرچہ میں نوٹ شائع ہوا ہے مجھے بھیج دیجئے اور اُن سے کہئے حسب وعدہ نہ آپ نے پہلے "ہمدم" میرے نام جاری کیا نہ اب گلچین کے پہنچنے پر بھیجا اگر بھیجتا ہو تو صاف لکھدیں۔ میں جانتا ہوں وہ ان کاسا ہیں ملازم نہیں پھر واقعی حالت لکھ دینے میں کیا تکلف ہے سب سے زیادہ وہ یہ شکایت کہ غزل نہ بھیجی، اس سے زیادہ کیا تحمل ہوسکتا ہے کہ گلچین کے لئے وسط کا نوٹ تک نہ لکھا حالانکہ اسکے لئے مجھ سے بہت کچھ کہا تھا، اب اُسکے متعلق بھی وہ کچھ نہیں ظاہر کرتے آخر یہ مضمون کیا ہے۔

نقاد واقعی بہت اچھا نکلا، خصوصاً مہدی کا مضمون، نقاد میں یہ غزل بھیج دیجئے،

"آسمان سے ہم" خواجہ عشرت کا دلی شکریہ ادا کیجئے اُن کا مضمون پہونچ گیا۔ جواب علیحدہ لکھوں گا۔

یک الف بیش نہین صیقل آئینہ ہنوز
چاک کرتا ہون مین جب سے کہ گریبان سمجھا

یعنی مین جب سے گریبان کو گریبان سمجھا جب سے اُسے چاک کیا کرتا ہون، حاصل یہ ہے کہ جب سے مجھے اپنا سلیقہ ہوا کہ تعلقات دنیا مانع صفائے نفس ہین، جب سے مین نے دنیا کو ترک کیا، مگر اسپر بھی آئینہ دل صاف نہین ہوا، بس ظاہر مین جو آزادون کے سینے پر ایک الف کھنچا ہوا ہوتا ہے وہ تو ہے۔ صفائے باطن کچھ نہین حاصل ہوئی، اور گریبان تعلقات دنیا سے استعارہ ہے، اسوجہ سے کہ یہ دونون انسان کے گلوگیر ہین، سینہ پر الف کھینچنا آزادون کا طریقہ ہے۔ اور یہ مضمون فارسی والے کہا کرتے ہین اور ابتک نہین ہین بیان حصر کے لئے ہے مگر اردو کی نحو اس کی متحمل نہین یہ فارسی کا ترجمہ ہے۔

ریاض احمد خیرآباد

۲۳۔ فروری ۱۹۱۷ء

عزیز ی۔

۲۷ ستمبر ۱۹۱۷ء کا خط گورکھپور سے واپس آنے پر ملا۔ گورکھپور مین بہت وقت گزرا اور کار برآری بھی نہین ہوئی، چچا سید ولایت احمد صاحب کے انتقال کی خبر گئی فوراً واپس آیا ورنہ اور بھی قیام کرتا۔ مین اپنی پریشانیان بیان کرنے پر قادر نہین ہون۔ اللہ رحم فرمائے۔ "آیا رآئے" یہ مطلع اچھا ہے، میرا قصیدہ سُن لینے سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ ادائے بیان کے ساتھ سلسلۂ بیان سنبھلا رہا۔ مشاعرہ گوالیار کے خواب آپ لوگ

خوب دیکھ رہے ہیں۔ میں تو خواب پریشان سمجھ رہا ہوں تعبیر جو کچھ ہو۔ ۹ مارچ کو خنکی میں کہاں آگوالیار مشاعرہ کریں۔ دس پندرہ ہزار صرف کریں عقل میں آنے والی بات نہیں میرا جانا معلوم۔ خدا کرے آپ جائیں اور حضرت سے اجازت لیکر میرا قصیدہ پڑھیں۔ سلطان احمد صاحب واقف نے لکھنؤ غالباً چھوڑ دیا۔ آپ کے لطف سخن میں کمی آئی اور ہمارے ٹھہرنے کا کہیں ٹھکانا نہ رہا۔ آپ بطور خود غور کیجئے کہ لکھنؤ آنے پر ٹھہرنے کی جگہ کوئی ایسی نکل سکتی ہے کہ سلطان احمد واقف کے بالاخانے کا افسوس جاتا رہے۔ سلطان احمد نے آپکی تاریخ سنائی۔ ع

جو لفظ ہے دیوان کا وہ جان سخن ہے

لاجواب تاریخ ہے، اس سے کسی کا مصرع تاریخ نہیں بڑھ سکتا۔ ۱۹۱۶ء

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

میں نے بھی تاریخ بھیجی ہے خدا جانے جلیل کو پسند آئے نہ آئے، درج ہو نہ درج ہو نہایت ضیق فرصت میں قصیدے پر ایک نظر ڈالی، صاف کرکے بھیجتا ہوں۔ خارج میں "ج" گرتا ہے، دوست کی "ت" کی طرح، خیر مضایقہ نہیں، مجھے خط جلد جلد بھیجتے رہیے اگلچین کے لئے مصرع طرح جلد بھیجونگا۔

ریاض

صفدر صاحب

آپکی نظم سالگرہ ملنے کے بعد زیادہ تر وہ میں مبتلا رہا لکھنؤ ہوتا ہوا ہردوئی گیا، وہاں سے بریلی، مراد آباد اب واپس آیا مقدمہ کے تعلقات۔ ہر وقت تازہ فکر۔ سیتاپور کی نوادوش۔ اتوار کو خداوند نعمت راجہ صاحب سیتاپور آگئے مجھے بھی سیتاپور کی مجلس میں شریک ہونا پڑا کیونکہ راجہ صاحب تو تصنیف مرثیہ پڑھنے کیلئے

تشریف لائے بہت بڑا مجمع تھا، نسیم صاحب بھی تشریف لے گئے تھے۔ مرثیہ کے مضامین کا کیا کہنا، کوئی اس مرتبہ کا کہنے والا اس وقت نہین، ایک ایک بند ایک مرثیہ تھا، نئے سلام کا ایک مطلع سنو ـ

حشر کے دن خاطر مداح سرور دیکھنا
خود بڑھے گا میری جانب حوض کوثر دیکھنا

کتنا اچھوتا اور نیا خیال ہے سبحان اللہ

کل دوشنبہ کو مین نے آپ کا قطعہ دیکھا سالگرہ کا قطعہ اور کہین سے سالگرہ کا ذکر نہین، ہوتا کیونکہ اس بحر مین لفظ سالگرہ آ ہی نہین سکتا تھا۔ اب قطعہ دیکھکر بھیجتا ہون لیکن ستم ہوگا اگر اشعار کے مرتبے کے موافق آپ کو صلانہ ملا۔ یہ قطعہ تو اس قابل تھا کہ حضور نظام کی تقریب سالگرہ مین جلیل صاحب بہ خاص تقریب پیش کرتے تو خدا جانے کیا ہوتا۔ اب جلیل صاحب کو آپ لکھئے کہ اگر خدا نخواستہ کافی صلانہ ملے تو آپ کسیطرح یہ قطعہ مجھے واپس فرما دین یعنی دفتر مین یہ تہ رہنے پائے کہین دربار نظام مین اس کے ذریعہ سے قسمت آزمائی کرون۔

سالگرہ کے متعلق کہین مضامین ایسے نکل گئے ہین جو اردو و فارسی مین میری نظر سے اس لطافت کے ساتھ نہین گزرے [illegible] اب جلیل کو یا مجھے نصیب ہوسکتی ہے۔ خدا کرے آپ کو ویسا صلا ملے کہ مین خوش ہو جاؤن۔ ورنہ حضور نظام کی سالگرہ کے موقع پر جلیل سے پیش کر دیا جائے۔ خدا کرے خورشید اور اس کی اماں دونون اچھے ہون۔ ہمدم کے دفتر سے تعلق اب ہے یا نہین۔ آج منشی رمضان علی کو لکھنؤ سے نے بھیجا ہے کہدیا ہے کہ آپ سے بھی ملین، عارف صاحب کو سلام شوق۔

ریاض احمد۔ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۸ء

کرمی -

کل خط آپ کو بھیجنے کے بعد طبیعت خراب ہو گئی - دو وقت سے غذا نہیں ہوئی چھ سات دست آ گئے ہیں ضعف بڑھ گیا ہے، کوئی کام نہ کر سکا - چونکہ آپ کو لکھ چکا تھا چند شعر ایسی حالت میں موزوں کئے آپ تو داد دیں ہی گے لطف جب ہے کہ تمام سربرآوردہ شعرائے لکھنؤ سے داد لیجئے - اُمید تو یہی ہے کہ مشاعرے میں سب کو تسلیم خم کرنا پڑیگا میں نے اسی وقت اخبار میں بھی غزل شائع کرنے کو بھیج دی ہے - یہ غالباً بعد مشاعرے موقع سے شائع ہو گی -

آپ یوں میری غزل نہ پڑہیں جب تک اہل مشاعرہ خود بتہ اصرار فرمائیں - مشاعرہ میں داد ملنا نہ ملنا موہوم ہے - مشاعرے کے عوض آپ ہی سے داد ملنا کیا کم ہے بشرطیکہ اشعار داد کے قابل ہوں ممکن ہے محض یہ خیال خبط میرا ہی ہو مشاعرے سے قبل کسی کو نہ سنائیے گا -

ریاض - ۲۰ اپریل ۱۹۱۴ء

عزیزی -

دونوں صاحبوں کی تحریریں ملیں - دا آخر سے جی خوش ہوا شوق صاحب کے تمام ارشادات کی تعمیل ہو گی - اس مرتبہ ضرور ملوں گا عارف صاحب سے بھی - اس طرح میں کوئی اور چھپا ہے کسی کا شعر سنا ہو تو مجھے بھی لکھیئے گا -

عشرت صاحب سے دریافت کیجئے، امیر مرحوم کا ایک مصرع ہے -

دیوار کو وہ دے گئے چھلا نشانی کا

دیوار کو چھلا دینا معماروں کی اصطلاح میں کچھ ضرور ہے - دریافت کر کے لکھ بھیجئے ممکن ہے

دیوار میں چھلارہ جانا کچھ ہو کچھ یونہی خیال تو آتا ہے کہ کان آشنا ہیں۔

ریاض

صفدر صاحب۔

آج آپ کی غزل روانہ ہے۔ آپ نے مطلع میں دلکشی لکھا ہے۔ یہ لفظ اگر دلچسپی کی طرح آپ نے اساتذہ کے کلام میں دیکھا ہو تو لکھئے ورنہ جدید ساختہ لٹریچر کی تقلید سے احتراز کیجئے آپ کی غزل اس زمین میں خوب ہے۔ دیکھوں اور شعرائے لکھنؤ کیا کہتے ہیں۔ میں غالباً کل تو نہیں پرسوں انشاء اللہ روانہ ہوں گا۔ آغا صاحب میرے ساتھ ہوں گے۔ کہاں ٹھہروں گا کچھ خبر نہیں۔ آپ کا گھر میرے لئے بے تکلف جگہ ہے مگر کام کے لحاظ سے بہت الگ۔ اسٹیشن پر اگر آپ مل گئے تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔ عارف صاحب کی نشست کے کمرے چھوڑ کر الگ کوئی چھپر ہوتا تو میں اچھا رہتا۔ اسٹیشن پر فیصلہ کیا جائے گا، اگلی صبح کو اگر کوئی امر مانع نہ ہوا تو اگلی صبح کو انشاء اللہ آؤں گا۔ آپ لکھتے ہیں کہ فلک منزل کے مشاعرے میں سر برآوردہ شعرائے لکھنؤ نے لوٹ کے فکر کی ہے۔ مگر میں نے آپ کی غزل بھی دیکھی، ماشاء اللہ کیا کیا شعر نکالے۔

بس یہ ہوا کہ حشر میں اک گرد سی اٹھی

سب فتنے انکی ایک ہی ٹھوکر کے ہو گئے

بالکل اچھوتا اور نیا خیال ہے اور اشعار بھی اسی مرتبے کے ہیں امید تو ہے کہ مشاعرہ آپ ہی کے ہاتھ رہے۔ تمہارے اصرار سے میں نے بھی چند شعر موزوں کئے۔ غزل کل تک روانہ کروں گا دو ایک شعر سن لو

دامن میں اب شباب کے وہ داغ ہیں کہاں	جب بال تک سپید مرے سر کے ہو گئے
جوش آئینہ ہو شباب کا دھبے کی شکل کیا	جب بڑھ کے طفل اشک برابر کے ہو گئے

صرف تمھاری خاطر سے مین نے یہ غزل کہی ورنہ اس پریشانی اور بدحواسی مین فکر سخن کا کیا موقع تھا۔ خدا کرے فلک صاحب کے یہان تمھین استقلال و اطمینان ہو۔ دعا کرتا ہون۔ عاشق صاحب کی بیماری نے سخت پریشان کیا۔ کل ہی اُن کو بھی خط لکھا ہے۔ مگر اسوقت تک بیدرد درد کا حال معلوم نہ تھا۔ اب آج پھر خط بھیج رہا ہون۔ بقیہ غزلین بھی جلد بھیجئے اور ہمدم کا پرچہ بھی میری نظر سے ابتک نہین گزرا۔ جالب ہمدم نہین بھیجتے آپ اُنسے کہکر جاری کرا دیجئے۔ یہ پرچہ جو آپ کے پاس ہے فوراً بھجوا دیجئے۔

ریاض احمد خیرآباد

۱۰ مئی ۱۹۱۷ء

عزیزی۔

۲۸۔ اکتوبر کا خط ملا۔ آپ نے لکھا پرچے سب روانہ ہو چکے۔ مین نے اپنے پرچے مین بنا لیا مجھے یاد نہ آیا کہ یہ فقرہ آپ نے کس تصحیح کے متعلق لکھا۔ کیا وہ نظم جو "ہمدم" مین جلسہ سیتاپور کے لئے شائع ہوئی۔ میرا مصرع تھا۔

خوشی کی لہر گئی دوڑ کر کہان سے کہان

ہمدم مین "دوڑ اب" چھپا ہے اُس کی تصحیح کروا دیجئے گا۔

بزم خیال کا انتظار ہے۔ اشتہار مرسلہ دلچسپ ہوگا۔ مہاراجہ پرشاد صاحب کے نام معنون کرنا نہایت مناسب تھا۔ اس زمانہ مین ایسے لوگ بھی ہین جو اپنی حیثیت کے موافق قدر افزائی کرتے ہین۔ آپ کا دوسرا کارڈ ۳۰۔ اکتوبر کا بھی ملا۔ مین مہاراجہ پرشاد کا دلی شکریہ ادا کرتا ہون۔ انکی بے انتہا وقعت میرے دل مین ہے۔ خدا انکی عمر و اقبال و دولت مین ترقی دے۔ نہایت محبوب شخص ہین۔ دیوان کے لئے جو کچھ ایما ہوا مین نے اُسے قطعاً منظور کیا۔ مگر مین

اپنے مصائب و آلام کو کیا کرون - مین نے ایک طولانی خط اپنے دیوانہ وار خیالات کے جوش مین اُن کو لکھا ہے، جا بیجا کا بھی خیال نہین رہا - اُن سے استدعا کی ہے کہ سلطان احمد کے مقدمہ مین عقدہ کشائی اُن کے ناخن تدبیر سے ہو جائے تو مین گویا زندہ ہو جاؤن - دیوان بھی بآسانی چھپ جائے اور مجھے وہ اطمینان ہو جائے جو اپنی بقیہ عمر کی شاعری کے لئے چاہتا ہون اور جس کی مجھے حسرت رہی کہ مین اپنے طبعی مذاق کے شعر کہتا اور اُس کا کچھ مجموعہ قابل طبع ہو جاتا -

دیکھئے کیا جواب دیتے ہین - آپ کے جلیل صاحب مجھ سے کچھ کشیدہ معلوم ہوتے ہین - ایک غزل بھیجنے کے بعد پھر غزل نہ بھیجی نہ ابتک متعدد خطوط کا جواب دیا - مین نے لکھا بھی کہ اگر مجھ سے کوئی خطا ہوئی ہو تو معاف فرمائیے - اور تنبیہ کر دیجئے کہ آیندہ ایسی خطا نہ واقع ہو - مجھے انکے متعلق سب سے زیادہ اپنی کارروائی کا پاس ہے - خدا اُن کو اس سے زیادہ درجہ عنایت کرے تو میری خوشی کا باعث ہے - رہی دوسری صورت کہ موجودہ اعزاز نے اُنکے مزاج پر اثر ڈالا، تو مجھپر اس کا اثر کچھ نہین ہو سکتا ....

نہ اس کی کبھی پروا کہ مجھے اِن کی ذات سے کچھ فائدہ ہو نہ اعزاز کی لحاظ سے اُنکی شاعری کی وقعت سمجھتا ہون - مین نے یہ الفاظ اس لئے تحریر کئے کہ آپ اس خط مین ٹٹولئے کہ آخر اس کا واقعی سبب کیا ہے - وہ غزل کیون نہین بھیجتے ؟ جواب کیون نہین دیتے -

ریاض احمد

۷ - نومبر ۱۹۱۶ء

صدیق صاحب -

کل شوق صاحب کی غزل بھیج چکا ہوں - آج ۲۴ - کو آپ کی غزل روانہ ہے
اس وقت کمیشن بیان آیا ہے اس لئے بہادر کا سہ رہا ہے جس کی عمر ۶۰ کے قریب ہے فالج زدہ
ہے - دولت مند ہے کئی بیٹے معزز عہدوں پر ہیں - سچ کے لئے زبان نہیں کام دیتی جھوٹ
خوب ادا کر رہا ہے - خدا جلد ایسی ناپاک ہستی پر اپنا قہر نازل کرے -

آپ کی غزل اور شوق کی غزل دونوں بہت خوب ہیں - خدا کرے مشاعرے میں
پھلیں پھولیں - یہ شعر آپ نے میرے ڈھب کا لکھا جب پڑھتا ہوں حظ اٹھاتا ہوں - اللہ
کرے زور قلم اور زیادہ ہو

صبح کو پیار سے بچھڑے ہوئے شب بھر کے ملے
آئینہ رُخ سے ملا زلف ملی شانے سے

واقف کی غزل اب تک نہیں آئی - اب وقت نہیں - اچھے شعر منتخب کر لئے جائیں اُلجھے
ہوئے نہ ہوں جس غزل کے لئے تم اصرار کر رہے ہو اُس کا اس وقت صرف مطلع و مقطع یاد ہے
وہ کاغذ ہی نہیں ملتا جس پر چند شعر تم نے لکھنؤ میں لکھ لئے تھے -

مطلع

کبھی آسمان سے کبھی لامکان سے
مے گھر آ رہی ہے اونچی دکان سے

مقطع

رہا خوب ان جھنڈوں سے دولت تو لے لی
مروت نہ لی کچھ شفیق الزمان سے

مکرمی!

کارڈ ملا۔ دادلی ؎

کہئے نسیم صبح سے مجھ سے نہ پوچھئے
لڑیئے ہوا سے کیوں مرے گیسو بکھر گئے

اس شعر کی نسبت آپ دریافت کرتے ہیں کہ یہ شعر کس کا ہے۔ یہ شعر اُن بزرگ کا ہے جن کا مندرجۂ ذیل شعر ہے ؎

شاید کوئی بزرگ تہجد گزار تھے
مسجد میں آکے جیب ہماری کتر گئے

یہ شعر جو آپ تک پہنچا کیونکر پہنچا۔ مجھے حیرت ہو گئی۔ جو امور آپ سے دریافت کیے ہیں اُنکا جواب دیجیئے یعنی گلچین کس کس کو دیا جائے مشاعرہ کس تاریخ کو ہوگا۔ فلک منزل کے مشاعرے کی غزلیں کب تک آئیں گی۔ میرا قصد ہے کہ عید کے دوسرے روز ایکدن کو سندیلہ جاؤں۔ کیا آرزو صاحب وہاں ہیں۔ بلیں گے گلچین نمبر ۶ درچھپنا شروع ہو گیا ہے۔ جلد پہنچے گا۔ خواجہ صاحب سے کہئے مضامین جلد بھیجیں۔

سہل ممتنع اس نظم و نثر کو کہتے ہیں کہ دیکھنے میں آسان نظر آئے اور اس کا جواب نہ ہو سکے۔ کل حسن اتفاق سے کوثر صاحب بھی آ گئے تھے۔ میں تمھاری غزل دیکھ رہا تھا۔ اکثر اشعار انھیں بہت پسند آئے۔ اشعار مندرجۂ ذیل پر تو وہ تڑپ تڑپ گئے ؎

جو چھینٹ پڑتی وہ بن جاتی پھول اے قاتل
مرا لہو ترا دامن خراب کیا کرتا

صفدر صاحب۔ اس شعر کا دوسرا مصرع تو قیامت کا ہے پہلا مصرع بھی خوب ہے ؎

ملائی آنکھ جو ساقی نے مست ہو گئے رند

اب آپ کے دور میں جام شراب کیا کرتا

یہ بھی اچھا ہے خوبی یہ ہے کہ یہ عیب ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ میرا خط اور واپس شدہ غزل کل ۳ مئی کو نہیں پہنچے۔ ضرور پہنچے ہوں گے۔ ڈاک ملنے سے قبل یہ کارڈ آپ نے روانہ کیا ہوگا۔ واپس شدہ وی پی کی فہرست اسماء اور لکھے ہوئے کارڈ میں نے عارف صاحب کو بھیجے تھے عارف صاحب سے کہ ان کارڈوں میں کچھ لکھنے کا کام ہو تو انجام دیدیجئے۔

ناظم ناز کے مشاعرے کی غزلیں جب آپ روانہ کریں تو ایک مضمون بھی مجھے لکھ بھیجیں کہ کس وقت اور کس تکلف سے یہ مشاعرہ ہوا۔ کون کون مخصوص حضرات بلائے گئے تھے۔ کون صاحب شریک ہوئے کون نہیں۔ غرضکہ تصویر مشاعرہ کھینچ دیجئے۔ میں مضمون بطور خود گھٹا بڑھا لوں گا اور نامور شعراء کی بھی تعریف رہے جن کی غزل قابل عمدہ ہو جنکو داد ملی ہو۔

ریاض

۱۰ مئی ۱۹۱۰ء

عزیزی۔

آپ میری پریشانی اس سے سمجھ سکتے ہیں کہ آپ ایسے دلنواز دوست کو جواب دیکا یہ کارڈ آپ کو اطلاعی بھیجتا ہوں کہ پریشانی رفع ہو۔ کل پرسوں تک آپ کے خطوط کا تفصیل کے ساتھ جواب دوں گا۔ سہرے کے اکثر اشعار مجھے بہت پسند آئے۔ خصوصاً یہ شعر

ہالۂ ماہ میں سہرا ہے شعاعیں کیسی

چرخ لایا ہے کشتی میں لگا کر سہرا

غالب مرحوم بھی دیکھتے تو وجد کرتے

پردے پردے مین قیامت نے قیامت ڈہائی

ناپ کر لائی ترے قد کے برابر سہرا

بالکل اچھوتا خیال ہے۔ اس نازک خیالی کی داد اہل نظر دینگے۔ آپ کے قطعۂ تاریخ مین مصرع تاریخ نہایت بے تکلف اور لاجواب ہے۔ ع

آفتاب ابر کے پردے سے نکل کر آیا

مگر افسوس اس بحر مین احمد حسین کا نام نہ آسکا نہ آسکتا ہے۔ ع

ہے یہی لخت دل احمد یہی جان حسین

اس طرح احمد حسین علیحدہ علیحدہ آجاتے ہین۔ نام کا پہلو نہین نکلتا۔ اور اس طرح لخت دل احمد اور جان حسین کہنا نازیبا ہے۔ ع

کس کے آنے سے دماغ عرش برین پر ہے مرا

عرش کا عین گرتا ہے اور یہ معیوب ہے بعض وقت ایسے موقع پر خیال نہین رہتا۔ اور اکثر عین گر جاتا ہے۔ دوسری تاریخ مین مصرع تاریخ کے عدد صحیح ہین لخت دل کے معنی گو مجازاً بیٹے کے ہین۔ مگر لخت دل کا پیدا ہونا اچھا نہین معلوم ہوتا۔ دوسرے مصرع مین نور چشم والدین اچھا ہے۔ آپ اگر اعداد کی صحت پر پیروی کرین تو رہنے دین مگر کوئی خوبی نہین ہے۔ وہی مادۂ تاریخ کافی ہے۔ مگر اس کی بحر بدل کر پھر فکر کیجیے۔

میں انشاء اللہ پانچ چھ روز مین لکھنؤ آؤن گا۔ آپ سے ملون گا۔ تاریخ سے اطلاع دون گا۔ تسنیم صاحب سلام شوق کہتے ہین۔

ریاض

۲۶۔ اکتوبر ۱۹۱۶ء

پیارے صفدر!

خط کے جواب میں تاخیر ہوئی۔ طبیعت قریب قریب اب صاف ہے۔ تار آیا، نسیم صاحب
کے خویش کا انتقال سیالکوٹ میں ہو گیا۔ افلاس کی پریشانی ہے۔ یہ داغ اس پر قیامت۔ نقشا
مصارف کی فکر غرض کسی طرح روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچے تو سواریاں روانہ ہو چکی تھیں اب
وہاں سے خرچ مانگا گیا ہے۔ غالباً چار پانچ روز میں واپس آئیں گے۔ دونوں غزلیں
واپس بھیجتا ہوں۔ پہلے شعر کے معنی کیونکر صحیح نہیں ہے۔ اپنے بجائے پر لکھنے کی
ہمیشہ کوشش کیجیے چند روز میں عادت ہو جائے گی۔ اپنی سی کر گئے مرحوم پہلو ہی اجتناب
لازم ہے۔ ان میں نے اودھ پنچ کا وہ نمبر دیکھا جس میں ناطق نے یاس کی اور تمہاری
غزل کا موازنہ کیا ہے۔ ہر کو تنقید علم ادب کا ایک اعلیٰ جوہر ہے بشرطیکہ نقاد ناطق سا
کوئی اہل فہم اور رموز فن سے واقف ہو۔ ناطق نے جو کچھ اس تنقید میں لکھا بہت سمجھ کے
لکھا اب اگر کوئی برا مان جائے تو اس کی بلا سے۔ تمہارے اس شعر پر ؎

فرق کیا عاشق و معشوق میں بس اتنا ہے
کوئی دیوانہ بنائے کوئی دیوانہ بنے

یہ فقرے مجھے بہت پسند آئے "ہو تا ہی خیال ہے وہ کیا غرض جس پر یہ شعر لکھا جائے" واقعی اس سے
بہتر الفاظ اس شعر کی داد کے لیے نہیں مل سکتے۔ اللہ اللہ حسن و عشق کا فلسفہ دو مصرعوں
میں نہایت خوبی کے ساتھ ادا کر دیا گیا ہے۔

نوٹ لے یہ شعر کیفیت کی وجہ سے اس عہد میں بہت مقبول ہوا اور لکھنؤ میں بچے بچے کی
زبان پر ہے بلکہ مجھ کو عبدالباری صاحب آسی نے اپنی شرح دیوان غالب میں بھی ایک
موقع پر غالب کے شعر کے ساتھ اس کا موازنہ کیا ہے۔ ہو گا۔

بحمداللہ آپ کا کلام بہت پختہ ہوگیا۔ آپ سمجھ کر کہتے ہیں، یہ غزل لاجواب ہے۔ لکھنؤ نہ آسکنے کا اور آپ سب کے منتظر رہنے کا افسوس بھی ہے شرمندگی بھی۔ اب جلد آتا ہوں یقیناً دو ہی تین روز میں۔ بلکہ گیا ہوا تو اور پھر قریب آگیا ہے۔ خورشید کو بہت بہت پیار۔ اُس کی ماں کو دعا۔ انجم بہت یاد آتا ہے۔ واقعی تنگدستی بہت بُری چیز ہے۔ اللہ رحم کرے۔

ریاض

یکم جولائی ۱۲۱ء

پیارے سفدر!

کارڈ آیا۔ خوب غزل ہے۔ خدا نے چاہا تو مشاعرے میں تم ہی تم ہوگے۔ ماشاءاللہ چشم بد دور تمھارے دل و دماغ سے جو بات نکلتی ہے وہ دل ہی میں رکھنے کے قابل ہوتی ہے انشاءاللہ یہ شعر ؎

ذبح کے وقت رُکا بھی خنجر
یہ نہ پوچھا تری حسرت کیا ہے

حاصل مشاعرہ ہوگا۔ اس مصرع کو

"مے ہو سبزہ ہو مرا ساقی ہو"

یوں بنا دو۔ ع مے ہو سبزہ ہو گھٹا ہو تم ہو

دوسرا مصرع۔ اس سے بڑھ کر مجھے جنت کیا ہے

یونہی رہنے دو۔

بڑا پسند آیا۔ خدا کرے پاؤں کو آرام دے۔ روپیہ کیوں نہ وضع کر لیا۔
منشی مہادیو پرشاد کہتے تھے کہ وہ آیندہ مشاعرہ نہ کریں گے نہ کسی مشاعرے میں شریک

ہوں گے، نہ وہ یہ شغل رکھینگے۔ کیا وہ کچھ آپ سے بھی گراں خاطر ہو گئے ہیں۔ ادھر عرصہ سے
ان کا کوئی خط نہیں آیا۔ مجھے اُن سے دلی تعلق ہے، میں کچھ سمجھا نہیں۔ آپ کی نوکری کا
کیا حشر ہوا۔ خورشید کو دعا۔

ریاض

۲۴۔ اگست ۱۹۱۹ء

صفدر صاحب!

پوری غزل مرصع ہے۔ جن اشعار پر تین تین صاد ہیں اُن کا تو جواب ہی نہیں۔ آج
شنبہ کو یہ خط ڈاک میں روانہ کیا جاتا ہے۔ کل یکشنبہ کو انشاء اللہ پہنچ جائے گا۔ بھوپال ودیگر سے جواب
بھیجا کیجئے۔ محوی صاحب کا مضمون واپس بھیجتا ہوں۔ گلچیں نمبر ۹۸ و ۹۹ زیر طبع پڑے ہوئے
ہیں مالی دشواریوں نے ہر طرح دقت پیدا کی ہے۔ دیکھوں کب گلچیں نکلتا ہے۔ مایوسی بڑھتی
جاتی ہے۔ باخاطر ناخواستہ مضمون واپس بھیجتا ہوں۔ مہینوں طبع کے انتظار میں پڑا رہے
کیا فائدہ۔ ذوالقرنین بدایوں میں دو مضمون اور خلاف نکلے ہیں۔ نصیر نے جالب کی خدمت
میں گستاخیاں کی ہیں۔ آپ جالب صاحب سے ملیں تو کہدیں کہ ایک حرف بھی اس بحث
کے متعلق ہمدم میں نہ شائع کیجئے۔ ایسی ذلیل بحثیں ہمدم کے شایان شان نہیں نیز آپ کے
لئے بھی۔ بزم خیال کے لئے شعر اس وقت تو یاد نہیں آیا۔ دوسرے خط میں بھیجوں گا دونوں
شعر جو آپ نے لکھے مشرق کیلئے اچھے ہیں۔ چاہئے شائع کر دیجئے۔

سید ریاض احمد۔ ۱۱۔ نومبر ۱۹۱۹ء

نوٹ

جن اشعار پر تین تین صاد حضرت نے کئے ہیں غالباً اُن شعروں کے دیکھنے کا اشتیاق

آپ کے ذریعے سے یہی کیپ والا جس کا حصہ ہو مجھے شعر لکھ بھیجے گا کہ میں بھی غزل پوری کردوں پرسوں واقف آئے تھے وہ یہ کہتے تھے کہ اس زمین میں رشید کی غزل ترجھی نظر میں ابھی شائع ہوئی ہے - جوانی کا قافیہ اچھا ہے مجھے بھی وہ غزل بھیج دیجئے - شوق کو سلام شوق

ریاض

خیرآباد - ۲۰ جنوری ۱۹۲۱ء

پیارے مقصود!

کل ہی کارڈ ملا - دونوں دیباچے کے متعلق جلد تعمیل ہوگی قطعہ تاریخ کے مصرع آخر میں ۴۷ /۴۴ اعداد آتے ہیں پورے عدد بھی آئیں تو اے عید منانے والے کے ساتھ تم سلامت رہو بہت بُرا - تاریخ کی ضرورت ہی کیا ہے - یہ پہلا ہی قطعہ رہنے دیجئے -

عید بنکر تری یاد آتی ہو صدقے تیرے اور تصور میں گلے مجکو لگانے والے

عید کیطرح مبارک ہو تجھے یاد مری تو سلامت رہے او عید منانے والے

ایک وہ ہیں جنھیں یہ کارڈ جائیں گے - ایک ہم ہیں جو کل صبح عید کو یہ کہتے نکلیں گے -

خدا شرمائے لمبی داڑھیوں کو

چلا ہوں عید ملنے اہل دین سے

آسمان پیر سے زیادہ آپ کو تصویر والا شعر پسند آیا - بعد رمضان اور شعر آپکو بھیجوں گا مگر ایک شعر اس وقت روزے اور عید کے چرچے سے موزوں ہوگیا ہے

عید ملنے آئے ہیں کچھ روزہ دار ماہ صوم

بوتلیں لا شہد کی ساقی سبو کچھ شیر کے

ہاں جب یہ کارڈ پایئے سب سے پہلے مجھے نام اُن شعرا کے لکھ بھیجئے مع پتے کے جنکے نام گلچین

بھیجنا مناسب ہو۔ آپ ضرور ایسے شعرائے لکھنؤ کو گلچین دیجئے جنکی قیمت وہ دیں یا نہ دیں پر دینے
سے نہ دینا اچھا۔ یہ بہت ہے کہ وہ فکر طرح گلچین پر فرمائیں اور کلام دیں۔ اپریل مئی کا نمبر یہاں
روانہ ہوگا۔ جون جولائی کا چھپنا بھی شروع ہوگیا۔ عید بعد وہ بھی پہنچ جائے گا۔ اسی اگست سے
بترتیب ماہوار گلچین نکلنے لگے گا۔ اگست میں یہ طرح ہوگی ؎

اس مرتبہ تو آگ لگا دی بہار نے

بہت زبردست مشاعرہ عید کی صبح یا بعد عید کیجئے۔ عمدہ کلام تمام شعرائے لکھنؤ کا حاصل کیجئے
واقف کرتے تھے کہ کوئی صاحب فانی بدایونی ہیں لکھنؤ آئے ہوئے ہیں لکھنؤ والے انہیں استاد
مانتے ہیں۔ فارسی کی ترکیب تراشیدہ خوشنما الفاظ کے ساتھ دیتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ یہ بھی کہتے
تھے کہ پہلے کے مشاعرے میں ان کی غزل نہایت کامیاب رہی۔ ایک دو شعر بھی انکے
سنائے یہ شعر مجھے بہت پسند آیا ؎

کیا خوشنما ہے کہ وحشت میں ہو رہے صحرا [illegible]
لوٹتے ہیں پاؤں پر حلقے مری زنجیر کے

یہ مقطع بھی خوب ہے ؎

دیکھ لے فانی تری تدبیر کی میت نہ ہو
اک جنازہ جا رہا ہے دوش پر تقدیر کے

آپ جب مشاعرہ کریں تو ان کو بھی شرکت کے لئے مجبور کیجئے۔ لکھنؤ میں آپ کا اثر ایسا نہیں کہ
وہ انکار کر سکیں بہرحال پوری کوشش کیجئے کہ طرح گلچین پر دھوم دھام کا مشاعرہ ہو۔ اثر صاحب
بھی آپکے بے تکلف دوست ہیں انکو بھی لکھئے اور گلچین کے لئے [illegible] ایک
نہایت مہربان دوست کے خویش ہیں۔ میں انکو کیوں لکھوں آپ ہی کا لکھنا کافی ہے۔ ریاض

عزیزی!

کارڈ آیا۔ خوشی ہوئی۔ میں بحمد اللہ آج اس قابل ہوں کہ آپ کے کارڈ کا فوراً جواب دوں۔ ضرور میرے نام آرزو صاحب کا خط آیا تھا۔ میں اس قدر پریشان تھا کہ جواب نہ دے سکا۔ انکی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکی طرف سے بہم حملے ہوئے۔ میرے نزدیک کسیکا قصور ہو۔ صلح و آشتی عمدہ چیز ہے۔ آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید درمیان دے کر میل ہو گیا۔ الحمد للہ اس سے بہتر کیا ہے۔ آپ پر کوئی حملہ کرے یا آپ کسی پر۔ ہزار برائیاں کی جائیں۔ خلاف کوشش کیجائے۔ اگر کلام اچھا ہے تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ آپ تو لکھنؤ میں ہر دلعزیز شخص تھے۔ دوست و دشمن سب سے انکسار کا برتاؤ۔ یہی طریق عمل ہمیشہ رہنا چاہیے۔ غلطی انسان سے سرزد ہوتی ہے۔ آپ ہمیشہ اپنا یہ وطیرہ رکھیے کہ غلطی معلوم ہونے پر کبھی غلط تاویلات سے کام نہ لیجیے۔ فوراً تسلیم کر لیجیے۔ اگر غلطی آپ کے نزدیک نہیں ہے تو احباب سے تحقیق کیجیے۔ مجھے پہلے معلوم ہوا تھا کہ آپ کے اس مصرع میں

مرے زخم جگر نے نوک رکھ لی تیر سے نشتر کی

ذم کا پہلو بیان کیا جاتا ہے۔ میں نے لکھا ذم کا پہلو نہیں ہے۔ اب آرزو صاحب کی تحریر سے معلوم ہوا کہ نوک کی لینا محاورہ ہے۔ نوک رکھ لینا محاورہ نہیں ہے۔ آپ جاوید، عشرت، انجم جو آپ کے بے تکلف احباب ہیں تحقیق کیجیے۔ اگر یہ محاورہ نہ ہو تو مجھے بھی اطلاع دیجیے۔ آرزو صاحب یا کسی کے خط کا جواب نہ دینا تہذیب کے خلاف ہے۔ اسلیے میں اسی وقت آرزو صاحب کو بھی جواب لکھتا ہوں اور تاکید کرتا ہوں کہ آپ سے اپنی طبیعت صاف رکھیں اور ہمیشہ دوستانہ برتاؤ رہے۔

ریاض

خیرآباد ۴ مارچ ۱۹۱۸ء

صفدر صاحب!

آپ نے اور عارف صاحب نے اس مطلع کی بے انتہا داد دی ؎

آخر کہیں بنائیں زمیں پر بنائیں گے

ٹوٹے گا آسمان جہاں گھر بنائیں گے

آپ نے مطلع کی تعریف اس طرح دل سے کی بے اختیار جی چاہتا ہے کہ کوئی شعر آپ کو اور لکھ بھیجوں شرط یہ ہے کہ وہ تعریف کے قابل نہ ہو تو بھی آپ اسی طرح تعریف کریں سُنئے

نسخہ ریاض ساقی کوثر سے مل گیا

گھر بیٹھے اب تو بادۂ کوثر بنائیں گے

میں مشاعرہ کا کوئی اچھا شعر سننا چاہتا تھا اگر آپ نے نہیں لکھا کوئی شعر اچھا زبان پر ہو تو آپ ضرور لکھئے ؎

ہماری طرح کسیکو یہ کیا اُجاڑے گا

فلک کو دیکھ کے ہم اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

شعر صاف ہے میں نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ گلچیں کن شعرا کو بلا قیمت دیا جائے آپ نے اس کا جواب نہیں دیا۔ جاوید۔ انجم حسرت۔ یہ حضرات تو خاص ملنے والوں ہی میں ہیں اور میرے خیال میں زیادہ فارغ البال بھی نہیں۔ آپ کی رائے ہو تو انہیں گلچیں ضرور دیا جائے۔ اور کہدیا جائے کہ ہدیۃً ہے۔

ریاض احمد

خیرآباد - ۲۷ مئی ۱۹۱۹ء

میں خود عازم و مستعد تھا مگر اُسی روز میرے گھر میں شدید لرزہ آیا لرزے کے بعد شدید
بخار رشید ان شام کو نوزائیدہ بچہ مبتلائے ام الصبیان ہوا اتوار کو بے دانہ و آب تمام دن
دوا تعویذ ٹوٹکوں میں گزرا بالآخر شب کے آخر حصے میں اس کا انتقال ہوا کل دفن سے
فراغت ہوئی۔ لاکھ لاکھ شکر ہے ذریعۂ بخشش ہاتھ آیا۔ خدا میری طرح اُس کی ماں کو بھی صبر دے
اور اچھا کردے آج شب میں بھی اُسے لرزہ آیا بخار کم ہو گیا ہے۔ ان مصائب نے مجھ کو تم سے
شرمندہ کیا۔ اور تم سے زیادہ جناب عارف سے۔ افسوس کس قدر تم کو تکلیف ہوئی اسٹیشن
پر آنا جانا میرے انتظار میں سرگرداں رہنا۔ عارف صاحب کا بے وجہ پریشان ہونا۔ امید ہے
تم مجھے معاف کروگے۔ مصائب دنیا میں صرف اولاد کا غم مجھے نہیں ہوا تھا۔ الحمد للہ
وہ بھی پورا ہو گیا۔ اب اللہ میرے دونوں بچوں اور انکی ماں کو صحیح و تندرست رکھے۔

آپ بطور خود جناب جلیل سے دریافت کیجیے گا کہ آپ کا لکھا ہوا کافی ہے مگر فارسی
یا اردو کے مستند کلام سے اگر دلکشی کے استعمال کی مثال ملجائے تو بہت اچھا ہے بطور خود بھی
مزید دریافت سے کام لیجیے۔ خواجہ عزیز الدین صاحب مرحوم کی تحقیق سے زیادہ ہو سکتا
تھا مگر اب وہ کہاں۔ لکھنؤ میں اور حضرات سے دریافت کیجیے جو فارسی میں اہل زبان کا درجہ رکھتے
ہوں۔ میں غالباً چار پانچ روز میں آؤنگا۔ عارف صاحب سے بھی معذرت [illegible]

ریاض احمد خیر آباد

۲۲ اگست ۱۹۱۴ء

عزیزی صفدر صاحب!

خدا کرے آپ کی تکلیف کم ہو گئی ہو اور صحت ترقی کر رہی ہو۔ آپ کا کارڈ ملا تفصیلی
کیفیت معلوم ہوئی۔ مجھے بہت افسوس ہے کہ میں لکھنؤ میں آپ کے دیکھنے کو نہ آ سکا۔ یار [illegible]

مگر نہ پہنچ سکا۔ منصور صاحب پر آپ کی بیماری کا بہت اثر ہے۔ بار بار آپکا ذکر کرتے تھے۔ مولانا حبیب اللہ صاحب کا بہت شکر گزار ہوں کہ کارڈ لکھا۔ لکھنؤ میں علاج سے بھی نہ مل سکا نہ چودھری شفیق الزمان کی خدمت میں حاضر ہو سکا۔ منصور صاحب کے ساتھ جالب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ آپ کی غزل کا انہوں نے ذکر فرمایا اور کہا اسے بہتر شعر صفدر صاحب کے تھے۔ میری غزل اس زمین میں ہے مگر تلاش سے نہیں ملی۔ خط فوراً بھیجئے کی برائے خدا جلد جلد اپنی خیر و عافیت سے مطلع فرمایئے۔ میں جلد حاضر ہوں گا۔ عزیز رشید کو بہت پیار۔ اُس کی اماں کو بہت بہت دعا۔

ابھی تک تجویز نہ ہو سکی کہ دکان کو کہاں کرایہ لی جائے خیال ہے دل چسپیاں ٹوٹ پھوٹ رہی ہیں [illegible] صاحب اُٹھ گئے سیکھو [illegible] کی بہت خوشی ہوئی۔ بہت اچھے لوگ ہیں۔

[illegible] ۱۶ محمد نصیر آباد

۲۰ نومبر ۱۹۲۱ء

عزیزی صفدر صاحب!

اس وقت خط ملا۔ ارتضی خاں صاحب کے مشاعرے کی غزل اچھی ہے۔ مقطع بھی دیکھ لیا۔ اور غزلیں ابھی نہیں دیکھیں۔ دماغ کمزور، افکار زیادہ۔ وقت نہیں ملتا۔ اس زمین میں تمہارا یہ مطلع بہت بلند ہے ؎

پر پرواز ہے ہر موج مے ساقی کے کوثر کی
چھلکتے جام سے اُڑ کر چلی میرے مقدر کی

میری شامت کہ میں نے بھی فکر کی۔ گر نہ ہو سکا۔ حسب ذیل شعر بھی بہت بے تکلف ہے ؎

کسی کافر کی شوخی جھوٹ سچ کھلنے نہیں دیتی
کیا جب وعدہ دشمن سے قسم کھائی مرے سر کی

نظم کو نثر کا وہ دلفریب جامہ پہنایا ہے کہ حسینان معانی بھی رخ زیبا سے نقاب اٹھائے ہوئے عروس سخن کی بے تکلف بلائیں لے رہے ہیں۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

جن لوگوں سے تم سے رنج ہو گو وہ حاسد ہیں مگر تم اپنا طریقہ اُن سے بدل دو، ٹوٹ کر ملو، اور رواداری کا جبر اپنی طبیعت پر گوارا کرو۔ اسکے خلاف نہ ہو۔ انکی لطف و آدن تو تمہارے خلاف کسی کو نہ پاؤں۔

ریاض

خیر آباد۔ ۲۷۔ جولائی ۱۹۱۸ء

صفدر صاحب!

غزل خوب ہے۔ دیکھ کر واپس ہے ؎

شباب فتنہ بنکر اب شباب جاودان آئے | پلٹ کر دیکھئے مجکو مری عمر رواں آئے
فلک پر یہ زمین کے جا زمین پر آسمان آئے | جو مجکو بلبل نالاں مری طرز فغاں آئے

یہ دونوں مطلع خوب ہیں۔

نہ گلشن کی زبان آئے نہ صحرا کی زبان آئے

مصرع اولی زیادہ چست ہو جائے تو خوب ہے۔ اور اشعار بھی مزے کے ہیں خصوصاً یہ دونوں شعر

بلئے قاتل بنے ہو اسکو بھی مقتل سمجھتے ہو
یہ محشر ہے یہاں تلوار لیکر تم کہاں آئے

لئے جاتا تو ہے صیاد مجکو ذبح کرنے کو | ٹھہر جانا جہاں سے یہ مرا آشیاں آئے

آخری شعر عبرت انگیز ہی نہیں بلکہ حسرت و یاس کا ایک دردانگیز نمونہ ہے۔ جب تک ممکن ہو گو مجھ میں نباہے جانا ہے۔ ان دنوں صحت خراب ہو تپ چلے آ گئے۔ میں بہت پریشان ہوں۔ مسائل سے۔ دستے صحیح اردو ہی میں نے جواباً لکھ بھیجا ہے ؎

تھیں بنات النعش گردوں دن کو پردے میں نہاں
شب کو انکے جی میں کیا آیا کہ عریاں ہو گئیں

شاعر تاروں کے کھلنے کی کیفیت بیان کرتا ہے۔ اور اسکو عریاں ہو جانے سے تعبیر کیا ہے بنات النعش آسمان کی سمت سات ستارے ہیں۔ چار ستارے انہیں سے جنازہ ہیں اور تین جنازے کے اٹھانے والے ہیں۔ دیکھو بدرچاچ میں بھی اس لفظ میں تساہج کیا ہے ؎

در سیاست گاہ قہر ش بر فضائے کائنات
قطب را دائم جنازہ بر سر دختر است

ریاض

خیرآباد ۲۷ جولائی ۱۹۲۱ء

مولوی محمد انعام اللہ خانصاحب عارف کے نام

حضور اقدس تسلیم!

کیونکر وقت گزر رہا ہے کیا عرض کروں ہر حالت میں شکر ہے۔ نوازش نامہ آیا۔ کچھ شک نہیں کہ روز عید سے مجھ نزار کا انتظار ہلال عید کی طرح ہوگا۔ مگر اپنی کاہیدگی کیا عرض کروں۔ کوشش سے بھی نمایاں ہو جانا محال معلوم ہوتا ہے۔ کوئی وقت ایسا نہیں کہ آپکی یاد نہو، آپکے بچوں کی یاد نہو۔ گھر میں کی یاد نہو۔ ہر مرتبہ یاد کے ساتھ دعائیں

نکلتی ہین مگر بے اثر دعائین جن کا اثر میری شومی قسمت سے کچھ نہین ہوتا۔

عید کے بعد مین نے سخت مجبوریون سے نہایت دلگرفتگی کے بعد اپنے چاند انجم کو گورکھپور بھیجدیا کہ وسیم صاحب کا فیض صحبت اور تعلیم حاصل کرین۔ مین یہان اپنے افلاس کی وجہ سے کچھ انتظام اُس کی تعلیم و تربیت کا نہین کرسکتا تھا۔ بہت زیادہ توقع سرکار دولتمدار سے تھی مگر کاتب تقدیر کی کم ظرفی بحر ہمکنار سے کیونکر زیادہ لے سکتی ہے۔ سرکار کی طرف سے یہ پرورش کیا کم ہے کہ دونون وقت پیٹ بھر کر کھاتا ہون۔ اور دن رات دعائین دیتا ہون یہ مستزاد برآن کہ اللہ نے آپ سے محبت والے کو مجھ بے آس کا ذریعہ بنایا ہے۔ آپ کی ہر چیز کو اپنی چیز سمجھتا ہون اور خوش رہتا ہون۔ آپ کو دیکھ کر سب فکرین دور ہو جاتی ہین انشاء اللہ اگلی اتوار کو ضرور شرف ملازمت حاصل کرون گا۔ آپ کے اس مطلع نے کئی دن مجھے بیچین رکھا ؎

وہ راہِ عشق تھی رہبر جنون فتنہ سامان تھا
بیابان جس کا ہر ذرہ تھا ذرہ مین بیابان تھا

سبحان اللہ اس مطلع کا ایک ایک لفظ تیر و نشتر ہے عشق کا فلسفہ اور اس حسن سے آپ ہی کا حصہ ہے۔

افسوس کہ آپکو کچھ چاہتا ہون بلکہ سب کچھ چاہتا ہون مگر کچھ نہین کہہ سکتا۔ کاہل تو کیا ہون اندرونی طاقت جواب دے چکی ہے۔

خادم
ریاض
خیرآباد ۲۱ جون سنہ ۱۹۱۱ء

چودھری رحیم علی صاحب بی اے کے نام

مکرمی تسلیم!

دونوں کارڈ ملے۔ میں شرمندہ ہوں کہ آپ مجھ سے خدمت لیں تو میں معاوضہ چاہوں اور طلب معاوضہ پر آپ رعایت چاہیں اور میں تعمیل نہ کر سکوں۔ بہرحال میں کوشش کرونگا کہ امکانی رعایت آپ کے کام میں ہو لیکن اسکے متعلق پرچہ تیار ہوتے پر عرض کروں گا کہ کسقدر کمی ہوسکیگی۔ اُمید ہے کہ آپ مجھے معاف فرمائیں گے۔ اور کارلائیقہ سے برابر یاد فرماتے رہیں گے۔ خدا کرے میری نیازمندی اتنی ترقی کرے کہ آپ اس پریس کو اپنا پریس اور گلچین کو اپنا پرچہ اور مجھے اپنا خادم سمجھیں۔

سید ریاض احمد از خیرآباد

۱۲ ستمبر ۱۹۱۶ء

نواب محمد احسان اللہ خان صاحب احسان بہادر گڈھوی کے نام

حضور عالی!

عتاب نامہ یا عنایت نامہ باعث عزت ہوا کئی روز ہوئے میں نے جناب کی غزل کسیقدر ترمیم و اصلاح کے بعد واپس کی میرے خیال میں ہر شعر انتخاب ہے ممکن ہے میرا خط آپ کے روانگی خط سے بعد پہنچا ہو بہرحال بہر اردقت غزل تلاش کرکے مکرر بھیجتا ہوں۔ مجھ سے خدا کرے آپ کبھی خفا نہ ہوں گو مجھ سے کتنی خطائیں سرزد ہوں۔ میں بھی اس وقت آپ کی خدمت میں بلا قصد روانہ ہو رہا ہوں آنے کی شرم اب آپ کے ہاتھ ہے للہ مجھے

فوراً واپس کیجیے گا شرکت مشاعرہ سے معاف رکھیے گا۔ ہر قسم کا تکلف وبال جان ہو گا کام ہو جائے یہی سب کچھ ہے۔ ٹکٹ محفوظ رکھا ہے، لفافہ نہ تھا مجھے خیال ہے کہ آپ کارڈ بھیجنا ناپسند کرتے ہیں معاف کیجیے۔

ریاض۔ خیرآباد

حضور اقدس!

کارڈ ملا۔ یہ عجب مصیبت ہے کہ خط تلف ہو جاتا ہے۔ غزل مشاعرہ سے دس روز پہلے بھیج گئی۔ اب اگر پہنچی بھی تو کیا۔ چار روز مسودہ ڈھونڈھتے گذر گئے۔ خدا خدا کر کے جنتی خط میں لکھا ہوا مسودہ ملا۔ آپ صاف لکھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ صاف کر کے بھیجتا ہوں میرے خیال میں غزل لاجواب ہے۔ بعض شعر تو حصہ ہو گئے ہیں ۔ع

اللہ کرے حسن رستم اور زیادہ

مولانا کس حال میں ہیں کچھ معلوم نہیں۔ وسیم صاحب خیرآباد آئے تھے۔ پریشانیاں بیان کرتے تھے۔ برسات قریب۔ مکان کی چھتیں مخدوش۔ کچھ حصہ نوایا۔ اور زیادہ زیر بار ہوا۔ آپ کے لئے دعائیں مانگتا ہوں مگر اثر مفقود۔ کیا کیا خواب دیکھے تھے مگر تعبیریں الٹی ہوئیں۔ میرے لئے جب صابن بھیجیے تو ایک چھری باورچیخانے کے لئے پانچ چھ آنے کی اور ایک قلمتراش روپیہ سوا روپیہ کا۔ جی چاہے اور جب موقع ملے بھجوا دیجیے گا۔ انجم تسلیم کہتا ہے۔ اسکی بہنوں کے چیچک نکلی تھی اب سب اچھے ہیں۔

ریاض

۳۔ جون ۱۹۲۳ء

عالی جناب تسلیم!

نوازش نامہ سے جو روحانی شادمانی حاصل ہوئی عرض نہیں کر سکتا۔ ایسی مسرت
عمر میں شاید چند بار حاصل ہوئی ہو۔ آپ کی یاد ہر مرتبہ میرے سینہ پر ستم کی ایک نئی سِل
رکھ دیا کرتی تھی۔ آپ نے میری خطاؤں سے چشم پوشی کی اور وہی الطاف و اخلاق روا
رکھے جن کا مجھے آپ نے خوگر بنا رکھا تھا۔ آپ اپنے احسانوں کو اگر اپنی خطا سمجھتے ہیں تو میں
معاف کرتا ہوں ورنہ میں خطا کا آپ کی نسبت گمان بھی نہیں کر سکتا۔ جو الفاظ آپ کو لکھے
گئے آپ نے متاثر ہو کر صحیح اور ضروری جواب مجھ کو دیا۔ اس میں اگر کوئی سخت بات میں
اپنے لئے سمجھا وہ یہی تھی کہ آپ نے آیندہ تعلقات منقطع کر دیے تھے۔ یہ وہ سزا تھی جس نے
مجھے بسمل کر دیا تھا۔ آپ ہوں یا جناب مکرم صاحب یا مولانا سبحان اللہ خان صاحب
میرے تینوں صاحب محسن ہیں۔ یہ میری نسبت کیسے ہی سخت الفاظ استعمال کریں۔ کیسے برتاؤ
سے پیش آئیں ان کا ہر فعل مجھے محبوب۔ انکی جوتیوں کی خاک بننا میرے لئے فخر۔ جو شکر گزاری
سے کبھی عہدہ برآ نہ ہو سکتا ہو۔ وہ حرف شکایت کیا زبان پر لائے گا۔ آپ کے الزامی الفاظ
یا محبت سے بھرے ہوئے الفاظ دونوں میرے لئے ایک ہی درجہ رکھتے ہیں۔ میں خود
کو خطاوار سمجھتا ہوں اور اس کا مقر ہوں کوئی محسن جب خطا کا مجرم ٹھہرائے تو خطا کی تردید
وصفائی بھی میرے لئے گناہ عظیم ہے اب خدا کرے آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں۔

آپ نے اپنی نسبت جو الفاظ تحریر فرمائے۔ حرف حرف نے میرے دل پر نشتر کا
کام کیا۔ خدا کرے آپ کے دل سے بار آلام کم ہو گیا ہو۔ اللہ آپ کو فائز المرام کرے اور
اطمینان کلی نصیب ہو۔ کوئی شغل اپنے لئے ضرور پیدا کیجیے دونوں مجوزہ امور یعنی چھاؤنی
میرٹھ کی ٹھیکیداری یا سلسلہ تجارتی سب سے بہتر و بہت زیادہ توجہ کے قابل تھے۔ مگر آپ چاہتے ہیں

جناب من تسلیم!

غزل واپس ہے یہ زمین تخلص کا بار نہیں اٹھا سکتی تخلص تبدیل کیجئے یا ایسی زمینوں سے حذر کیجئے میں نے مضمون خط صاف کرکے فوراً اپنے خط کے ساتھ روانہ کردیا کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا ضروری معاملہ ایسا اہم کام کاغذات اور قلیل تعداد مصارف کی بنا پر کیوں رکا۔ آغا علی صاحب کے نام بھی کارڈ آپ کا آیا۔ مگر وہ منصرم صاحب کے کام سے جھانسی گئے ہوئے ہیں آج یا کل آجائینگے۔ براہ راست تار دیجئے۔ معاملہ تیار ری کاغذات فوراً لیجئے اور پانچ سو روپیہ بھی۔ دو ہفتہ سے منصرم صاحب کا کوئی خط نہیں آیا۔ آپ نے کسی خط میں نہ لکھا کہ حصہ زائد آپ کے پہونچے اگر آپ صاف نہ لکھینگے تو وہ روپیہ یوں ہی پہینکیں گے۔ انکم ٹیکس ایمان ہے۔

دعاگو۔ ریاض

۲۰ رمضان سنہ ۵۲ھ

حضور اقدس تسلیم!

میں ۹ محرم کو وقت شب گورکھپور واپس آیا جناب کا نوازش نامہ رکھا ہوا ملا۔ حرف حرف کا مجھ پر اثر ہے میں تو زرخرید بندہ پہلے ہی سے تھا۔ نیز درم ناخریدہ بھی۔ القصہ میری دعائیں آپ کے لئے قبول فرمائے۔ نماز پنجگانہ کے بعد دعا کے واسطے ہاتھ اٹھتے ہیں۔ افسوس الیکشن کے دن مولانا کو سخت ناکامی ہوئی۔ قومی امید تھی پانچ ووٹ تک کی مگر بزعم حسینی دو ووٹ مولانا کے اور ۳۷ ووٹ امین خان صاحب کے آئے درکردن نے دھوکا دیا۔ اور اسی وعدے پر قائم رہے جو امین خان صاحب سے کر چکے تھے اب یا میں خان صاحب سے مقدمہ لڑائیگا کیونکہ انکے نام میں غلطی ہے اور قانون انکے خلاف کہتا ہے

بہرحال ابھی کثیر روپیہ اور صرف ہوگا۔ وصل اسی کام کے لئے لکھنؤ مین مقیم ہین مجھے تو یہ پڑی ہے کہ کسیطرح جناب کا روپیہ بچ جائے۔ منصرم صاحب نے بھی لکھنؤ مین چلتے وقت فرمایا تھا کہ ۱۹-۲۰-۲۱ آغا علی کے مقدمہ مین بحث ہے۔ مین پرسون تک روانہ خیرآباد ہوجاؤن گا۔ آج عشرۂ منگل کا دن ہے تردد ات مین جناب کی پچھلی غزل گم ہوگئی۔ دوسری غزل کو دیکھنے کا بھی موقع نہ ملا۔ انجم آداب گذارہے۔ والسلام

ریاض احمد گورکھپور

حضور عالی تسلیم!

نوازش نامہ باعث اعزاز ہوا۔ مین آپ سے بمقام لکھنؤ رخصت ہو کر جب گورکھپور آیا تو والدہ انجم کو سخت کرب مین پایا۔ باعث یہ تھا کہ پانچوین محرم کو اسقاط ہوا اور وہ ناقص رہا۔ مین نہیں عرض کرسکتا کہ یہ زمانہ کسقدر پریشانی مین گزرا اور گزر رہا ہے کئی بار حالت نازک ہوگئی پر بار اللہ نے فضل کیا۔ علاج ہو رہا ہے۔ اب بفضلہ خطرے کی حالت نہیں ہے ذرا اطمینان ہو تو غزلین دیکھ کر واپس کرون۔ بچے اچھے ہین تسلیم رسان ہین۔ وصل صاحب زیادہ تر باہر رہے۔ دو ایک روز کو آئے۔ تو مین نے یاد دہانی کی کہا مجھے خیال ہے۔ زیادہ کیا عرض کرون۔

دعاگو ریاض

۱۸ ستمبر ۲۴ء

جناب قاضی زاہد حسین صاحب ٹینوی کا خط

مؤلف کے نام

الہ آباد ۸ - اگست ۱۹۳۱ء

مجکو گلے لگا کے یہ اُن کا سوال تہا
کیون جی اسی کے واسطے آنا ملال تہا

برسات کا پیارا موسم فلک مینائی پر کالی کالی گہٹا ئین - ابر کے ٹکڑے پیل مست کی طرح ادہر سے اُدہر پہر رہے ہین - موسم برشگال کی روح افزا ہوائین - ساقی مہوش کی مہربانیان، ہارمونیم کی سُریلی دلکش آواز آنکہون کے سامنے کوئی مست ناز - ایسے پرلطف سمان مین کسی خوش نصیب حسن پرست سے آپ کوتاہ قلمی کی شکایت کرین تو یقینی بے موقع ہے آپ کے حسن بیان کا ایک زمانہ معترف ہے - سندیلے کے مشاعرے مین آپ کا مطلع واقعی مطلع آفتاب ہے، اس کا جواب اب ہو نہین سکتا - کیا خوب کہا ہے سہ

گیا اب آفتاب حشر کا بھی جلوہ گر ہونا
شب فرقت ہماری ہے یہ کیا جانے سحر ہونا

"یہ کیا جانے سحر ہونا" اس ٹکڑے کی کس زبان سے تعریف کی جائے - ع

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

بزم خیال جس وقت طبع ہو جائے فوراً بہیجدیجئے - میر فدا حسین صاحب آجکل یہین ہین اور سلام نیاز عرض کرتے ہین - خدا کرے اب آپ بالکل تندرست ہون اور سروہمالیہ کا پورا لطف اُٹھا سکتے ہون -

نیاز مند زاہد

جناب مولانا سید محمد سبحان اللہ خان صاحب رئیس اعظم گورکھپور کا خط

جناب احسان اللہ خان صاحب احسان بہادر گڈھوی کے نام

لکھنؤ۔ پرنس ہوٹل۔ ۲۶ جولائی ۱۹۲۲ء

شکوہ ساز بندہ نواز اسلمکم اللہ تعالیٰ۔

سلام سنت اسلام علی صاحبہا الف الف الصلوٰۃ والسلام

مجھے آپ سے دو شرمندگیاں۔ آپ کو مجھ سے دو شکوے۔ اگرچہ حساب برابر اور جواب برابر کا ہے۔ مگر آخر مذکورہ بالا نتیجہ کدورت ہوں ایسا تو نہ ہونا چاہیئے۔ مجھے شرمندگی کہ آپ سے کام شانے کا۔ مجھے شرمندگی کہ رقم واجب الادا اب تک نہ حاضر کرسکا۔ آپ کو شکوہ کہ آپ کی اسکیم میرے فوائد سے لبریز تھی اس کا موقع آپکو نہ دے سکا۔ آپ کو شکوہ کہ قلیل رقم کی عدم ادائگی سے شائبہ بدمعاملگی ترشح ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کیا یہ امور ایک خیر اندیش اور ایک خادم کے درمیان عداوت بکر زبان زد ہونے کے لائق ہیں۔ دنیا کے سارے قضیئے شکوے۔ ندامتیں۔ سوء ظن یہیں رفع ہوا کرتے ہیں جب دونوں کا جی چاہے گا یہ امور نام کو بھی باقی نہ رہیں گے مگر کیا میں اس وقت کچھ آپ سے نہ کہوں اور یہ کہ آپ کچھ زحمت گوارا کرینگے۔ اچھا جائیے کچھ نہیں کہتا جب یہی ہے تو زیادہ سے زیادہ اس مقابلہ میں ہار جاؤں گا۔ احسان اللہ خان ایک نادم خادم یوں ہی سہی سبحان اللہ پر احسان نہ ہوگا تو کیا محبت و اکرام کا خزانہ بھرا جائے گا۔ میں نہیں تو راڈیکل دلی والے جائے گا۔ فرق صرف اتنا ہوگا کہ کلمہ گو کا حق صنم پرست کے حوالے۔ میں نے بخشا میرے خدا نے بخشا۔ اب اور کیا دعا دوں۔ خدایا ایمان

دنیا سے اٹھائے۔ اللہ اللہ خیر سلا۔ وہی خادم نادم

محمد سبحان اللہ

خان بہادر مولوی محمد سعید صاحب انسپکٹر پولیس کے خطوط مؤلف کے نام

مرادآباد ۲۶ فروری ۱۹۱۷ء

پیارے صفدر!

آپ کے کارڈ کے جواب میں دیر ہوئی۔ میں [illegible] رخصت تھا۔ اب واپسی پر کارڈ ملا۔ مبارکباد کا شکریہ قبول فرمائیے۔ کیوں؟ "تاریخ کا شکریہ قبول ہوا" تاریخ (۱۹۱۷ء) اچھی ہے مجھے پسند ہے۔ بہت زیادہ پسند اس وجہ سے ہے کہ اس میں میری تعریف ہے آپ کہینگے کہ جہاں سعید میں آپ کے نزدیک خوبیاں ہیں وہاں حماقت کا جزو بھی ہے اپنی تعریف پر خوش ہوتا ہے۔ بہت زیادہ تاریخ یوں پسند ہے کہ پیارے صفدر نے لکھی ہے۔ دل سے لکھی ہے آپ چاہے کچھ سمجھیں۔ میں خوش ہوں اور اس کو پاس رکھونگا اور یاد رکھوں گا۔ آپ کی چہیتی بیگم کو سلام

آپ کا نیازمند سعید

بریلی ۲۳ دسمبر ۱۹۱۷ء

مکرمی تسلیم!

آپ کا اخبار ایک مرتبہ آیا تھا۔ دوسری مرتبہ نظم نغمۂ موصول ہوئی تھی۔ بہ رسید

بعد مدت پہنچیگی۔ مجھے امید ہے کہ آپ ناراض نہ ہونگے۔ میں کاہل نہیں ہوں نہ آپ کو بھولا ہوں یقین فرمایئے کہ کثرت کار سے بدحواس ہوں۔ اب بریلی سے علیگڈھ بستی تبدیل ہوگیا ہوں۔ مدت سے ملاقات نہیں ہوئی آپ بہت یاد آتے ہیں۔ بس یہ اطمینان ہے کہ آپ ایک دھندہ میں مصروف ہیں بیکار نہیں ہیں۔ بچہ کہاں ہے۔ آپ کے ساتھ ہیں ہے یا نہیں؟ میرے عزیز احمد مختار صاحب نے کوئی کتاب لکھی ہے۔ انکا خط آپ کے پاس آئے گا آپ سے امید ہے کہ آپ کوئی تقریظ یا جو وہ چاہیں گے آپ لکھدینگے۔ عرصہ سے کوئی غزل نہیں سنی۔ تازہ افکار سے تازگی ہوتی ہے۔ خط علیگڈھ کے پتے سے بھیجے گا۔

محمد سعید انسپکٹر پولیس

سحر البیان حضرت شوق قدوائی کے خطوط

جناب سید بندہ کاظم صاحب جاوید مرحوم کے نام

موتی مسجد۔ رام پور اسٹیٹ یو۔پی ، نومبر ۱۹۱۷ء

حضرت سید صاحب مکرم بندہ۔ سلام شوق!

آج پانچواں دن ہے منشی امانت رسول عشقی مجھ سے ملے تھے دوسرے دن آنے کا وعدہ کر گئے تھے مگر نہیں آئے۔ خدا جانے رام پور میں ہیں بھی۔ یا گئے۔ انھوں نے آپ کی خیریت کہہ کے آپ کا سلام مجھے پہنچایا تھا۔ میں آپ کی مہربانی اور یاد آوری کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

عشقی نے آپ کے ایک مطلع کا نیچے ذکر کیا تھا جس میں مشتاق دید کے الفاظ

ہیں یہ بھی کہا تھا کہ کسی نے "مشتاق دید" کی ترکیب پر شک ظاہر کیا ہے یعنی یہ کہ "مشتاق" کے معنی خود دیکھنے والے۔ یا نظارہ کرنے والے۔ یا دیدار کی خواہش کرنے والے کے ہیں پھر "دید" کے ساتھ ترکیب کیسی؟ انکے خیال میں "مشتاق دید" کی ترکیب "دید" کا مفہوم معنوی تکرار دا ہوا یہ شک بالکل غلط ہے مطلع صحیح۔ ترکیب صحیح۔ مفہوم معنوی صحیح "مشتاق" کے معنی کو "دید" کی آرزو بلکہ دیدار کے مفہوم سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔

عربی کا بہت بڑا لغت اور بہت مستند لغت "لسان الغیب" ہے وہ لکھتا ہے کہ مشتاق اشتیاق کا مشتق ہے مشتاق بھی آیا ہے اور مشتق بر وزن منفعل بھی آیا ہے۔ اشتیاق کے معنی دلی توجہ کے ہیں اور مشتاق اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں دل سے توجہ کرنے والا۔ صرف یہی ایک معنی لکھے ہیں۔ صراح میں مشتاق کے معنی آرزومند، خواہشمند اور متمنی کے ہیں "ابدالاسالیب" مصر سے عربی کے خطوط کی ایک کتاب شائع ہوئی ہے۔ اس میں "مشتاق لرؤیتکم" بہ کثرت موجود ہے۔ اسکے معنی وہی ہیں جو مشتاق دید کے ہیں۔ فارسی و اردو میں بھی مشتاق کا استعمال آرزومند ہی کے معنی میں ہے۔ جیسا عرض کیا جا چکا۔ فارسی میں معز فطرت مشہدی کہتے ہیں ؎

زندگی تنگ شد و جان کہ مشتاق تو ہست

شاہد این مدعا از تیغ سر دزد دیدن ہست

مشتاق تن کو دیدار سے کیا واسطہ۔ اردو میں شیخ امان علی سحر کہتے ہیں ؎

اے سحر قرار سینہ جو پایا دل ہو

کان ہیں مشتاق کچھ ارشاد ہو

کان کو دیدار سے کیا سروکار۔ مطلع لفظ لفظ سے صحیح ہے۔ کہیں شک کی گنجایش نہین۔ نحوی اصول سے دو اسما کلیتہً مضاف اور مضاف الیہ ہوتے ہین۔ لہٰذا اشتاق دید صحیح اور بالکل صحیح۔ اُمید ہے کہ مزاج مبارک خیریت سے ہو۔ مین تو پُرانا نیازمند آپ کا ہون حاضر و غائب خیریت طلب اور کبھی کبھی یاد آوری کا متمنی ہون۔

مین بہت بیمار ہو گیا تھا بارہ تیرہ دن حالت نہایت نازک رہی۔ اسے کوئی بیس دن گزرے باوجود قصد کے بیماری نے لکھنؤ جانے سے روک لیا۔ الحمد للہ بالکل اچھا ہون آخر دسمبر یا ابتداے جنوری مین لکھنؤ کا ارادہ ہے۔

آپ کا خیر طلب

احمد علی شوق قدوائی

نواب شمشیر بہادر خان آجنگڈھی کے نام

رام پور۔ ۲۹ جولائی ۱۹۱۲ء

کرم فرمائے بندہ۔ سلام شوق!

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ مین اچھا ہون۔ بھوپال سے چل کر دو دن مین آگرے مین ٹھہرا، دہلی کا بھی قصد تھا مگر برسات کے کیچڑ دن نے گاڑی مین اتنا پریشان کیا کہ مین گھبرا گیا۔ سفر کو مختصر کر کے رام پور چلا آیا۔ رام پور مین پہنچ کے یہ معلوم ہوا کہ مین بھوپال کی اندھیری کوٹھری سے نکل کے ایک روشن اور دلفریب مقام پر آ گیا ہون اعزہ کا قرب پہچان کی نمایش۔ اور چپہ چپہ گرد علم ادب اور ہر قسم کے علمی مذاق کا انبار۔ اعلیٰ بلکہ اعلیٰ تر محقق اور مدقق بہودزمیر کے اہم بزم۔ ہم سخن اور ہم مذاق۔ بے تکلفانہ صحبت کا

لطف ہے یمن بہر صورت سے آرام اور دلچسپی کے ساتھ ہون۔

مین افسوس کے ساتھ یہ عرض کرتا ہون کہ پچاس روپیہ ماہوار مین میری زندگی بسر ہو ہی نہین سکتی ہے۔ پردیس قبول کر کے پھر بھی تکلیف اور تنگدستی کی حالت مین عمر بسر کرون۔ آپ خود خیال فرمائیے کہ کیسی حیرت انگیز بات ہے۔ مین نے تو صرف آپ کی محبت اور کشش سے اچ گڈھ کی حاضری منظور کر لی تھی۔ ورنہ میرے اعزہ میری مفارقت اب چاہتے ہی نہین۔ مجھے نرام پور مین کوئی تکلیف ہو سکتی ہے نہ لکھنؤ مین۔ دونون گھر ہین۔ اور دونون گھرون مین خدا کی مہربانی سے کہانے کو کافی ہے۔ مین سچ عرض کرتا ہون کہ بھوپال ہی مین سرکار عالیہ کے ایک صاحبزادے نے کہلا بھیجا تہا کہ پنشن جو ریاست سے ہے اُسکے علاوہ پچاس روپیہ ماہوار مجھ سے لو۔ اور نہ جاؤ۔ مین نے عرض کرا بھیجا کہ سو سے ایک پائی کی کمی پر بھی نہین رہ سکتا۔ ترقی کی اُمید کا یہ حال کہ "تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود" آخر آج مین پچاس مین کس طرح گزر کر سکون گا۔ مین آپکی خدمت اور اپنے دوستون کی خدمتون مین تو اپنے کو مثل ایک ناچیز کے ضرور پیش کر سکتا ہون مگر یہ مین اپنے تئین اتنا نا قابل سمجھتا ہون نہ ایسا گمنام کہ گر کے اور ذلیل ہو کے ایک ریاست کو جاؤن اور وہان اپنی موجودہ حالت اور عزت کو بھی ملک کی نگاہون سے گرا کے عمر بسر کرون۔

آپ خیال فرمائیے کہ جو ریاست ترقی فرما کے سو کر سکتی ہے کیا وہ آج سو نہین دے سکتی آج پچاس دے کے پھر سو کرنے کا نتیجہ یہی ہو سکتا ہے کہ کچھ دنون تک بچتا رہے مگر یہ کونسی ایسی بڑی رقم ہے جس سے خزانہ معمور ہو جائے گا تو اب مین کیا سمجھون؟

اُمید ہے کہ آپ میری اس تحریر پر مجھے معاف فرمائین گے۔ مین نے سچا خیال عرض

کر دیا۔ اگر مین اپنی تحقیر اور تکلیف نہ سمجھتا تو آپ کی محبت اور یکجائی کا خیال کر کے ضرور قبول کر لیتا۔ ترقی معکوس جس کے معنی اپنے کو گھٹانا ہین مشکل ہے۔ قصے کی داد کا شکریہ قبول ہو مین آپ کا احسان کبھی نہ بھولون گا۔ کامیابی خدا کے اختیار مین ہے۔ مگر آپ کا احسان مجھ پر ہو چکا۔

آپ کا سچا خیر طلب

احمد علی شوق قدوائی۔

حضرت محشر لکھنوی کے نام

رام پور ۲ اگست ۱۹۱۹ء

حضرت کرم فرمائے بندہ۔ سلام شوق۔

وہ معنی خیز باتین کیا ہین؟ مین نے تو ذرا بھی لگی لپٹی نہین رکھی۔ اپنے مذاق سخن کو صاف صاف ظاہر کر دیا۔ یہ بھی لکھ دیا کہ جس کا جی چاہے مجھے بد مذاق سمجھ لے مین شاکی نہ ہون گا۔ اگر مجھے خورشید محشر پسند ہوا اور میرے مذاق سے ملتا جلتا ہے۔ تو ہے مین کسی پر جبر تو کرتا نہین کہ وہ بھی خورشید محشر کو میری آنکھ نظرون سے دیکھے۔ جو چاہے برا کہے برا لکھے مجھے کیا۔ مین نے آزادی سے ریویو لکھا ہے میری نگاہ کے سامنے بعض غلطی آئی مین نے آخر مین لکھ دیا کہ محشر صاحب سے بعض چوکین ضرور ہوئی ہین۔ وہ بھی انسان ہین۔ اگر مین یہ نہ لکھتا تو کوئی ذی فہم دیکھتا تو یہ کہتا کہ شوق نہ سمجھا۔ اگر مین ان غلطیون کو جو شاید دو تین سے زیادہ نہون۔ مگر علمی ہین کھل کے لکھتا تو وہ میری ہنسی ہوتی۔ ابھی تو ہزارون مین دو ہی ایک واقفکار سمجھ سکتے ہین تب اطفال دبستان کی سمجھ سے اور دور ل

سکتے مجھے بدنام کرنا منظور نہ تھا۔ صرف اپنا تحفظ بند بند سے کر لیتا تھا۔ الفاظ یا محاورے
کی بھول چوک پر میں نگاہ بھی نہیں ڈالتا۔ یہ چھوٹا اور پست خیال ہے جسے عیب بینی اور
کم بینی کہنا چاہیے۔ ایسی خفیف چوکیں سب سے ہوتی ہیں اور سب اساتذہ سے ہوئیں البتہ
فن اور علم کی غلطی ضرور مجھے ناگوار ہوتی ہے۔ مگر یہ بھی انسان سے ہو ہی جاتی ہے طبع
ثانی کے وقت درستی ہو جائے گی۔ اضطراب کی ضرورت نہیں۔ میں نے دیوان آتش کے
بعد رنگین دیوان یہی دیکھا جس کا نام خورشید محشر ہے۔ میں اپنے رنگ پر پاکے سچ لکھنے کے سوا
کوئی بدنفسی نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے تو آزادانہ تحریر سے اپنے استاد حضرت امیر مرحوم کے
زمانے کی سخن سرائی پر بھی حرف رکھ دیا۔ حال آنکہ میں انھیں کا خاک پا ہوں۔ میں نے
خورشید محشر سے پہلے آپ کا کلام بہت ہی کم دیکھا تھا۔ میں نے سچ یہ لکھا ہے۔ مجھے گلدستوں
اور رسالوں وغیرہ کے دیکھنے کی فرصت کہاں۔ آخر خواہ مخواہ میں برائی کیوں کرتا۔ میں تو
دشمن کے ساتھ بھی برائی کرنے کو اخلاقی جرم سمجھتا ہوں۔

بعض باتیں پھر کبھی فرصت کے وقت لکھونگا۔ آیندہ اُن سے ضرور بچنا چاہیے جن
باتوں پر میں نے ریویو میں فقرہ لکھا ہے وہ بھی لکھدونگا۔

احمد علی شوق

قدوائی

رام پور۔ ۳۰ جنوری سنہ ۴۲ء

کرم فرمائے بندہ حضرت محشر صاحب سلام شوق!

پوسٹ کارڈ آپ کا پہنچا۔ صحت کی خبر مجھے ملی۔ اطمینان ہوا۔ مجھے غزل کہنے کی فرصت
کہاں۔ میں ان دنوں کچھ نہ کہتا ہوں نہ کہہ سکتا ہوں۔ بعض نظموں کی ترتیب جدید میں مصروف

ہوں۔ غزل کے خیالی مضامین پر مائل ہوتا ہوں تو دماغ دو چار روز کے لئے اصلی واقعات کے خیالات سے ہٹ جاتا ہے اور میرا بہت حرج ہوتا ہے۔

باوجود تمام عذرات کے میرے بھائی آبر صاحب نے مجھے بہت مجبور کیا کہ حمید وغیرہ میرٹھ سے آرہے ہیں۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ہم آپ کو مشاعرے میں نہ لے جائیں۔ اس کشاکش سے مجبور ہو کر مشاعرے سے پہلی رات کو میں نے چند شعر لکھے اور جا کے پڑھ دیئے۔

یہاں کا مشاعرہ ہی کیا۔ مذاق سلیم اب رام پور میں کم ہے۔ البتہ حمید و رنجور جو میرٹھ سے آئے تھے خوش مذاق تھے اور سچے جذبات کہتے تھے۔ اور فصیح اردو میں کہتے ہیں۔ نہ الجھاؤ نہ تصنع۔

افسوس یہ رہا کہ ندرت ایک عزیز کی بیماری کے سبب رام پور کو نہ آسکے۔ وہ ان دونوں سے اچھا کہتے ہیں۔ میں سن چکا ہوں۔ رنجور تو ندرت ہی کے شاگرد ہیں۔ ایک اور گروہ میرٹھ میں ہے۔ یزدانی مرحوم کے خاندان کا۔ وہ اس گروہ سے الگ بلکہ رقیب ہے۔ وہ لوگ بھی خوب کہتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ یہ سب لوگ تغزل کو اس کے صحیح راستے پر لے جاتے ہیں اور جو کچھ کہتے ہیں ایک ایک لفظ سمجھ کے رکھتے ہیں۔ مجھے تو یہ سمجھنا پڑا کہ مذاق تغزل ادھر ادھر سے کھنچ کے میرٹھ میں جا پہنچا ہے۔ چند اشعار جو میں نے وہاں پڑھ دیے تھے۔ آپ کے اصرار سے مجبور ہو کے بھیجے دیتا ہوں۔ دوسرا ورق ملاحظہ ہو۔ میں انشاء اللہ کل رخصت کی درخواست دونگا۔ اور مقامات میں پھرتا ہوا لکھنؤ بھی آؤنگا۔ تاریخ ابھی نہیں لکھ سکتا۔ لکھنؤ تک ذرا دیر میں پہنچونگا۔

ذوری کا رسالہ مخزن لاہور جہاں ملے تلاش کر کے مجھے دیکھئے گا۔ ابھی بہت دن ہیں۔ یہ وہی راز ہے جس کا ذکر میں نے ایک پوسٹ کارڈ پر آپ کو لکھا تھا۔

اگر محشر صاحب مجبور نہ کرتے تو مین ایک شعر بھی نقل نہ کرتا۔ چاہو اور کوئی لکھ کے دیکھ لے واللہ صبح کو چائے پی کے بیٹھا ہون۔ اڑہائی بج گئے۔ خطون کے اشد ضروری جوابون سے فرصت نہین ملی ہے۔ گھر کے خطوط تھے۔ ایسی حالت مین شاعری کیسی۔

احمد علی شوق۔ قدوائی

نہ پائی اُس نے اسیر بھی صفائی حُسن جانانکی ۔۔۔ چھنی گو چار چھینٹون مین چمک مہر درخشان کی

کہ دل فریاد یارب مین جو آنکھین بند کرلے وہ ۔۔۔ کہ جادو ڈالتی ہین مجھپہ نظرین چشم فتان کی

کیا ہے نشان اعزاز کے پرفے مین ظالم نے ۔۔۔ تبرک کر کے مٹی بانٹ دی گنج شہیدان کی

وہ یا گھر مین نہین ہو۔ یا گیا حُسن شباب اُس کا ۔۔۔ مروت سے بھری ہین آج آنکھین اُسکے دربان کی

لُٹو بکا ہو اتجکو سلے گا جا بجا [illegible] ۔۔۔ بڑی پہچان ہو اے نامہ بر یہ کوے جانان کی

پسند آئے مجھے زخم اپنے جب [illegible] لگے اسین ۔۔۔ ادا آئی نظر تیرے تبسمہائے پنہان کی

[illegible] سے اے شوق کیسی طنز تو سنلو
[illegible] ہے کہ کُنجی کھو گئی ہے قفل زندان کی

رامپور۔ ۱۵۔ اکتوبر [illegible]

جناب [illegible] سلام شوق! پوسٹ کارڈ پہنچا شکریہ۔ آپکی خیریت پاکے دل خوش [illegible] اچھا ہون حضرت آبرا چکے ہین مین گزشتہ بیماری کے ضعف سے ابتک [illegible] سنبھالا ہون۔ زرد ہو رہا ہون۔ مین کیا اور میری غزلین کیا۔ آپکی محبت آپکو پسند کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ مجھے کوئی سخن گوئی کا دعویٰ تو ہے نہین البتہ ایک عادت پڑگئی ہے۔ جیسے اڑگرٹے کا گھوڑا بے چلے نہین مانتا۔ اسیطرح شعر [illegible] ل بے شعر کہے نہین مانتا بس اتنی بات ہے۔ خیر طلب شوق

رام پور - ۲۰ جون ۱۹۲۲ء

حضرت کرم فرمائے بندہ - سلام شوق - پوسٹ کارڈ پہنچا - ممنون ہوا اور حضرت آبر خیریت سے ہیں۔

ایک صاحب لکھنؤ میں ہیں محشر صاحب - جب [illegible] سے باہر نکلتے ہیں تو ایک چھکڑا جھوٹ کا لدا ہوا ساتھ ہوتا ہے - یہاں [illegible] اس میں سے جھوٹ کو خرچ کیا جب پلٹ کے گھر پہنچے - تو آئندہ [illegible] سے بھر کے پھر چھکڑے کو کھڑا کر دیا۔

کیوں صاحب کہیں وہ آپ ہی تو نہیں ہیں - وعدہ خلافی کی بھی آپ نے حد کر دی - یہاں بہ نسبت لکھنؤ کے گرمی کم ہے - بھاگ آئیے - اگر کچھ تشویش ہوگی تو بجلی کے پنکھے اتنے آپ کے پاس لگا دیے جائیں گے کہ آپ چاہیں تو ان کے ذریعہ سے ہوا پر اڑ کے سیر کر سکیں۔

حضرت آبر سلام کہتے ہیں اور آپ کے سچ بولنے کی تعریف کرتے ہیں - میں نے تو کہہ دیا کہ محشر صاحب نے مہینہ اور تاریخ لکھی تھی مگر سنہ نہیں لکھا تھا شاید کوئی آئندہ اور آئندہ سے بھی آئندہ سنہ مقصود ہو۔

پانی نہیں برستا خدا سے رحم کی امید - آپ کو [illegible] مدرسے کے پیچھے رہتے ہوں - جیسے ایک صاحب ہیں - (آپ نہیں [illegible]) وہاں رحمت کی دعا ضرور ہے۔

احمد علی - شوق قدوائی

رام پور - ۲۸ جون ۱۹۲۳ء

کرم فرمائے بندہ حضرت محشر صاحب!

سلام شوق - جاڑا گزرا - گرمی ختم ہوگئی - برسات آگئی مگر باوجود ہزار وعدون کے محشر صاحب نہ آئے ؎

ہزار عذر بہ یک خلف وعدہ داد و آہ
چہ خاکہا بہ سر انتظار می ریزد

جب وعدے برابر غلط اُترتے ہین تو بیماری کی اطلاع کو مین کیون صحیح سمجھون - یہ بھی ایک فیشن ہو اور ضرورت بھی ہے کہ بیمار سمجھ کے لوگ ترس کھائین - اور سفر کے واسطے نہ کہین - آپ مطمئن رہیے - اگر بیمار نہ بنتے - یا بیماری سے کمزور نہ بنتے تب بھی آجکل کے گرم موسم مین کوئی آپ کو سفر کا راستہ نہ بتاتا -

پروفیسر احمد حسین شاداں مدت سے اپنے وطن بلگرام مین ہین - مدرسہ رام پور مین بعد امتحان طویل تعطیل تھی - اُمید ہے کہ جولائی کے ابتدائی ہفتہ مین رام پور کو آئین گے - یہان آنے سے پیشتر وہ لکھنؤ کو ضرور جائین گے - ممکن ہے کہ آپ کو بھی کہین مل جائین -

مین لاہور کی سلسلہ جنبانی سے تو واقف ہون - مگر طے ہو جانے کی خبر ابھی مجھے نہین ہے اگر شاداں صاحب یہان ہوتے تو حال معلوم ہوتا - ہان صاحب ،، العالم متغیر ،، کا مسئلہ مین سمجھے ہوئے ہون - اور اب یہ دیکھ رہا ہون کہ لکھنؤ مین تغیر کی صورت ہے - لوگ جو کہتے ہین وہ کرتے نہین - شاید آپ ان لوگون مین نہ ہون - اور ہون تو کیا تعجب ہے -

احمد علی شوق
قدوائی

سید اولاد حسین صاحب شاداں بلگرامی فیلسوف کا خط جناب محشر لکھنوی کے نام

۱۸ جنوری ۱۹۲۲ء

شاداں نواز۔ تسلیم۔ عنایت نامہ نے صادر ہو کر عزت بخشی۔ لفظ "قراۃ" کو اہل لغت بروزن فعولن لکھتے ہیں۔ مگر نظم میں اس کی کئی صورتیں پائی جاتی ہیں۔

کفایۃ القاری مصنفہ سیف الدین در فن قرات میں حسب ذیل یہ الفاظ آئے ہیں۔ یہ بزرگ ہندی نہیں ہیں ؎

پس بہ ہر حرف پاک از قرآن　　صد نکوئی رسد بہ قاری آن

در شستہ بود رسد پنجاہ　　قلیداً قوم قرات اللہ

اس شعر میں بروزن فعول ہے۔ یہی دوسری جگہ کہتے ہیں ؎

ہر کسے کین رسالہ برخواند

پس قرارت صحیح ترخواند

یہاں بروزن فعولن ہے۔ ذیل کے شعر میں اس کی جمع قراآت بھی نظم کی ہے ؎

پس قراآت سبعۂ مذکور

ہست اندر دیارشان مشہور

مرتع الغزلان فی رسم القرآن مصنفہ محمد حیدر ہندی سے ؎

یا موافق بود بہ قرارۃ ما

یا بود اندر والف برجا

انھوں نے بروزن فعلن نظم کیا ہے۔ اُردو میں بھی بروزن فعلن بہت نظم ہے اور طرہ یہ ہے

کہ بترکیب فارسی ہے۔

(قصیدۂ ذوق دہلوی)

کبھی میں حافظ قرآن ہوں بعلم تفسیر   کبھی میں قاری قرآن ہوں بعلم قراءۃ

(قصیدۂ نیاز احمد خان ہوش بریلوی شاگرد جناب اسیر مرحوم لکھنوی)

کبھی وہ شیخ ہیں تفسیر انجیل و زبور و توریت   مثل قاری کبھی کشاف نکات قرارت

یہی دو شعر قصیدے سے ہیں کہتے یاں

وہ ہوں میں بلبل خوش لہجہ گلزار امامت کا
کہ رنگ آتا ہے نغمے میں مرے قرآن کی قرارت کا

ان اشعار سے ظاہر ہے کہ قراءۃ بر وزن فعولن بھی ہے لہذا صاحب غیاث کا بر وزن حکمت لکھنا بیجا نہیں معلوم ہوتا۔ اگر فرصت ہو تو جواب کی رسید سے مطلع فرمائیے گا اور یہ بھی لکھیے گا کہ اس لفظ کی تحقیق کی کیا ضرورت آ پڑی۔ ایام بکام والسلام

ہیچمدان
شادان بلگرامی

مولانا شبلی مرحوم کا خط قاضی محمد خلیل صاحب مئو اعظم گڑھ کے نام

مکرمی۔

والانامہ پہنچا۔ آپ کے جوش اسلامی کا معترف ہوں لیکن ترجمانی سے کہاں کام چل سکتا ہے۔ اپنا دل اور زبان دوسرے کو کیونکر دیدوں۔

اور ندوہ کی یہ حالت ہے کہ غریبوں نے راس المال بھی خرچ کیا۔ اب بالکل صفائی ہے سب سے بڑا کام سرمایہ کا محفوظ رکھنا۔ روپیہ کا جمع کرنا۔

شملے کے لوگوں نے بلایا تھا میں گیا اور بقدر حیثیت وہاں سے کامیاب آیا، تمام ہندوستان کا دورہ کرنا ہے جا بجا خطوط بھیجے ہیں۔ ندوہ اسی لیے ہے کہ ضرورت کے موافق مولوی پیدا ہوں۔ لیکن ندوہ مدت سے بے والی و وارث رہا ہے میں نے آکر انگریزی کے صیغہ پر خاص توجہ کی اب وہ ابتدا سے لازمی کر دی گئی فراغ تحصیل کے بعد اور پڑھنے پر طلبا اس قابل ہوں گے کہ انگریزی میں وعظ کہہ سکیں۔

آپ الندوہ کے خریدار ہیں یا نہیں، وہ ہر حیثیت سے خریدنے کے قابل ہے۔ پُر زور با وقار علمی رسالہ ہے۔ ندوہ کے حالات بھی ہوتے ہیں قیمت کل عہ سالانہ ہے۔ مضامین سے فرمایئے کہ ویلو کی اجازت دیں۔ ورآپ خود بھی۔

میری آخر تصنیفات علم الکلام۔ الکلام شائع ہوگئی ہیں۔ سوانح عمری مولانا روم مدت سے مطبع میں گئی ہے۔ والسلام

۲۹۔ اگست ۱۹۰۵ء

شبلی

منظوم خطوط

بابو کنجبہاری لعل صاحب شفق بجنوری کا خط جناب مجاور حسین صاحب تمنا لکھنوی جانشین حضرت جاوید لکھنوی کے نام

(مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۲۱ء)

کہا یہ مجھ سے مرے اک شفیق نے آکر — کہ آیا ہے مرے پاس آج خادم اک اخبار

یہ کہہ کے ایک نمونہ بھی پھر انھوں نے دیا — کمال شوق سے میں نے اُسے پڑھا اک بار

پڑھا جو میں نے تو مجھکو عجیب لطف آیا — وہ نظم و نثر تھی لعل و گہر ہوں جیسے نثار

ہوا جو اُسکی عبارت سے ذوق شوق فزوں — کہا یہ دل نے کہ تو بھی بن اس کا نامہ نگار

مگر یہ فکر ہوئی کس طرح کروں تحریک — کہ میرا شوق اڈیٹر پہ اُسکے ہو اظہار

بڑھی یہ فکر تو دل نے مجھے صلاح یہ دی — کہ پہلے خط کے ذریعہ سے کرنے استفسار

لہذا عرض یہ ہے خدمت مبارک میں — کہ درج کیجیے خادم میں یہ مرے اشعار

اور اسکے بعد بھی بھیجونگا میں کلام اپنا — رہا کریگا یہی شغل آپ سے لیل و نہار

الٰہی آپکا اخبار اتنا ہو مقبول — پچاس لاکھ اشاعت ہو اسکی ہفتہ وار

یہ آرزو ہے شفق مجھکو آپ تمنا کی
کہ مانگتا ہوں ملاقات کی دعا ہر بار

جواب تمنا

جناب آپ کی میں عنایت کا دل سے ہوں ممنون — کہ مجھ سے ہیچمداں کو دیا یہ عز و وقار

کلام اپنا عنایت کیا وہ بارونق — کہ جس سے بڑھ گئی کچھ اور زینت اخبار

ضرور آپکی نظمیں چھپا کرینگی یہاں — جو بھولیے گا کبھی تو ہوگا اسطرف اصرار

مگر جو آپنے آخر میں یہ کیا ہے رقم — کہ تجھ سے ملنے کی حسرت ہے مجکو لیل و نہار

جناب اسکا تو قایل میں صرف اتنا ہوں — کہ آپ مجکو سمجھتے ہیں اک غریب دیار

یہی سبب ہے فقط میرے دل بڑھانے کا — وگرنہ اور تو خوبی کوئی نہیں زنہار

لہذا آپسے ملنے کا تو مجھے بھی ہے شوق — مگر نہ کوئی صفت رکھتا ہوں نہ عز و وقار

مولینا محمد عبدالحلیم شررؔ مرحوم کے خطوط حضرت وصل بلگرامی کے نام

دفتر دلگداز کٹڑہ بزن بیگ خان
لکھنؤ

۲۹ نومبر سنہ ۱۹۲۲ء

مکرمی تسلیم

آج ہی میں نے دعوت شادی کے کارڈ مولانا اور دیگر احباب گورکھپور کی خدمت میں روانہ کئے ہیں یقین ہے کہ پہنچے ہوں گے اور جناب مولانا اپنے وعدے کے مطابق مجھے شرف قدوم سے سرفراز فرمائیں گے اور آپ بھی ان کے ہمراہ ہوں گے - میری تمنا تو یہ تھی کہ جناب مولانا میرے ہی مہمان ہوں مگر انکو اس میں تامل ہے - تو میں زیادہ اصرار نہیں کر سکتا - اس لئے کہ ممکن ہے ممدوح کو میرے یہاں تکلیف ہو -

آپ سے اپنا التماس ہے کہ دلگداز کا دو سالہ کا انعام جس کی مقدار چار سو روپیہ ہے مولانا سے عرض کر کے بھجوا دیجئے - اس موقع پر شاید یہ رقم آپ کو بہت کچھ سبکدوش کر سکے گی - میرا

خیال ہے کہ اس موقع پر میں شائد اس سے زیادہ اعانت و دستگیری کا مستحق ہوں گا۔ لیکن ان امور میں مولانا کو اختیار ہے۔ والسلام

خاکسار

محمد عبدالحلیم شرر ایڈیٹر دلگداز

دفتر دلگداز از کٹرہ نواب بیگ خان لکھنؤ

(۸ ذیقعدہ ۱۳۳۴ھ)

مکرمی تسلیم۔

آم پہنچے، تار آیا۔ خدا آپ کا اور مولانا کا خط بار ملا۔ ڈاکٹر فیروز حسن کا منہ ہمیشہ ایسا ہی میٹھا رکھے جیسا کہ میرا منہ میٹھا کیا ہے۔ ع

اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی

جس ناول کا آپ سے وعدہ کیا ہے اب اس کو ایک ماہ بعد شروع کرونگا۔ آجکل دلگداز کے پرچوں کے نکالنے میں مصروف ہوں۔ صدیق کے سپرد کر دیا تھا بلکہ انھیں کو مالک کر دیا تھا۔ وہ چلے گئے اور اب پھر اس کا بار مجھے اٹھانا پڑا۔ چار پرچے تیار کرا چکا ہوں۔ دو اور تیار ہو جائیں تو آپ کا کام کروں۔

جناب مولانا کے بیٹوں کا حال سنکر سخت تردد ہوا۔ خدا اُن کو زندہ سلامت رکھے۔ ملک و ملت و بزرگی کی بہت سی امیدیں انکی ذات سے وابستہ ہیں۔

میرا ایک کام بھی مولانا سے ہے۔ مرحوم کی خدمت میں عرض کر کے پورا کرا دیجئے تو بڑی عنایت ہو۔ مولانا نے دو سو روپیہ سالانہ مرحوم کے مقرر فرما دیئے تھے جو معلوم نہیں کیونکر صدیق کو دیے گئے۔ مرحوم بند ہو گیا ورنہ اس کے نکلنے کی اب امید ہے۔ لہذا میری طرف سے

خدمت میں عرض فرمایئے کہ وہ مرزی گری جو "مورخ" کے حال پر مبذول تھی اگر دلگداز کی جانب منتقل ہو جائے تو بڑی عنایت و مرحمت اور ادب اردو اور اسلامی لٹریچر کی سچی خدمت ہو اگر یہ درخواست منظور ہو تو اس سال کے دو سو روپیہ وصول فرما کے بھجوا دیجئے بڑی نوازش ہو گی - چونکہ اکٹھا بہت سے پرچے نکالتا ہوں اس لئے یہ مرحمت وقت پر ہو گی - اس لئے کہ میں اب اس قابل نہیں ہوں کہ بغیر قرض لیے اس کام کو پورا کر سکوں - والسلام

خاکسار

محمد عبدالحلیم شرر اڈیٹر دلگداز

دفتر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خان

لکھنؤ

۸ جمادی الثانی ۱۳۴۱ھ

بندہ نواز تسلیم -

اتنا میں نے سن لیا ہے - پاس پڑوس والوں نے کہا تھا کہ آپ کے اور مولوی صاحب قبلہ کے جان و مال کو مزہ لیتے وقت رونق روشن سے دعا نکلی فیصلہ ہوا - رسید کیسی اور جواب کس بات کا - جو پائے حق کے صفحات کے لئے سراج کو لکھئے - میں بھی کہے دیتا ہوں -

آپ کا کام کرنے پر ہر وقت تیار رہتا ہوں - ناول تیار کرنا ہے جس میں مشغول ہوں - مگر درمیان میں کئی کئی بار ایسا بیمار ہوا کہ بالکل معذور ہو گیا اور کام کرنے کے قابل نہ رہا - ربیع الثانی کی کسی تاریخ میں بندہ زادی کا عقد ہے - آپ کو اور مولانا کو ضرور تکلیف کرنا ہو گی اُن سے ابھی سے کہہ رکھئے - وقت پر کوئی عذر نہ سنا جائے گا - فقط

خاکسار محمد عبدالحلیم شرر

لکھنؤ ۲۲- ربیع الاول [illegible]

کرمی و محترمی تسلیم۔

گرامی نامہ آیا میں آپ کا اور مولانائے محترم کا نہایت ہی شکر گزار و رہین منت ہوں
کہ تقریب عقد بندہ زادی میں زحمت فرماتے اور قدم رنجہ فرماتے۔

آپ سے میں نادم ہوں اور بہت نادم۔ لیکن آپ میرے ساتھ پندرہ بیس روز
رہتے تو معلوم ہوتا کہ میں کسقدر ہجوم افکار اور مختلف ذمہ داریوں کے ادا کرنے اور صدہا
فرایض و احکام احباب سے سبکدوشی حاصل کرنے کے لئے ہر گھڑی اپنی جان چھڑاتا رہتا
ہوں۔ ایک فکر ختم نہیں ہوتی کہ دوسری شروع ہو جاتی ہے۔

اب اس تقریب سے فارغ ہونے کے بعد میں انشاء اللہ آپ کا ہوں گا۔
بشرطیکہ آپ دو چار بار خود آنے کی زحمت کریں اور ایک بار تین چار روز میرے گھر
رہیں بغیر اس کے میری شرمندگی دور نہ ہو سکیگی۔

آپ نے اناس کھلائے اور مولانا کی عنایت سے بڑی بڑی نعمتیں پائیں مگر مجھے
لکھنے اور مصروفیتوں میں جو مزہ [illegible] ملتا ہے کسی چیز سے نہیں ملتا۔ یہی تمباکو مجھ سے
لٹریری کام لیا کرتی ہے۔ لہذا کبھی کبھی چار پانچ سیر پینے کا تمباکو وہاں کا بہترین مرحمت
ہوا کرے تو اس سے زیادہ اچھی نعمت و مرحمت میرے لئے کوئی نہیں ہو سکتی۔

خاکسار

محمد عبد الحلیم شرر

جناب سید محمد نوح صاحب شہیر مچھلی شہری کے خطوط مؤلف کے نام

۱۹ جنوری ۱۹۲۵ء مچھلی شہر جونپور۔

شکریہ کیون نہ ادا دل سے کرون مین صفدر
بعد مدت جو شہیر آج تمھین یاد آیا

پیارے صفدر!

کارڈ کے پہنچنے پر بجائے اسکے کہ خوشی ہوتی مجھے روحی صدمہ اور دلی رنج اسوجہ سے ہوا کہ آپ نے اپنی بے دست وپائی کا حال لکھ کر میرا دل دکھایا۔ ہے ہے یہ کیا ہوا للہ تفصیل لکھیئے کہ یہ کیا مضمون ہے۔ خدا آپ کو صحت دے اور لاحقہ عارضہ اگر علاج پذیر ہو تو صحت بخشے۔ اس عرفی مدت مین مجھپر بہت اثر حوادث ہوا۔ مرگ اعزا کے علاوہ خود میری ذاتی صحت نہایت خراب ہوتی جا رہی ہے۔ علاوہ اور مصائب جو پہلے گذرے مین سخت بیماری مین مبتلا ہو کر فائز الموت ہوتے ہوتے بچگیا۔ دل ودماغ بیکار رہین ستر برس کی عمر ہوئی انحطاط قوی نے زندہ درگور بنا رکھا ہے ضعف پیرانہ سالی بڑہتا جارہا ہے، پہلے پنج مین آنریری مجسٹریٹی کا کام کم تہا۔ اب تین برس سے اسپشل مجسٹریٹ درجہ دوم ہونے سے تنہا اجلاس مین کام بہت زیادہ کرنا پڑتا ہے پولیس کے چالانی مقدمات کثرت سے آتے ہین۔ اور مجھے زیادہ کام کرنے کی سکت نہین ہے۔ بہرحال خدا کا شکر ہے۔

شعر وشاعری سے دل ہٹ گیا آج کل کے مذاق تخیل جدید نے اور طبیعت کو نافر کر دیا ہے، اصول فن سے آگاہی نہین۔ لاف انا ولا غیری کا دعوی مزید برآن۔

صرف شوکت و جبروت الفاظ سے کام رہ گیا ہے۔ انوکھی ترکیبیں بے معنی اضافت و عطف سے واسطہ ہے۔ مجھے ادہر فرصت ذرا بھی نہیں ہے۔ دل و دماغ قابو میں نہیں ضعف کہنسی تو تھا ہی، آئے دن کی بیماری نے اور بھی مجبور و معذور کر رکھا ہے لیکن میں آپ کی تعمیل خاص کے لئے کوشش کروں گا۔ ۳۰ جنوری تک تو اور مشاغل سے نجات نہ ہوگی۔ اوایل فروری میں انشاء اللہ کچھ لکھ سکوں گا۔ غزل گوئی تو عرصہ سے کم ہو گئی ہے۔ ہر سال یکم رجب کو صحبت مقاصدہ کے لئے ایک قصیدہ بہ تقریب مولود ولادت حضرت امام ابو جعفر محمد باقرؑ کہنا پڑتا ہے۔ آٹھ دن صرف باقی ہیں اس میں فکر لازمی ہے بعدہ دوسری فکر ہو سکتی ہے۔ اپنا حال مفصل تحریر فرمائیے۔

آپ کا دعا گو نیاز مند

حقیر شہیر

۴۔ فروری ۱۹۲۵ء۔ دلگیر شہیر مچھلی شہر

جونپور

مہر پرور کرم گستر حضرت صفدر یا حفظہ رب الاکبر

عنایت نامہ مورخہ ۱۲ جنوری کا جواب آج بعد واپسی از سفر لکھتا ہوں۔ آج پورا خط لفظ بلفظ پڑھا۔ آپ کے انگوٹھے پر عمل جراحی کیا گیا۔ انگوٹھا اور داہنا انگوٹھا۔ قطع کیا گیا۔ افسوس کیا واللہ روحی صدمہ ہوا۔ جسکے لکھنے سے قلم قاصر ہے جس کے نہ رہنے سے حروف آدھے کٹے رہ جاتے ہیں جس کی بابت آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ہنسنے کا نہیں۔ بھائی تم ہنسنے کو کہتے ہو مجھے رنج سے بے اختیار رونا آتا ہے۔ افسوس صد افسوس آپ پر یہ شدائد گزرے کہ ہاتھ پاؤں دونوں اصلی حالت پر نہ رہے۔ پھر بھی لائق صد آفرین

آپ کی ہمت بلند و خدمت ادب اُردو ہے کہ لکھنے سے ایک حد تک معذوری ہے۔ پھر بھی ادبی لٹریری خدمات کی سرانجام دہی کی فکر ہے، میری نسبت جو الفاظ شکر گزاری و منت پذیری آپ نے تحریر کئے ہین اُنہین پڑھ کر مجھے ندامت ہوئی کہ بلا وجہ آپ اسقدر اظہار امتنان فرماتے ہین آپ اسے یقینی باور کیجئے کہ مین آپ کو مثل اپنے عزیز بھائی کے سمجھتا ہون اور آپ کا سکۂ کمال میرے دل پر بیٹھا ہوا ہے۔ عمرت دراز باد۔ خدا کرے لخت جگر قرا اب بالکل صحیح ہو گیا ہو، میری طرف سے اُسے پیار کیجیئے حضرت عارف کے پیڑے انشاء اللہ عنقریب پہنچینگے۔

حقیر شہیر

بھائی صفدر!

اس وقت کہ مین پیڑے جناب عارف کے یہان بذریعہ اپنے ایک عزیز کے بھیج رہا تھا آپکا کارڈ بجواب میرے نیاز نامہ کے موصول ہوا۔ پندرہ پیڑے آپ کے حصہ کے ہین جنھین عارف صاحب آپ کے پاس بھجوادینگے۔ سنہ ۱۹ءمین جو پیڑے آپ یہان کھا گئے ہین ایسے تو شائد یہ نہ ہون گے۔ پھر بھی اچھے سے اچھے جو مل سکتے ہین وہ حاضر کرتا ہون۔

آپ کا اخلاق و محبت سے مجھے مشاعرے مین بلانا باعث عزت افزائی ہوا افسوس کہ اب پیرانہ سری و ضعف قویٰ سے ناقابل سفر خصوصاً اس زمانہ مین کہ مریض ہون اور نقل و حرکت سے بھی معذور رہون۔ میری شاعری کی نسبت جو الفاظ آپ نے تحریر فرمائے ہین وہ آپ کے ذاتی محاسن کے جوہر ہین۔

غزل گوئی تو عرصہ سے ترک ہے، خرابی صحت سے دماغ کام نہین دیتا، وعدہ حتمی

نہین کرتا مگر کسی دن بشرط فرصت کچھ فکر آپ کی مرسلہ طرح مین کرونگا اور ۱۴ فروری ماہ حال تک کسی روز پانچ سات شعر کی غزل بھیجدونگا - یہ تو آپ جانتے ہین کہ مین پابند قیود بہ حضرت استادی اعلی اللہ مقامہ ہون اور بطرز قدیم مذاق رکھتا ہون - جو رنگ اب کی شاعری کا ہے اُس سے کورا ہون یہ پرانی تخیل جواب مسترد و مردود ہے - وہی میرے لئے مایۂ ناز ہو

دلگیر شہیر

۸ - فروری ۱۹۲۵ء

مولوی سید علی محمد صاحب شاد عظیم آبادی کا خط حضرت محشر لکھنوی کے نام

عظیم آباد پٹنہ - ۲۷ - فروری ۱۹۲۴ء

مصدر لطف عمیم مخلص نواز قدیم دام عنایاتکم

تسلیم بصد شوق و نیاز - مین الحمد للہ اتفاق قضا و قدر سے اب تک زندہ ہون اور آپکا دعاگو - پیری و امراض نے بدتر از مردہ کر رکھا ہے چند عرصہ سے احباب کا اصرار ہے کہ تو اپنے دیوان کو چھپوا دے - ہر چند زمانے بھر اور خود اپنے ناچیز کلام پر نظر کرکے مین ٹالے جاتا تھا مگر اب چارہ نہین ہے - دوسری ایک ضخیم کتاب نئے انداز کی ۲۵ جز سے زیادہ جمع کی جس کو مین حاصل عمر جانتا ہون دو حصے اس کے ہین پہلے حصے مین زبان اُردو اور اُسکے متعلقات جو ابھی تک اچھوتے ہین فصاحت و بلاغت کی بحث کے ساتھ جہان جہان عربی علوم فصاحت و بلاغت و معنی بیان و صنائع مین اُردو سے مخالفت ہوئی ہے - اس کا صراحت سے بیان - غرض یہ حصہ بیحد دلچسپ ہے - دوسرے حصے مین ایک طویل مقدمہ ضروری کے بعد چھ مرثیہ گویان مشہور یعنی دلگیر و خلیق و فصیح و ضمیر و دبیر

وائیس کی پوری سوانح عمری جس سے حال کی تصانیف خالی ہین۔ ان بزرگون کے
تذکرے کے ضمن مین میر عشق میر انیس و میر مونس و میر نفیس وغیرہ کے حالات
وغیرہ اور کلام پر ریویو و موازنہ کیا گیا ہے۔ کتاب ضخیم ہے۔ علی الخصوص اہل علم کا بیحد
اصرار ہے کہ اس کو نہ چھپوانا ظلم ہے۔ پریس تو یہان بھی موجود ہے مگر کاتب اچھے
نہین ہین۔ دوسرے غلط نویس ہین۔ مین کمال خلوص کے ساتھ آپکو تکلیف دیتا
ہون کہ اگر آپ کے ذریعہ سے یہ مرحلہ طے ہو جائے یعنی وہان کا بیان لکھ لکھ کر علی التبادل آمد
آیا کرین اور آپ مجھ پیر فانی پر نظر عنایت فرماکر قبول کرین تو پھر مین اس خصوص مین
زحمت دون۔ یہان ڈھائی روپیہ جزو انیس سطرون کے مسطر سے کاتب لکھا کرتے ہین
کیا آپ کی توجہ سے تین روپیہ جزو انیس سطرون کے صفحہ کے ساتھ لکھا جا سکتا ہے۔
اگر ایسا ہو تو مین آپکی عنایت سمجھونگا۔

میری حالت اب یہ ہو گئی ہے کہ میرے احباب مین سے ایک بھی باقی نہ رہا
جیسے آئینہ خانے مین کتا ہو وہی حالت میری دنیا مین ہو گئی ہے۔ آپ کو خط لکھنے
کے لئے جو قلم اٹھایا تو اگلی باتون کو یاد کرکے تھوڑی دیر رو لیا۔ الحمد اللہ
لکھنؤ مین بولنے تو اور بھی عنایت فرما ہین مگر آپ کے ساتھ جو خصوصیت ہے خود
آپ پر روشن ہے۔ میری تکلیف دہی معاف فرماکر جواب سے ضرور سرفراز فرمایئے گا۔

نیاز کیش قدیم خاکسار
سید علی محمد شاد

مولینا مولوی محمد احمد صاحب صیر مینائی خلف اکبر حضرت امیر مینائی استاد اعلیحضرت والی رامپور خلد اللہ ملکہ کے خطوط مؤلف کے نام

مکرم محترم!

سلام مسنون قبول فرمائیے۔

آپ نے مجھے جتنا اجنبیانہ خط لکھا ہے اُس کی مجھے شکایت ہے۔ مین اس سے زیادہ خصوصیت کا آپ سے متر صد ہون جتنی اس کارڈ مین ہی ۱۸۹۸ء مین جو آگ لگی تھی اُس نے کتاب یا یادداشت تو کوئی چھوڑی نہیں۔ کہان سے لاؤن وہ جواہر جو اُن کاغذون پر بکھرے ہوئے تھے۔

ہان میرے سینہ مین کچھ ذخیرہ ہے مگر اس زمانہ مین بیحد عدیم الفرصت ہون اگر تکلیف نہ ہو تو ستمبر کے آٹھ سات دن گزرنے پر چار دن کے لئے میرے پاس تشریف لائیے مین آپ سے ملنے کا بھی مشتاق ہون۔ اور خدا جانے کیا کیا کہون گا کیا کیا سنونگا۔

خاکسار

محمد احمد مینائی۔ رام پور ۲۰ اگست ۱۹۱۷ء

شفیق کرم گستر۔ سلام و دعا۔

ایک نوازش نامہ پہنچا۔ غزل اُس مین ملفوف ہی۔ مین نے غزل دیکھی۔ اچھے اچھے شعر ہین۔ بارک اللہ۔

مگر خط ایک معمّا ہے کہ میرا فہم اُس کے سمجھنے سے قاصر رہا۔ میں نے آپکو اس امر کے قابل نہیں سمجھا۔ کیا بات ہے؟ بس مفصل اطلاع دیجیے۔

کیا بھائی عابد سہسوانی لکھنؤ میں ہیں اور کیا کرتے ہیں۔ کتاب طبع ہو لے تو مجھے بھیجیے۔ میں انشاء اللہ کوشش کرونگا۔ آپ لکھنؤ میں کیا کرتے ہیں۔

محمد احمد مینائی

۱۹ ستمبر ۱۹۱۷ء

حضرتِ طاہر فرخ آبادی کے خطوط حضرتِ وصل بلگرامی کے نام

قدر افزائے ہیچمیرز جناب سید مقبول حسین صاحب دام الطافہٗ

السلام علیکم!

قطعہ تاریخ (دیوان جناب حمد) آپ کی خاطر سے ایسی پریشانی میں موزوں کیا ہے کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ گھر میں طبیعت اچھی ہو گئی تھی مگر گیا ہوا بخار پھر لوٹ آیا۔ اور وہی شدت ہے۔ برخوردار اقتدار علی مدعمرہٗ کو اگرچہ فضل الٰہی سے تپ نہیں ہے مگر ضعف ایسا ہو کہ جس کی حد نہیں ہے اور سر کی شکایت ہے کہ قابو میں نہیں ہے اور لڑکے کے گھر میں بھی بیمار ہیں۔ گھر کیا ہے ہسپتال ہے۔ اس وقت ایک خط کانپور سے ایسا متوحش آیا ہے کہ ہوش اڑ گئے ہیں۔ آپ بھی میرے حق میں دعا کیجیے۔ زیادہ کیا لکھوں آپ کے استفسار کا بھی جواب عرض کردوں۔

اولاً میں شاگرد جناب منشی امداد حسین صاحب صغیر فرخ آبادی کا ہوا اور ممدوح شاگرد حضرت سحر لکھنوی مغفور کے تھے اور خاص شاگردوں میں تھے۔ خدا نے صاحب ثروت

کیا تھا اکثر لکھنؤ تشریف لیجاتے تھے - اور حضرت اُستاد کی خدمت کرتے تھے - اصلاح خطوط کے ذریعہ سے بھی ہوا کرتی تھی - مین نے بھی چند غزلیں حضرت بحر مغفور کی خدمت مین بھیجی ہین - میرے حال پر بھی نظر عاطفت تھی - بہر حال مین نے ہر دو حضرات عالی صفات کی خدمت مین استفادہ حاصل کیا - اگر قطعہ پسند آئے تو ایک کارڈ خوشنودی مزاج کا بھیج دیجئے گا -

رقیمہ نیاز

طاہر - ۱۴ - اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء

قدر افزائے بندہ جناب کمالات انتساب منشی سید مقبول حسین صاحب وصل بلگرامی دام الطافکم - تسلیم!

عنایت نامہ تحایف نادرہ یعنی دربار قیصری کے ساتھ پہونچا - رہین منت فرمایا - کیا کہنا ہے بہت ہی خوب کہا ہے - آپ کے خط کا جواب توقف سے لکھ رہا ہون - معاملات خانہ داری کی وجہ سے فرصت نہ ملی - مین کل فتحگڑھ سے ہردوئی مین آیا ہون - برخوردار مظہر علی سلمہ اس ضلع مین ایک تحصیل پہنچوارہ مین ہین اُنہین دیکھنے آیا ہون - اور انشاءاللہ تعالی دو ہی چار روز مین فتحگڑھ لوٹ جاؤنگا - تاریخ دیوان کے لئے مظہر علی سے کہدیا ہے - اور اُن کے بھائی نظر علی کو بھی مین پوری خط بھیجدیا ہے کہ تاریخ بھیجین - شاید ہی توجہ کرین - کیونکہ ان لوگون کو شوق نہین ہوا اور سرکاری کام سے فرصت بھی نہین ملتی ہے - مولوی رستم علی خان صاحب ادیب فرخ آبادی سے ذکر کر دیا ہے - اور یہان سے جا کر پھر یاد دہانی کرونگا غالباً موثر ہے -

مین نے اپنا کلام آج تک بطور خود نہین چھپوایا لوگون نے بطور خیرات چھاپ دیا ہے وہی فروخت کر کے اپنی لاگت وصول کرتے ہین - پیشتر دو دواسوختہ فتحگڑھ مین چھپے تھے اور حال مین ایک گلدستہ موسومہ مرقع سخن شیخ محمد حسین صاحب سوداگر خیمہ جات فتحگڑھ نے

اپنے مطبع واقع تحگڈھ مین چھپوایا ہے شاید قیمت واسوخت کی ۲؍ اور مرقع سخن کی قیمت مع محصول ۴؍ ہے۔ اور ایک دیوان پہلا عزیزالرحمن مالک مطبع نے جو میرے شاگرد بھی ہین کانپور مین چھاپا ہے۔ فی جلد ۱۲؍ کو دیتے ہین سُنا ہے کہ جلدین دیوان کی کم رہ گئی ہین اب قیمت انہون نے زیادہ کردی ہے۔ واللہ علم اگر آپ کو منگوانا ہو تو آپ ان دونون صاحبون کے نام خط بھیجکر منگوا لیجیے۔

باقی کلام میرا یعنی دوسرا دیوان عاشقانہ اور ایک دیوان نعتیہ مع قصائد ابھی تک طبع نہین ہوے ہین دیکھئے چھپتے بھی ہین یا نہین۔ گو یہ دونون دیوان اہل مطابع مانگتے ہین مگر مین چاہتا ہون کہ انہین بطور خود حسب دلخواہ چھپواؤن مگر آجکل کی کسمپرسی سے جی پھیکا پڑگیا ہے ؎

جب اس زمانہ مین قدر ہنر نہین طاہر
تو پھر سکوت ہی بہتر ہے خوش بیان کے لئے

اپنے استاد افاضت بنیاد کی خدمت مین میرا سلام نیاز کہنا۔

رقیمہ الوداد

طاہر ۷۔ جولائی ۱۹۰۳ء

جناب محمد علیم خان صاحب علیم الہ آبادی سکریٹری میونسپل بورڈ تلہر ضلع شاہجہانپور

(کا)

منظوم خط حضرت عطا بدایونی کے نام

نامۂ شوق چلا ہے مرا تاثیر کے ساتھ ۔۔۔ لطف تقریر مگر شرط ہے تحریر کے ساتھ

کوئی پرسان نہ تھا آوارہ وطن کا لیکن ۔۔۔ آپ کی یاد رہی کاتب تحریر کے ساتھ

اہل ظاہر مری خدمت سے شگفتہ نہ ہوئے ۔۔۔ کیا کرے بادِ صبا غنچۂ تصویر کے ساتھ

کوئی تو صید فگن تھا کوئی صیاد فگن ۔۔۔ میری تقدیر نشانہ رہی نخچیر کے ساتھ

جب زمانہ تھا موافق تو خلاف امید ۔۔۔ حسن تدبیر بھی تھا خوبی تقدیر کے ساتھ

اب وہی میں ہوں وہی حلقۂ احباب کرم
دور دورہ ہے مگر گردش تقدیر کے ساتھ

نوٹ

ان چند اشعار میں جو واقعات پنہاں ہیں انہیں کچھ وہی حضرات سمجھ کر داد دے سکتے ہیں جنسے اور جنکے حسن اخلاق سے لائق مصنف کو شکوہ ہے بہرحال دریا کو کوزے میں بھرا ہے۔

(مؤلف)

مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی کے خطوط

سحر البیان حضرت شوق قدوائی کے نام

لکھنؤ نخاس جدید۔

سرحلقۂ ارباب کمال زاد اللہ افادا تکم

التسلیم بالتحیۃ والتکریم۔

آج جناب محوی کا عنایت نامہ ملا جس مین آپ کے دست مبارک کی لکھی چند سطرین لکھی ہوئی تھین۔ اِس یاد آوری اور حوصلہ افزائی کا شکریہ۔ مدت ہا دراز مین ایک عرصہ سے آپکا غائبانہ مداح اور آپ کے اِس فلسفیانہ طرز سخن پر فریفتہ ہون۔ مجموعی حیثیت سے آپکی شاعری جس قدر پُر زور ہے دوسرے کی نہین۔ آپکی نظمین رسایل مین نہایت شوق سے دیکھتا ہون۔ لسان الملک کا خطاب بقول اڈیٹر شرق آپکے واسطے سزاوار ہے اور آپ اُسکے اہل ہین۔ مین آپکی توجہ خاص اور عنایت پر اگر فخر و مباہات کرون تو بیجا نہین۔ کیونکہ مین اپنے نزدیک آپکو اُن مستند اہل کمال مین جانتا ہون کہ جنکی تعریف ہر شخص کے لئے ایک سند اور آیت کمال ہے۔ خاصکر مجھ ایسے تہی مایہ اور بے بضاعت شخص کے لئے۔ مین نے اسکے پیشتر بھی جناب محوی کی خدمت مین آپکا شکریہ ادا کیا تھا۔ اور اب بھی ادا کرتا ہون کہ آپ نے لفظ ''تمغا'' پر متنبہ کیا۔ آیندہ بھی اُمید ہے کہ آپ میری نظم و نثر مین اگر کوئی لغزش دیکھین تو ضرور لکھین۔ مین اسے ہرگز عیب نہین سمجھتا۔ اگر نفس الامر مین وہ غلطی ہے تو اُسکو قبول کر لون یا اگر نہ غلط ہو تو اُس کا جواب دون۔ اور حضرات کا مین ذمہ دار نہین۔ سہو لفکر اور غلط فہمی تو انسان کی فطرت

ہین داخل ہے۔ پھر مین بھی انسان ہون۔کوئی عالم لاہوت کا باشندہ نہین۔
معیار پر جو ریویو آپ نے لکھا ہے۔ اُس کو نہایت شوق سے دیکھون گا۔ امید ہے
کہ آپکا مزاج بخیریت ہو کبھی کبھی اپنی خیریت سے مطلع فرماتے رہیے گا۔

مرزا محمد ہادی عزیز

حضرت محوی لکھنوی کے نام

لکھنؤ۔ ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۱۲ء

شفیق عزیزا

گرامی نامہ پہنچا۔ اس عرصہ مین میرے بڑے بھائی حکیم مرزا مہدی صاحب کا انتقال ہوگیا۔ اور مجھپر ایک خاص اثر ہے۔ مرحوم لکھنؤ مین ایک فرد کامل اور میرے اسلاف کے نام روشن کرنے والے تھے مگر افسوس کہ مین اس سرائے فانی مین تنہا رہ گیا۔ اوقات زندگی تلخ ہین اور دنیا نظرون مین ہیچ ہے۔ جذبات مُردہ ہوگئے یہی سبب تھا کہ تحریر جواب مین کوتاہ قلمی ہوئی۔ معاف کیجیے گا۔

آپ کی غزل کو اُسی حالت مین دیکھا کہ کچھ دل ہی بہلے جب تک شعر سامنے رہے کسیقدر دل ٹھکانے رہا۔ مین بھی آپکو اور آپکے کلام کو بہت دوست رکھتا ہون اور اس کا شکر گزار ہون کہ آپ مجھ سے حُسن ظن رکھتے ہین اگرچہ مین ہیچمدان ہون۔ آپ کو اصلاح کی ضرورت نہین۔ یہ آپکی احتیاط ہے اور ایک صحیح الدماغ کا خیال ایسا ہی ہونا چاہیے۔ غزل کے سب شعر اچھے ہین۔ جو زیادہ پسند آئے اُن پر صاد کر دیا ہے۔

آجکل میری لئے قابل اعتبار نہین - آپ خود ملاحظہ کر لیجیے گا - میرے نزدیک تغیر کی کہین ضرورت نہ تھی - آپ بہت سمجھ کے کہتے ہین -

عزیز

لکھنؤ ۵ جنوری ۱۹۱۲ء

حبیب قلبی و طبیب نفسی!

نامۂ گرامی پہونچا تحریر جواب مین تاخیر اسلئے ہوئی کہ مین عشرۂ محرم مین کوئی کام نہین کرتا - کربلا کے غریب آل رسول مظلومون کی مصیبت ایسی موثر ہے جسکی یاد کسی دوسرے کام کی طرف متوجہ نہین ہونے دیتی - عشرۂ محرم ختم ہوا اور سب سے پہلے مین آپ کے خط کا جواب لکھنے بیٹھا ہون -

محبت وہ طلسم ہے جو دوست کے معائب پر بھی محاسن کا پردہ ڈالتی ہے - آپ کو اسی سبب سے میری نظم عبارت بھی لطف دیتی ہے - یہ میری خوش نصیبی ہے - اور کیا کہون لکھنؤ آجکل تمام امراض سے پاک صاف ہے - سوائے مرض الموت کے جس سے دنیا مین مفر نہین یقیناً مشورہ کی رفتار بہت سست ہے - اب تک کوئی رسالہ نہین نکلا - اور نہ انکا کوئی خط آیا -

عزیز

جناب احمد علی خانصاحب عاصی اے عشوخ سیحین کسمنڈوی کے خطوط

عالیجناب قاضی محمد خلیل صاحب رئیس اعظم بریلی کے نام

میں وہ نہیں ہوں کہ اس بت سے دل مرا پھر جائے
پھر دل جو اس سے تو مجھ سے مرا خدا پھر جائے

قاضی صاحب۔ اے ذرا سننا تو یہ کون فقیر ہے کیا اچھی آپ کو دعا دے رہا ہے ؎

رہے شاداب نخل جاہ و دولت
پھلو پھولو فقیروں کی دعا سے (آمین)

آہا۔ یہ فقیر کاہے کو ہمارا عاصی ہے۔ خیر جی تو نہیں چاہتا مگر اندر بلا لو۔ دعا دیتا ہوا ڈرتے ڈرتے اندر حاضر ہوا۔ دیکھتے ہی۔

قاضی صاحب۔ میں تجھ سے خفا ہوں۔

عاصی۔ واقعی میں قصوروار ہوں۔

قاضی صاحب۔ یہ تو نے کیا سمجھ کر لکھا۔

عاصی۔ خطا ہوئی۔ برا کیا اور کہو تو سچ کہدوں مجھے تمھارا پیارا غصہ ہی اچھا معلوم ہوتا ہے کیا عجب ہو کہ میں نے تمھارے چھیڑنے ہی کے لئے لکھدیا ہو اچھا اب میں ایک مسئلہ پوچھتا ہوں۔ حضرت امام مہدی آخر الزمان کے پیدا ہونے سے کہیں توبہ کے دروازے تو نہیں بند ہو گئے ہیں۔

قاضی صاحب۔ توبہ کرو۔ دروازے کیوں بند ہونے لگے تھے۔

تو لے لو میں توبہ کرتا ہوں۔ جھٹ من جاؤ۔ ذرا میری میری محبت تو دیکھو کہ میں خود منانے آیا ورنہ بخدا میں بڑا بیمروت ہوں۔ خواہ مخواہ لوگوں سے لڑ بیٹھتا ہوں۔ جھوٹ موٹ کی بات نکال کر الگ ہو جاتا ہوں۔ واللہ قاضی صاحب مجھے جتنی تم سے محبت ہے..... حافظ مجازی و حقیقی تم سے خوش ہو۔ دیکھو میں پھر کہتا ہوں کہ جو کچھ بزرگان دین اور فقرائے باخبر سے مجھے آج تک پہنچا ہے سوائے ایک چیز کے اور جو کچھ تم سے چھپاؤں اسکے عوض دوزخ خدا سے پاؤں اور جو میرے کہے کا یقین نہ کرے تو اُسے کیا کہوں۔ دیکھو پھر خفا ہو جاؤگے میں کچھ کہتا ہوں۔

کیوں صاحب! بتوں کا غصہ۔ حاکم کی خفگی تو اٹھائی جائے اور ایک فقیر محو فنا فی اللہ مست و مدہوش کا ایک رقعہ دیکھکر مزاج زلف یار کی طرح برہم ہو جائے واللہ باللہ اور اپنے پیر و مرشد کی قسم میں تمھیں نہایت نیک اور اچھا جانتا ہوں اور صاف ہو کر ملتا ہوں یہ تو فقط ایک چھیڑ تھی ؎

ستم اُسپہ کرتا ہے حد سے زیادہ جسے یار اہل وفا جانتا ہے

اللہ تم کو خوش رکھے اور جو طلب کرو دے۔ اور دل کو یہ شعر اپنے اُستاد کا پڑھکر سمجھالو ؎

وہ اپنی خو نہ چھوڑینگے ہم اپنی وضع کیوں چھوڑیں
سُبک سر بنکے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو

راقم
آپ کا عاصی خاطی
۱۹ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء

اچھے قاضی صاحب!

خدا آپ کو عمر خضر، مرتبہ سکندر نصیب کرے۔ لے لیجیے روزمرہ دیکھیے آپ کی سچی عنایتیں بڑے قاضی صاحب کی مہربانیوں کو بھلائے دیتی ہین۔ نابینائی لوگ قرآن کے تیس پارے یاد رکھتے ہین۔ مین آپ کے اُن کے الطاف کو کیون بھولنے لگا تہا۔

مین کس وقت آؤن۔ جواب مین مین نے دہلی کے متعلق کچھ حالات لکھے ہین آپ کسیوقت دیکھ کر یہ اخبار واپس فرما دیجیے گا۔

آپکا دعاگو بندہ عاصی

۱۲ جنوری ۱۹۱۳ء

جناب مولوی قاضی محمد خلیل صاحب!

خدا تم کو دن دونی رات چوگنی ترقی نصیب کرے۔ ضعف نے مجھے نہایت کمزور کر دیا اتنے حسینون کی نزاکت بھی میری نقاہت پر صدقے ہوتی ہے۔ گو دوا وغیرہ مین خرچ بہت ہوا مگر آپ کی عنایت سے بچگیا لیکن ضعف سیدہا ہونے نہین دیتا۔ طاقت کی چیز سے ہاتھ خالی ہے۔ آپکی مہربانی کی امید پر جیتا ہون۔ شائد آپ گلاب کو بھول گئے۔ ایک صاحب نے شوقین میری جان کو آ گئے ہین کہ مجھے اپیچ کی جلد دیدیجیے۔ مین نے اُنکو ٹالنے کے لئے کہدیا ہے کہ وہ جلد قاضی صاحب کے یہان ہے۔ اگر رقعہ لیکر کوئی آئے تو آپ بھی ٹال دیجیے مین اِن صاحب سے اچھی طرح واقف نہین ہون۔ جو مضمون آپنے سالگرہ مین پڑہا تہا اگر وہ چھپ جائے تو کیا کہنا ہین ایک عالیشان تاریخ اور نئے ڈھنگ کا ناول لکھکر آپکی نذر کرنا چاہتا ہون میرا جی بہت بُرا ہے۔

آپ کا قدیم دعاگو بندہ - عاصی

حضورِ عالم ۔ آداب ۔

کیا مین اپنے شبہ کو یقین کے ساتھ بدل دون ۔ اس لئے آپ کو جو میرے ساتھ سچی محبت ہے آپ مین اُس مین ضرور کمی دیکھتا ہون ۔ جو محتاج دلایل نہین ۔

۱۔ مجھے آپ پہلے سے زیادہ مطیع ۔ بہی خواہ اور خیر طلب سمجھین ۔

۲۔ اس کتاب کے چھپنے مین خواہ آپ مدد دین یا نہ دین مگر مین اپنی دلی محبت کے سبب سے آپ ہی کو اس قومی اور اسلامی تصنیف کا اصلی محرک ظاہر کرنا چاہتا ہون اگر حکم ہو تو ایک نقل اس کتاب کی شاہی منشی صاحب کو بھیجدی جائے ۔

آپ کا وفادار ۔

عاصی

۶ جولائی ۱۸۹۵ء
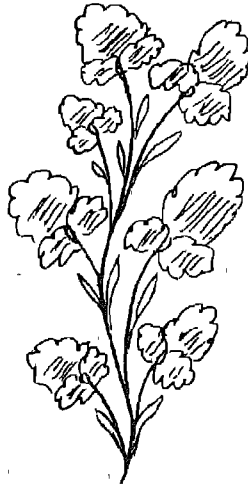
جناب خواجہ عزیز الدین عزیزؔ لکھنوی کے خطوط جناب قاضی محمد خلیل صاحب عباسی اعظم گڈھی کے نام

مکرمی دام مجدکم تسلیم۔

دو روز ہوئے کہ کارڈ اعزاز بخش ہوا قیصر نامہ کیلئے الہ آباد لکھنا بھول گیا تھا آپکے کارڈ نے یاد دلا دیا۔ ایک نسخہ میں نے ایک دوست کو دیدیا تھا۔ اُن سے میں لیکے آپ کو بھیجتا ہوں۔ آپ جو منگاؤں گا اُس میں سے اُنھیں دیدوں گا، اغلاط کے باب میں جو تحریر کیا ہے سوا اُسکے کوئی کلمہ بادی النظر میں نہیں چھوڑا ہے۔ بادی النظر کیا چشم غور سے بھی کوئی کلمہ دکھائی نہیں دیتا۔ اگر کسیوقت کوئی لفظ خیال میں آئے گا تو لکھ بھیجوں گا۔ لیکن بظاہر کوئی نظر نہیں آیا۔ "علالت"، مجھے خیال آتا ہے کہ کہیں میں نے دیکھا کہ یہ غلط ہے لیکن یہ یاد نہیں کہ کہاں دیکھا ہے۔ لغات سے اس کی تحقیق کر لیجئے۔ اِس رسالہ کو ضرور طبع کرا دیجئے۔ والسلام مع الوف الاحترام

عزیز الدین عفی عنہ

مکرمی دام مجدکم تسلیم!

عنایت نامہ نے سرفراز کیا۔ طلائے خام کی پڑیاں بھی پہنچیں۔ آپکی عنایات و دردمندی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ یہ چند روز برسات[1] کے نکل جاویں اور موسم سرما شروع ہو تو اُس کو کھاؤں اسواسطے کہ ابھی کسیقدر حرارت خفیف کبھی کبھی وقت ہو جاتی ہے۔ تلخین بھی پہنچیں۔ از خواجہ نور الدین صاحب تسلیم قبول باد! انشاء اللہ آئندہ دوا کا استعمال کیا جاوے گا۔ والسلام مع الوف الاحترام۔ عزیز الدین عفی عنہ ۲۲ دسمبر ۱۹۱۱ء یوم دوشنبہ

---

[1] خواجہ صاحب نے اصل خط میں لفظ برسات کو ہائے مختفی کے ساتھ لکھا ہے۔

مولانا عثمان جعفری ایم اے ... لطف کے نام

شیدی عنبر بازار حیدرآباد دکن

۱۰-اکتوبر ۱۹۲۴ء

دل والوں کے دل بہلانے والے ... !

سلام دل آویز جس کی دلکشی پر شام اودھ کی حسن آفرینیاں ہزاروں جان سے قربان ہوں۔ اخلاص کے ہاتھوں پیشکش ہے۔

دن تاریخ یاد نہیں۔ عرصہ ہوا، بھوپال کی خنک سواد سرزمین کو جب میں نے چھوڑا ہے اور گلبرگہ رشک جناں مقام پر اپنا بسیرا ... آپ کے پاس دو تین بار آپ کی گزشتہ یاد فرمائی کی بنا پر اپنے دل والہ کو ... پہنچایا۔ اور آپ کے شیدائیوں کی فہرست میں نام لکھانے کی کوشش کی ... لکھنؤ کی بزم، بزم ناز تھی۔ وہاں ہم جیسے ارباب نیاز کا کہاں دخل، کہاں گذر! اتنا بھی نہ پتہ چلا کہ میرے حریم ناز کے دل پارے کس گوشہ میں منہ چھپائے بیٹھے ہیں۔ کاش اتنا ہی معلوم ہو جاتا کہ آپ کی میٹھی نگاہوں تک نہیں۔ محمود نگر کی گلیوں میں میرے لیے تاں خیالی کا گزر ہوا لیکن پری وشان اودھ یا گل رخان لکھنؤ کی دل ستائیوں اور دل ربائیوں نے آپ کی ناز آفریں نظروں کو اُن کی طرف اٹھنے کی اجازت نہ دی۔ تشفی تو ہو جاتی دل تھام کر بھی بیٹھ تو جاتا۔ مگر عالم نیاز کا عالم ہی جدا ہے۔ کسے اُمید تھی کہ آپ کا مُردۂ ناز آپ ہی کے جلانے پر جیئے گا۔ مجھے آپ کا خط پا کر بڑی مسرت ہوئی۔ گویا یعقوب کو یوسف گم گشتہ کا پتا ملا۔ یہ خیال نہ فرمائیے گا کہ میں بوڑھا ... سپید سر کنعان

میں بیٹھا اور آپ پر ماہ کنعان کی سی نظر ڈال رہا ہوں چشم بد دور۔

برادر محترم مولانا عمر جعفری کی ملاقات اور لطیف صحبت کا ذکر میرے لئے قابل رشک رہا میں تو دو سال سے وطن کا خواب حسرت دیکھ رہا ہوں۔ ابکی شاید پر پرواز پیدا ہوا در اپنے نیاز غیبت کو لطف صحبت، ولذت حضور سے شاید بدل سکوں، اگرچہ میں ایک نالایق آدمی ہوں، نہ سخندان ہوں، نہ شاعر، نہ ارباب ذوق کی محفل رقصاں کی بزم نشینی کے قابل، مگر دل کو کیا کروں خواہ مخواہ بھی اُسکی فضائے سادہ آپ حضرات کے نیاز کیشوں کے گلہائے سدابہار سے رشک ارم بنی ہی رہی - میں بھی اُس کو برا نہیں جانتا۔ ایسی آرزو بھی قربانی چاہتی ہے۔

عمر بھائی کی زبانی آپ کو میری سرگزشت سرسری ہی سہی پر معلوم ہوئی ہوگی۔ بظاہر تو میری سیاحت کی کڑی ٹوٹی معلوم ہوتی ہے۔ مگر کہہ نہیں سکتا کہ نصیب میں اور کیا لکھا ہے۔ پاؤں کا چکر اور کہاں لے جاتا ہے پچھلی شہر کجا اور بھوپال کجا حیدرآباد کہاں، بالفعل حیدرآباد سٹی کالج میں عربی اور اسلامیات کی پروفیسری کہئے یا معلمی خدمات تعلیمی انجام دے رہا ہوں، ان دنوں باب المراثی زیر درس ہے - یاد کیجئے دل بلیوں اچھلتا ہے جب کوئی مرثیہ پڑھتا ہوں۔ جب سے یہ باب شروع ہوا ہے جی چاہتا ہے کہ عربی مرثیہ گوئی پر تبصرہ کروں اور اُردو دنیا کو عربی جذبات اور عربی تخیل عربی اسلوب عربیات کر کے دکھاؤں۔ یقین مانئے اس میں ذرا شبہ نہیں اگر وہ لوگ عربی ادب العالیہ یا ادب القدیم پر توجہ خاص نہ شروع کردیں تو میرا ذمہ۔

مرقع ادب کے حصہ دوم کی ترتیب کی نسبت آپ کی توجہ فرمائی معلوم کر کے غیر معمولی اور بے پایاں خوشی ہوئی۔ وہ ایک غیر فانی نعمت ہے اور لذیذ ترین فاکہہ جو ان ادبکا

پیارے پن کے اثبات کے لئے کافی سرمایہ ہے۔ مگر آپ کی "عشاق نوازی" کی
کڑی ایسی نہ تھی جس کی جانستانی کی فضا میں میری قلم کاری اپنے جذب دل، کیفیت
نیاز، کا سین نگارش کے پردے میں دکھلا سکتی۔

آپ کے محترم سلام کا خوشترین جواب ادا کرتا ہوا اپنے سلام نیاز کا گلدستہ
آپ کی بے نظیر نظر کو نذر کرتا ہوں گر قبول فتد الخ

آپ کے حالات پڑھ کر سچ کہتا ہوں گھنٹوں ہاتھوں سے کلیجا تھامے رہا
ہوں اور دل سینے میں اچھلا کیا ہے۔ کنول کی سی آنکھوں کی سحر آنکھیں بڑے بڑے
بوند کے آنسوؤں کا کٹورا بن رہی ہیں تصنع نہ سمجھئے۔ بناوٹ نہیں۔ کشمکش زندگی چاہے
موقع نہ دے اور فرصت نہ ہو اس سے اپنے "رہین نیاز" تخیل درد دل، فکر و نظر کی
نیازکیشی کی تصویریں پیامبری کی رنگین ڈوری میں لپیٹ کر نہ پہنچا سکوں لیکن بخدا
یقین مانیے ہمیشہ دونوں ہاتھ آپ فداکاران "ماہ ناز"، "اردو" کے سلامت جوئی
عافیت طلبی صحت و بقا کے لئے دربِ العلا پر پھیلے رہتے ہیں۔ من دانم او بینا،
من نیم او دانا!

زندگی کے پنگھٹ پر (یعنی وقت دعا) جہاں اور بہار آفرین آرزوؤں کی
جھنکار اور ان کے ریشمی ملبوس کی سرسراہٹ دکھائی اور سنائی دیتی ہے وہاں یہ تمنا
بھی ایک دلکش انداز سے آسمانی رنگ کا سراپا ناز جوڑا پہنے ہوئے میرے "حرم کدہ دنیا"
میں خراماں خراماں آکر سرو قد ہم پہلو کھڑی ہوتی ہے کہ اللہ آپ جیسے حضرات کو
فضائے آسمان ادب پر جگمگانے والے تاروں کی طرح بسیط زمین کے لیئے رونق بزم
بنائے رکھے۔ آپ کی دل آویز نثروں اور گل بیز نظموں کی روح نواز نغمہ سنجیاں میرے

لئے نہیں بلکہ تمام کائناتِ دل، اور موجوداتِ نظر کے لئے پیغامِ حیات - اور پیامِ سکون پہونچاتی ہیں -

محترم صفدر! آئے دن دنیا میں درد و الم کا تانتا لگا رہنے اور کسی کے لالہ گون ہستی سے شہابی رخساروں کو رنج و محن کی سیاہ آنسو سی چوکھٹوں میں گھیرے رکھنے کا راز یہ ہے کہ اپنی ہلکی ہلکی موجِ تبسم سے فضائے زندگی اور کائناتِ تخیل مرغزارِ فکر میں دفعتہً سیکڑوں تجلیاں چمکا دیں اور اُس سکون و اطمینان کو نہیں جمود و انجماد کو جو ساکنانِ اردوئے معلی پر چھایا ہوا ہے شورش اور تڑپ سے مبدل کر دیں۔ میری کس کی تحریر کو آپ نے سراہا ہے جو حقیقتہً عکس ہے آپ کے حسنِ نظر کا - صدقے اس نظر کے! سچ کہتا ہوں مجھے لکھنا دکھنا کچھ نہیں آتا - آڑے ترچھے مافی الضمیر کا اظہار کرنا کسی طرح بن جاتا ہے - آپ نے مضمون "عرب کی مرثیہ گوئی" بھیجنے کا حکم دیا ہے - بلکہ جواب خط کی پیاری ڈوری میں طلبی کا وارنٹ بھی جاری فرمایا ہے میں اپنا حال کیا کہوں؟ لذتِ دیوانگی کے آشنا دیوانے ہوتے ہیں - مزہ جنون مجنون جانتے ہیں - نہ کہ دانندہ ہمہ - گرانا کا تمہیں راہم خبر نیست "کتابیں مجھے بہت پیاری معلوم ہوتی ہیں اور ان کی ہر سطر میں مجھے "عالم الاصنام" کے آثار نظر آتے ہیں - ان کا ہر صفحہ اور ورق میرے لئے ایک "صنم کدہ" ہے اُن کے فقرے اُنکے جملے میرے حق میں بلا تشبیہ "بت سنگین ادا" اور میں انکا پیر پرستار ... نہیں بلکہ اُن کے حرمِ خیال کی گلچینیوں میں لگے رہنے کے باعث وہ آرزو کے ساتھ اختلاط کیا کرتا ہوں - سچ بتلا ہے ایک وارفتہ مزاج جس کے سامنے نواسنج ماہ دشمنوں کا ... ہو ... قبلۃ الشعرا ... کی کیفیت سے ... اور ... مستی کا

پیمانہ چھلکا رہا ہو کچھ کر سکتا ہے؟ مین بھی سمجھے ہوئے ہون کہ جو نگین جب خون پی چکتی ہین آپ ہی آپ پنڈ چھوڑ دیتی ہین۔ اُن کا زبردستی چھڑانا کھلی ہوئی زبردستی ہے اور گویا خون کرنا ہے۔

عالم شوریدگی مین بہت سے میٹھے میٹھے عنوان اُٹھائے۔ کتابون سے آنکھین چرانے کا الزام سر اپا ناگزیر تہا۔ آخر کار منظور نظر کتابون کی بے رُخی کا عالم دیکھا نہ گیا اور صبر نہ ہوسکا۔ سب عنوان ناتمام رہ گئے۔ حالی کی شاعری۔ اکبر پر ایک نظر کیسی کی زلف پریشان کے مانند اوراق پریشان کی شکل مین پڑے ہوئے ہین۔ "دورِ فلک" کا تبصرہ بھی عالم برزخ مین ہے۔ حضرت بیلیل کے کلام پر ریویو۔ تفکر بالقوة کی دنیا ہی گلگشت مین ہے۔ اُردو شاعری اور شیدائیان مغرب کی نکتہ چینیون کا کچھ مواد عالم وجود مین اور کچھ کتم عدم مین۔ اصناف شعر اور اُردو شعراء، غزل گوئی اور مسلسل گوئی نظم گوئی اور شعر گوئی، زبان اور شاعر، غرضکہ کن کن عنوانون کا نام گناؤن۔ حرکت اگرچہ خود ضد سکون ہے پر محرک کی طلب سے اس کا دامن ابھی بے لوث نہین کاش اس فضائے لرزان مین جہان کی پیاری زمین آپ جلوون کی فانوس خیال کی غیر فانی ضیا باری سے رشک نیرین بنی ہوئی ہے۔ میرا نشیمن ہوتا تو ممکن تہا کہ میرے بے دم و دام کے ذرات سالمات کی صورت اختیار کر سکتے۔ خدا کرے آپ کے گُل بھر ہاتھ مرقع ادب کی کنگھی چوٹی سے جلد فراغت پائین اور کسیدہ چشمان ادب "سنگ بنیاد" سنگار مین لگین۔ شاید آپ کی گدگدی سے طبیعت مُردہ کو ہنسی آئے اور اس کے طبعی تبسم پاشی کا ولولہ چھڑ ۔۔۔۔

ہان لگے ہاتھ یہ بھی کہتا چلون بُرا نہ مانیے گا ناصح و واعظ کا منصب اچھا نہین۔

اپنے رنگ کی ہولی کھیلنا اور آپ کو اپنے رنگ میں شرابور کرنا ہے۔ "مرقع ادب" کا اڈیشن "مرقع
نظر" نکلے میں نے حصہ دل کی طباعت کا مرقع دیکھا ہے جو لندن میں نکلا ہے جس کا ٹائٹل
گلابی ہے جس کو میرے احباب نے میری فرمایش سے منگوایا تھا۔ نہ اچھوت نہ بلا سے
بھی چاہا کہ چولھے میں جھونک دوں۔ بھاڑ میں جائے ایسی شیرینی جس کو دیکھ کر جی
مالش کرے اور ابکائی آئے۔ اعلیٰ لٹریچر کے لئے اعلیٰ طباعت درکار ہے۔ نزاکت آفرین
گلبدنوں کے لئے پھول ہی جیسے نرم اور شوخ رنگ برنگ کے ریشمی ملبوس قدرت نے فراہم
کئے۔ بلاشبہ "حسن طبیعی" حسن مصنوعی کا محتاج نہیں ہے۔ مگر نفاست اور نزاکت کی کشمکش
سے کسکو انکار ہو سکتا ہے۔!!

کسی نازک اور سراپا ناز کو ٹاٹ کے جوڑے۔ ململ کے دوپٹے گاڑھے اور کھدر
کی ساری پہنا کر "حاجت مشاطہ نیست روے دل آرام را" کا کوئی صاحب ذوق مزہ
لیں تو میں دیکھوں!!

آپ کے نزاکت آفرین سرمایۂ ناز ہاتھوں کا مرتب کیا ہوا "مرقع ادب" "اردو ادب
العالیہ (کلاسیکس) کا بہترین البم ہے۔ سخت ظلم ہوگا اگر کسی ناقدردان مطبع کے سپرد
کر دیا گیا۔ آجکل کے مطبع والوں کو خدا غارت کرے کیڑے مکوڑوں کی طرح نکل آئے
ہیں اپنے تجارتی مفاد کی نظر سے ہمارے ملک کی حسن نظر کو، حسن طبع کو، حسن مذاق کو
غارت کر رہے ہیں۔ مرقع ادب بلاشبہ اردو ادب کا "اڈیشنل گاید" صحیح معنوں میں
کہلائے جانے کا شایان ہے۔ اس لئے اس کا ایک بڑھیا اڈیشن میں شائع ہونا ازبس
ضروری ہے۔ انگلینڈ میں۔ انگلینڈ میں۔ اگر نہ سہی تو رکھ پور یا ناظر کی نذر کیجئے گا تو شاید
وہ اہل نظر کا منظور نظر ہو سکتا ہے۔ "حسن ادب" کے متعلق مرقع کی خوبصورتی کے بعد بھی

کھول کر کہوں گا، اس وقت دو باتیں کہنی ہیں۔ دھن کو دھن کے پورا کرنے کا آرٹ تو قدرت ہی نے بنایا ہے اس لئے اس کا معمولی تو الگ غیر معمولی جز و بھی کوئی اہمیت نہیں رکھ سکتا۔

سچ مانئے "حسن ادب" کے بہار حسن کے نکھرنے کے لئے میرا تن من بھی کام آئے تو میں دریغ نہ کروں گا۔ میری آرزو دیرینہ ہے کہ لکھنؤ سے کوئی اس شان کا پرچہ نکلے جو شمع "ادب" تبنے کا صحیح مفہوم اپنے اندر رکھتا ہو اور بیساختہ دنیا پکار اٹھے کہ "بڑی شان سے نکلا ہے وطن سے"

میری بے معنی بکواس اور بہم کلامی کے فرط شوق میں یہ نیازنامہ فراق نصیبوں کے "شب فراق" کی طرح آپ کے دراز ہوگیا کہ آپ کی پیاری غزلوں کے لطیف شعروں کی نسبت کچھ جرأت نہیں کرسکا، کھٹکا لگا ہے، جی دھڑک رہا ہے کہ کہیں میری اس "بے شرمی" سے آپ کی طبع نازک کو زحمت نہ ہو۔ اور میری یہ ہرزہ سرائی بار نہ گزرے

دل سے دعا ہے کہ آپ کا مزاج اب اچھا ہو اور طبیعت پورے طور سے اب صحیح ہو۔

آجکل یہاں طاعون کا سیلاب بہہ رہا ہے۔ حیدرآباد کا شاید ہی کوئی کوچہ اس کے سیلابی اثر سے محفوظ ہو گیا ہو [illegible] فصلوں کے تبادلے کی گڑبڑی۔ زکام۔ نزلہ، کھانسی بخار کا زمانہ ہوتا ہی ہے۔ لڑکوں کا ساتھ ہے۔ کہیں بخار و خارش پڑ گئے تھے۔ سارے جسم کا لہو خشک [illegible] ہے۔

[illegible] نونہال بغرض تعلیم ہمراہ ہیں [illegible] آثار سے بھی [illegible] تکلف ہے گویا در پردہ اپنی [illegible] اعلان ہے، انھیں [illegible] نے دیر کرائی اور مجھے حجاب ہے

کہ آپ کو انتظار میں رکھا حالانکہ یہ وصف ۔۔۔۔۔۔ کا ہے اور میں آپ کا آپ کی شبنمی انگلیوں کا نیاز کیش اور خادم فدائی ہوں ۔ زیادہ والسلام

آپ کا نیاز کیش فدائی

عثمان جعفری

لکچرار سٹی کالج

حیدرآباد دکن شیدی عنبر بازار

۸ دسمبر ۱۹۲۴ء

دلنواز روح پرور صفدر!

سلام شمیم ناز میں بسایا ہوا کاش قبول فرما لیجئے تو نہ صرف سلام کی بلکہ اس کی اوٹ میں میری نیاز بھری ہستی کے لئے نازش کا کافی سرمایہ ہے ۔

اسوقت آپ کے نیکش ہاتھوں کا چھوڑا ہوا تیر یعنی دل آویز خط جو انہوں نے محمود نگر سے جدا ہو رہے میری نظر کا نور بنا ہوا ہے اس کا جواب میں دے رہا ہوں ۔ بلکہ اس حسرت کو عریاں شکل میں آپ کی نگاہ ناز کو دکھانا چاہتا ہوں جو تین دن سے میرے بھولے اور البیلے دل کو بیچین کئے ہوئے ہے ۔ اور مجھے حلال کیے جا رہی ہے میرے کالج میں دباؤں کی وجہ سے خدا اس کا برا کرے مہینہ بھر کی تعطیل ہوگئی تھی کالج بند تھا میں کا ہیکو وہاں جاتا آپکا پیارا محترم نامہ کالج کے پتہ سے تہا وہاں آیا اور کسمپرسی کے عالم میں پڑا ہوا تھا چپراسی وغیرہ تھے ۔ دفتر گھنٹے دو گھنٹے کے لئے روز کھلتا تھا کیسکو کیا غرض پڑی تھی کہ وہ میرے پاس بھجوا دیتا ۔ کہ مبادا اس کے اندر دل نہ بند ہو اور اس کی طرف میری آنکھیں لگی ہوں اور دنیا میں اندھیر ہے، جذبات شناسی کا

کال ہے .... ہان ایک عرض ہے آپ سے کالج کے پتے سے میرے پاس خط نہ بھیجو
عثمان جعفری شیدی عنبر بازار حیدرآباد دکن کافی ہے پر وفیسر کے عنوان کو ترجیح کہتا ہون
اپنی ردا سے کہن کے لئے سلسلہ یا اشارا نہین سمجھا گھر کے پتے سے وقت پر ملجائے گا۔ خدا
کرے آپ اچھے ہون اور اچھے رہین۔

مجھے دنیائے شاعری کے باشندون سے زیادہ الفت ہے کہ خدا واسطے بھی وہ
ہم جیسے آوارہ خیالون کی قدر افزائی کرتے ہین اور اس عالم کے سکونت گزینون سے
اللہ واسطے وحشت اور نفور ہے خیر بہرحال مدت کے بعد خط ملا جس مین مرقع ادب کے
مقدمہ کی نسبت مجھ سے فرمایش کی گئی ہے۔ آپ کی قدر افزائی کا قدردان اور آپ کی
دلکشی کے قربان۔ مجھے بڑے لوگون کی طرح انکسار نہین آتا اور اہل کمال کی طرح تواضع
مین ایک بے مایہ آدمی ہون اپنی بے مائگی کے عالم مین جو کچھ بن پڑے گا اپنے خیال کا
تانا بانا دو چار حروف کی صورت مین آپ کی خدمت مین پیش کر دون گا۔ پسند آئے گا تو مرقع کا
پیوند بنا لیجیے گا ورنہ نہین تو شکوہ نہین گلا نہین۔ من آنم کہ من دانم! اگر دیر بہت ہو گئی
اسلئے مجھے فوراً اطلاع دیجئے۔ ضرورت ہو تو مین مقدمہ لکھنا شروع کر دون۔ ورنہ کالج
کی نذر ہے۔

آپ کا نیاز کیش
عثمان جعفری

حیدرآباد دکن ۲۳ دسمبر ۱۹۳۲ء

پیارے صفدر! دلارے صفدر! آنکھون کے تارے صفدر!

مجھے میرے اس سزا کی وجہ سے اپنی ملامت کے تازیانون کا ہدف بنا ئیگا۔
للہ اپنے نکتہ چین الفاظ کے نیزون سے میرا سینہ فگار نہ کیجیے گا۔ اپنا کرم نگاہ ہون بیتاب سے

شعلہ نما آنکھوں کی پھلجھڑیوں سے میرے بھولے اور معصوم جاذب طبع کو لہولہان نہ فرمائیگا

میرا خدا گواہ ہے میں خود چاہتا ہوں میرا جی چاہتا ہے اور میری چاہ کی یہ چاہ ہوتی ہے کہ آپ کو اپنے دلی احترام اور عزت کے لہجہ میں مخاطب کروں، اگر دل کو میں کیا کروں وہ میرے بس کا نہیں نہ میرے قابو میں۔ اُس کی ڈوری آپ جیسی ہستیوں کو ان لفظوں سے پکارنا بے شبہ بلاغت کی رو سے بے محل ہونا چاہئے مگر خدا کے واسطے کائنات محبت عالم اُلفت کے مدوجزر کو بھی نگاہ میں رکھئے گا۔ جہاں ہر حرام حلال اور ہر بدنمائی حسن اور ہر بے ڈھنگی تناسب اور ہر ننگ و عار صداقت و نیاز کا جوڑا پہن لیتے ہیں۔

اگر آپ دریا کے جھگھٹ کے دلکش سین کو اور متوالے پن کے گلابی ڈوروں میں ڈوبی ہوئی نظروں کی نیچی نیچی نگاہوں کے نظارہ کو جو زمین تک پہونچتے پہونچتے آنکھوں ہی آنکھوں میں ہزار بار پردہ کرتی ہیں اور بے محابا ہو کر فضائے آسمان تک جاتی اور وہاں قیامت برپا کرتی ہیں کوئی وارفتہ طبع شوریدہ سر دیکھ کر بے قرار و خود رفتہ ہو سکتا ہے اور سنجیدگی اور متانت کا ڈراپ سین ممکن ہے تو یقین کیجیے کہ آپ کے کنول کی سی آنکھوں سے زیادہ دلکش خط کو پڑھ کر دیکھ کر بے دل کا آدمی بیخود سرشار مخمور بھی ہو سکتا ہے اور اُس کے سنجیدہ متین انداز و طرز میں بے شبہ تلاطم برپا ہونا ایک امر واقع ہے۔ آپ کی عثمان نوازیوں کے قربان دل موہنے کی ادائیں بھانے کے آپ بے شبہ رسیا ہیں۔ یہ بھی ہر شخص کا کام نہیں خوبان معنی ناقص کو سیستم ظریفیاں خوب آتی ہیں بلکہ جو حسن کا نشیمن ہو شام اودھ جس کا مرغزار ہو اُس میں ان دلکشیوں اور دلربائیوں کا ہونا کبھی قدرتی ہے ایک کھلتا ہوا عطیہ ہے۔

۲۱ دسمبر کا لکھا ہوا پیارا پیارا محترم خط ۲۳ دسمبر کو مل گیا تھا۔ آج آٹھویں دن جواب دے رہا ہوں۔ اور چاہتا تھا کہ جواب کے فرض سے سبکدوش ہو جاؤں لیکن کسی کا چاہا ہونا

ہوتا کب ہے کہ میرا چاہا اپنے وقت پر ہو جائے۔ کالج کے کام کے بوجھ سے میری پیٹھ دوہری
ہو جاتی ہے اور چار و ناچار کرنا ہی پڑتا ہے۔ کسی طرح سے ٹالنے کو جی نہیں چاہتا۔ اسی
میں دیر پر دیر لگتی گئی۔ جمعہ کو یہاں چھٹی ہوتی ہے یہ وہاں کے روزگار کا بدلا ہے۔ فرصت
مل گئی تو اللہ کا شکر کر کے بیٹھ گیا۔ ٹوٹا پھوٹا مقدمہ اپنی ٹوٹی پھوٹی مگر بے ریا زبان میرے یہاں کی
لب و لہجہ میں لکھ دیا۔ بات کرتا تھا دو دن اس میں صرف ہوئے۔ آج وہ مسودہ آپ کی
خدمت میں جا رہا ہے۔ اچھا ہو کہ برا مجھے اس سے بحث نہیں آپ کا کہا کر دیا ہے۔ مجھے
لکھنا لکھانا نہیں آتا۔ اردو سے خالی خولی محبت البتہ عقیدت رکھتا ہوں۔ پسند آئے اُس کی
خوش نصیبی نا پسند ہو میری گردن پر۔ من خود را خوب می دانم۔ اپنے سچے بے لوث خیالات کو
ظاہر کر دیا ہے تصنع نہ آتا ہے نہ کر سکتا ہوں۔ کاش فرصت کا دامن وسیع ہوتا۔ اور دو ایک نظر
کو گل چینی کا موقع مل جاتا تو شاید اپنی مرضی کے مطابق مرقع میں جوڑ لگا سکتا مگر افسوس۔!!
خدا کرے مرقع جلد نکلے اور شان سے نکلے۔ سج دھج نرالی ہو سجاوٹ ایسی کہ آپ نظیر
ہو۔ جن پڑھوں کا بھی جی دیکھ کر تڑپ اُٹھے اور وہ بھی دل ہار دیں تو دیکھنا جا بجا میں دیکھنا
ہے عروس سخن کے بناؤ چناؤ میں کہاں تک اپنے حسن طبع کو کام میں لاتے ہیں۔

آپ برا نہ مانیں تو ایک بات اور کہوں گا۔ مرقع کے شروع میں اپنا ایک فوٹو بھی
آویزاں فرما دیجئے۔ خدا آپ کو جیتا رکھے۔ یہ کس قدر اچھا ہو گا۔ مقدمہ میں جان آ جائے گی اور
شوخی تحریر کا رنگ کھل جائے گا۔ [illegible] کی نظر سے میری اس تجویز کو [illegible] کا رنگ
پھیکا پڑ جائے گا۔

بازار حسن شائع ہو [illegible] کے دو [illegible] ہو گئے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ دونا بازار
دہلی ایسا ٹھنڈا نہیں ہوا ہے [illegible] ہاتھوں ہاتھ بک جائے۔ [illegible] کے خریدار نہیں

ہزار ہین مین تو یہی کہے جاؤن گا "تیغ بالا کن کہ ارزانی ہنوز !!"

طباعت سے نکلنے کے بعد پانچ جلدون کا وی پی میرے نام سے فوراً بھیج لیجے گا دن گنون گا رات اختر شماری مین گزرے گی۔

دادی ایمن والی غزل کو کئی بار پڑھ چکا ہون مگر پھر بھی آنکھون کی رشک طور بن بن گئی ہے۔ اٹھا دو تم بھی چلمن، ذرا پھر دیکھ لین "آہ غضب کے نظارون کا مرقع ہے" آپ نے چلمن کی اوٹ مین لباس مجاز جس کا دوسرا نام ہے قیامت کی حقیقت کی جھلک دکھلا دی کہ ہزارون جبینے تڑپ رہی ہین مری جبین نیاز ہین بس آگے کچھ نہ کہون گا تکفیر کے فتوؤن کا ڈر لگا ہوا ہے ؎

کہان تک باغ مین چن چن کے گلچین پھول توڑینگے
لئے پھرتی ہے بلبل اپنے دل مین سارے گلشن کو

اس شعر مین جو شاعری کا چمن زار ہے جس کی پنکھڑی پنکھڑی مین شعریت سمائی ہوئی ہے مین نہین کہہ سکتا کہ میرے لئے حسن تمنا کا باب وا ہو گیا ہے سارے گلشن کا دل مین لیے پھرنا ایک عجیب عالم اپنے اندر چھپائے ہوئے ہے، کس کس شعر کے اثر کو دکھلاؤن؟

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا این جاست

اللہ کرے مجھے وقت مل جائے کہ آپ کے دیوان پر تبصرہ کر دون عقل والے دیوانے نظر والے مدہوش نہ ہو جائین تو سہی۔ جواب مین دیر لگی آپ کی انتظار بھری نظرون کو واقعی بڑی الجھن ہوتی ہوگی۔ وجہ لکھدی ہے مگر کہا بھی ہے ؎

کو کھڑے ہین ہاتھ باندھے ہم تمھارے سامنے

ہیچمدان نیاز مند
عمران جعفری
جعفری

نماز جمعہ کی گھڑی نزدیک آتی جاتی تھی اور طبیعت سنبھلتی نہ تھی کہ شاعروں کے نامہ بر کبوتروں سے زیادہ پیارا نامہ رسان آیا جس کو دنیا "دھرکارہ" اور روشن خیال "پوسٹ مین" کا خطاب دیے ہوئے ہیں - اس نواح میں "ٹپہ والا" کہلاتا ہو جسے میں اس اُجڑے ہوئے دیار کے دُور دراز کونوں کی بستیوں کی یکدلی اور یکجہتی اُنس دہر کا سنجوگ سمجھتا ہوں!! میں تو کیا میرا خدا جانتا ہو ڈاکیہ کو لگاؤ اور لاگ کی دریشی جانتا ہوں!! میری نظر میں تو وہ دردِ والفت اور سوزِ محبت کا چقماق ہی چقماق نظر آتا ہے - میری رجسٹری کی رسید اور اُسی کے جلو میں آپ کا بے نقاب خط مجھے ملا - میں نے ابھی ہاتھ ہی میں لیا تھا کہ اُس کی عنبرین ہواؤں نے بادِ فردوس کا کام دیا، اس کا ہر ہر لفظ میرے حق میں امرت کا پیالہ اور آبحیات کا میگون جام تھا، آپ کا خط خط کاغذی نہیں ہوتا لفظوں کا گلدستہ ہوتا ہے جن کے خوبصورت پھولوں کی حسین اور نازک پنکھڑیاں خارِ حسن سے متوالی جھومتی نظر آتی ہیں، بے بناوٹ کہہ رہا ہوں تحریر نہیں ہوتی تخیل کی نزاکتوں اور نازش و نوازش کی زمزمہ سنجیوں کا ایک نظر فریب اور دلکش مرقع ہوتا ہے آپ کے قلم کے ٹپکے ہوئے لفظوں کی نغمہ ریزیاں جو خود میری زبان کے زیر و بم سے بہت کچھ متاثر ہوا کرتی ہیں آہ میں نہیں کہہ سکتا کس قدر رنگین ہوتی ہیں - !!

چنانچہ پڑھتے پڑھتے درد کافور ہو گیا - گویا خط کیا تھا امرت کا کنول تھا، یا سرود یا تازگی کا پیرہن جس کے گل تر کے شرما دینے والے رُخساروں کی نقش نما رنگینیاں آتی نشان اور جان آفرین کیفیتیں کردم کے دم میں صندل کا کام کیا - بے درد میری کے نہ گھسا نہ لگایا اور درد کدہ در ہو گیا -

محترم صندر! یہ نئی بات نہیں آپ کی تحریر ہمیشہ میرے ساتھ یہی عمل کرتی ہے

سچ مانیئے گا کہ جب آپ کا خط میرے پاس آیا ہے میرے دل میں میرے دل کی عمیق گہرائی میں ہمیشہ ایک نہ ایک ایسا تار چھڑ گیا ہے جو راگنی کے سکون کے بعد بھی تھرتھراتا رہتا ہے کئی بار میں اس کیف سرشار سے سرا بور ہو چکا ہوں، میری یہ ایک کیفیت ہے اور دل آپ جانتے ہیں کہ صدہا کیفیتوں کا آماجگاہ ہے کسی کا اس پر تصرف تو ہے نہیں مجھے آپ سے آج سے نہیں تقریباً دس سال سے دلی اور بیحد اُنس ہے اور میں آپ کو ایک "محترم ہستی" کے لباس میں دیکھتا ہوں۔ آپ کی قلم طرازی کو "عروس اُردو" جس کی ہمیشہ ممنون رہے گی چشم امتیاز کی پتلی سمجھتا ہوں۔ اپنے انہیں اضطراری جذبوں کے ساتھ جلدی جلدی مقدمے کے نام کی سطریں لکھدی تھیں۔ ڈر تو لگا ہوا تھا کہ کسی بربادگنہ لازم کا ٹوکرا سر نہ پڑے، مگر یہ بھی آپ کی دلنوازی کا ایک در دل کے نہ پار ہونے والا بے پناہ تیر" ہے شکر ہے کہ وہ آپ کے برق نگاہ سے سر ہوگا، میں تو پاپی ایسا حلاسر بھیونہ راکھ! خدا کرے اب جلدی طبع ہو کر مطبوع طبع اور منظور نظر ثابت ہو، میں تو ابھی سے مرقع کی دعوتیں دے رہا ہوں۔

آپ نے میرے التماس کا جواب نہ دیا جس کا اشارۃً یہ مفہوم میں نے سمجھا ہے کہ یہ سب خام خیالیاں ہیں یا آپ "زمرۂ تقدس شعاراں" کے ایک رفیق ہیں، غالباً میرا مطلب سمجھ گئے ہوں گے کہ مرقع میں آپ کے فوٹو کا چہرہ لگا ہونا چاہیئے۔ ایک تکلیف دیتا ہوں حضرت ریاض (عمرش دراز باد) کا پتہ بھیج دیجئے مجھے اُن سے کام ہے، آپ کو پھر لکھوں گا، مرقع کر تو آپ دلھن بنا چکے اب نہ جانے آپ کے پیارے اور نشاط صفت ہاتھ کیا کریں گے؟

آپ کی "ہلال ـــ" والی غزل کی وہ کنواری اور دوشیزہ گڑیاں شیریں الفاظ

کی لڑیون مین مجھ سے دوچار ہوئین، فی الحقیقت مین خوش نصیب ہون کہ بزم شاعری کی حسن نمائی کے قبل میری آنکھین انھین دیکھ رہی ہین اور میرے کان سن رہے ہین مطلع سے پہلے مین دو شرارت والے شعر کی داد دیتا ہون۔ آہ یہ دل اور یہ مین! آپ کی دو شرارتون نے انھین قیامت بنا دیا ہے ،، کے اور کا ،، مزہ مجھ سے پوچھیے، ان دو شرارتون کی سنجوگ ،، وفا ،، پھر کیسی کچھ ہونا چاہیے جس کا حلیہ "بڑی بیداد گر ہوگی" سے بڑھ کر میٹھی اور معنی خیز ترکیب مین نہین سما سکتا۔ بیداد گری وفا کی توجیہ کس قدر دلیل ہے کہ یہ مانے رہا نہین جاتا وفا اور بیداد کے اجتماع کا بھلا اس سے زیادہ رسیلا اور شوخ انداز ہو ہی کیا سکتا ہے؟ مطلع کی داد کی گنجایش نہین رہی، آپ نے حسرت عشق کا خاتمہ کر دیا، ایک چھوٹا سا شعر اور اس مین عالم حسرت سما دیا، آہ کس قیامت کی حسرت اور کس غضب کا تماشہ جو دنیا کے متانت اور سنجیدگی کو تہ و بالا کر دینے کا آلہ ہے چھیڑ ہو تو ایسی، ادا ہو تو ایسی رشک و رقیبی کو بے شبہ آپ نے ثابت کر دیا کہ دل کا ایک روگ اور جی کا ایک خلجان ہوتی ہین ورنہ مین تو شاعرانہ سوکن آپا یا سوتیا ڈاہ کے مرادف سمجھتا تھا۔ پوری غزل کا مشتاق رہون گا۔

آپ کے پاس خط لکھنے بیٹھتا ہون خدا کو علم ہے کہ اختصار در اختصار مین اتنا وقت آپ کا لے لیتا ہون، میری نظر سے اپنے اخلاق سے گرانی خاطر معاف فرمایئے۔ اب زیادہ نہ ستاؤن گا۔ مین بار شاطر بننا چاہتا ہون نہ کہ بار خاطر!! خدا کرے آپ اچھے ہون اور خوش، والسلام۔۔

آپکا نیاز کیش ازلی عثمان جعفری مچھلی شہری

نوٹ: مولانا نے اپنے اس بے نظیر خط مین جو بلا تشبیہ خط رخسار جانان کا

جواب ہی ناچیز مؤلف کے ایک مطلع اور ایک شعر کی جو قبل شاعرے کے موزون ہو گئے تھے، داد دی ہے ہمارے پیارے ناظرین قبل اس کے کہ ہم سے دریافت کریں ہم ذیل میں لکھے دیتے ہیں۔ مطلع و شعر کی تو حقیقت نہیں مگر ہمارے محترم لایق و فایق مولانا عثمان جعفری کی داد البتہ قابل ناز ہے۔

مطلع

شب وصل عدو، ہوئی عید بھی دشمن کے گھر ہو گی   عدو کے گھر ہلال عید پر انکی نظر ہو گی

شعر

یہ دن بھی ہیں شرارت کے یہ سن بھی ہے شرارت کا
وفا بھی تیری اوکم سن بڑی بیداد گر ہو گی

(مؤلف)

حیدر آباد دکن

۵- نومبر ۱۹۲۴ء

گلزار اُردو کے مالی حضرت صفدر!

سلام شوق!

خط کے ہم پہلو وقت کی مناسبت سے یہ اوراق پراگندہ ملاحظہ مین بھیج رہا ہون ابتدا سے طبیعت مین بے نیازی کا عالم تھا۔ اور شان استغنا کا افراط سے سرمایہ ہاتھ آگیا تھا، ان کے ہاتھون عالم شباب مین دست شوق کے بنائے ہوئے گلدستے طاق یادگار مین رہ نہین گئے، اب تو آسیا ئے فلک کا ایک دانہ ہو رہا ہون۔ شمع طبع بجھنے کو ہے مذاق کا چراغ، چراغ سحری ہو رہا ہے، مین تو سمجھ رہا ہون کہ گویا لکھنے پڑھنے کے دن گئے، کام کرنے کا زمانہ نہ رہا، اور دل جس کو مین سینہ سے لگائے رکھتا تھا دنیا کی بے دردیون سے کا خور ہو رہا ہے، بے قراری طبیعت اور بے تابی دل جس کو مین اس دنیا سے بے خبر کا سمجھا کرتا تھا اور یقیناً دنیا کی بے مہریون کی ان سے کچھ تلافی ہو رہی تھی مجھ سے اس طرح جدا ہو رہی ہین جیسے حسن کی بہارین، انحطاط شباب سے قبل کی حالت نہ پوچھیئے، شوریدہ سری کا عالم تھا نچلا بیٹھا نہین جاتا تھا۔ فکر و خیال کے چلنے کے ساتھ ہاتھ پاؤن بھی چلبل چلبل کیا کرتے تھے، چارون کونے کے مشاہیر اور اہل سخن سے اُردو اور عربی مین نامہ و پیام رہا، اسلئے بہلانے داد سخن دیا کرتے تھے۔ جھوٹ نہ جانئے اکثر تحریرین اور تحریرون کے اکثر فقرے اور بیشتر جملے قلم سے نکلنے کے بعد خود اپنی اداؤن سے مجھی کو نچا نچا دیا کرتے تھے اور ترنم گانے لگا کرتا تھا، باغ اُردو کے رنگ برنگ کے پھولون سے میرا دامان نگاہ تنگ ہونے لگا تھا لیکن آہ جفا شعار آسمان کو کیسی یہ کامرانی کا بین کب بھلا معلوم ہوتا ہے؟ داد مری غربت کی

ٹھوکریں کھلانے کے لئے دیس بدیس مارا مارا پھرا ۔ اس گردش فلکی کے دور میں وہ سرمایۂ نظر پھولوں کی پنکھڑیوں کی طرح نہ جانے کہاں تتر بتر ہو گیا ۔ اب انکی حسرت دل کے بہلانے کو باقی ہے ۔

کاش میرا کشکول بے مائگی بھرا ہوتا تو میں مرقع کے دامن میں ٹانکنے کے لئے بہترین ستارے پیش کرتا ۔

حضرت مضطر خیرآبادی کا ایک خط ابتدائی نہ جانے کیسے بچ گیا، بھیج رہا ہوں۔ مولانا عبدالحق بی اے سکریٹری انجمن ترقی اردو کے دو خط ہیں مجھے ان کی سادگی بڑی شیریں معلوم ہوتی ہے ۔ شاید آپ کو بھی میٹھی محسوس ہو ۔ سید محمد ہادی ہادی مچھلی شہری وکیل علیگڑھ کا ایک ابتدائی خط ہے ۔ اور باقی تین چار خط میرے اس مرقع کے چوکھٹے میں جڑنے کے لائق یہ نہیں مگر شاید آپ کی نظر انتخاب انھیں بھی چن لے ۔ مجھے اپنی تحریروں کے عکس لینے کا کبھی شوق نہ ہوا یاد نہیں کہ کیوں مگر یہ مسودے رہ گئے تھے ان کی نقلیں بھیج رہا ہوں ۔ مرقع کے خریداروں میں میرا نام بھی چڑھا لیجئے ۔ والسلام

آپ کا شیدائی

عثمان جعفری مچھلی شہری

مولانا عبد الحق صاحب بی اے سکریٹری انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن کے نام

جہان آرائے اردو گیتی افروز ادب مصباح فیض منبع کمالات عالیجناب فیضمآب حضرت مولانا دامت ریاض الادب بہار جیو اتکم فاخرۃ دبا شند۔

سلام مسنون کا فریضہ عقیدت مندانہ آداب کے ساتھ پیش کرنے کا فخر حاصل کرتا ہوں۔ میری بے چینی کے عالم میں بھیجی ہوئی رجسٹری کا جواب جس شان کے ساتھ مجھ ذرہ بے نوا کو مرحمت فرمایا گیا۔ اس کا شکریہ میرا دل میری زبان، میری قوت تخیل دس حصہ میں ایک حصہ نہیں ادا کر سکتی۔ اور ذرہ نوازی محتاج طرح گستری نہیں حسن کرم کا غازی گہنوں کے سنگار سے بے نیاز ہے۔ ارباب نوازی نیاز پروریاں یا ہم ایسے نیاز کیشوں کے حق میں نوازش گرائیاں تعریف و ثنا سے مستغنی، لیکن کاش جذبات دلی کی تصویر میری زبان کا غذی فوکس پر کھینچ جاتی تو باوجود اپنے عجز کے شکر گزاری کا مرقع ضرور پیش کرتا جس کے لعبتان خیالی کے نظارۂ شیریں کے سامنے دریا کی روانی، روانی میں موجیں موجوں کی لہریں لہروں کے لہرانے کا دل فریب منظر پریاگ کے لب گنگا کا سین، صبح بنارس کا جانستان نشتر، شام اودھ کے بہار کی لذت آفرینوں کو نہ صرف سیر بینان عالم کی نظروں سے گرادیں بلکہ حسن معانی کی دلدادہ ہستیاں بھی اسے دیکھ کر مثنوی میر حسن سے آنکھ چراتے دستنبوئے غالب کے شیدائیوں کو بے التفاتی کا پالا مار جاتا۔ گلستان بوستان کے سدا بہار پھول نرگس مزار کی طرح سرنگوں ہو جاتے۔ مگر افسوس زبان قلم ترجمان دل نہیں بن سکتی پھر اس ذرہ نوازی کا شکرانہ ادا کیسے ہو جس سے نخل آرزو کو برگ و بر کا گہنا پہنانے کے لئے اس کی درخواست سے پہلے تحریک فرمائی گئی ہو۔

بے طلب جو ملا ملا مجھکو

بے سبب جو دیا دیا مجھکو

کاش وہ گھڑیاں جلد آئیں جس میں مجھے فخر حضوری حاصل ہو اور فرط انبساط سے مثل حباب جامے سے باہر ہوں اور مارے خوشی کے میرا پاؤں زمین پر نہ پڑے اور دماغ آسمان پر ہو سہ

کام رُکنے کا نہیں سلے دل نادان کوئی!!

صدر مہتمم صاحب دورے پر تھے آج چھ سات دن ہوئے آگئے۔ ناظم صدیقی غازیپوری ایک لائق و معزز آدمی ہیں میرے آبائی مراسم کی زندہ نشانی ہیں اُن سے میں ملا تھا۔ استفسار پر معلوم ہوا کہ عالیجناب کا مراسلہ میری تحریک کی بابت اُن کے پاس نہیں پہونچا کیونکہ اُس کا ذکر مذکور نام کو نہیں آیا اور ہر قسم کے کاغذات خطوط مراسلات انہیں کے تفویض ہوتے ہیں۔ ذکر نہ ہونا تعجب ہے۔ میری صرصر بحث مراسلہ کو اڑا لیجانا یعنی ابتک سررشتہ عالیہ نظامت سے کسی قسم کا استفسار نہیں فرمایا گیا، عالی جناب کی کریمانہ نیاطیوں نے گستاخ بنا دیا ہے۔ آتش سوزان حریق اشتیاق بنائے ہوئے ہے۔ پانی چھلنی میں ٹھہر نہیں سکتا۔ توجہ کی آنکھیں پرتو حقی سے ضیا پذیر ہو چکی ہیں جس کے ذرۂ وجود کو حقانی مہر افروز یزدان نے ضیا فگن بنا دیا ہے جس کا سویدائے دل نقشہ جمال حقی کے انعکاس سے غیرت طور بنا ہوا ہو جس کو فرط جذبات نے وارفتہ بنا کر کباب سیخ بنا رکھا ہو۔ آہ اُس کے دل کو قرار کیسے آسکتا ہے اس کی جان بیتاب صبر کیسے کر سکتی ہے۔ اسی اضطرار نے خدا اس کو اور طرہ ملے) پھر مجھے بیتابی اور بے قراری اور سچے فدائیں کا مرقع[1] پہنا کر عجز

---

[1] مرقع کے معنی خرقے کے بھی ہیں (مولف)

اور دردمندی کا کشکول ہاتھ مین دیکر عالی جناب کے فیاض اور گہربار در پر کھڑا کیا ہے اور مین بھیک منگون کی طرح عالی جناب کے دروازے پر اپنی صدا سے ذرو سوال در نگہ التجا سے جگر تاب پہونچانے کے لئے مجبور ہون کہ ایک مراسلہ میری تحریک کے متعلق جناب سید علی اکبر صاحب صدر مہتمم کی خدمت مین اور پہونچا دیا جائے۔ نظامت مین تو غالباً تحریک پہونچ چکی ہوگی، ورنہ وہان بھی ارقام فرمایا جائے۔ مین نے سید محی الدین صاحب بالقابہ کی خدمت مین گذارش کیا ہے۔ محمود احمد خان صاحب کو توجہ دلائی ہے کہ نظامت سے جلد کاغذات نکلوائے جائین۔ اپنی آرزو سے دیرینہ صورت امید بن کر کسی کا شعر سنا رہی ہے ؎

افسردہ دل نہ ہو در رحمت نہین ہے بند
کس دن کھلا ہوا در شاہ زمان نہین

اپنی جہان افروز ذات عالی صفات کی نسبت عالی جناب کے قلم گہر رقم نے جو کچھ ارقام فرمایا ہے، وہ بھی سچا شیوۂ کمال ہے، اور حُسن رقم، جمال قلم، ورنہ اُردو کو آج عالی جناب ہی پر ناز ہے۔ اُردو کی عزت، پائیداری جناب کے دم سے ہے۔ خاص کر ان آنکھون مین جو میری آنکھون کی پتلی ہین۔ اور میرے سر کی زیبا۔ بے مبالغہ عرض کرونگا۔ گویا مین دیکھتا رہتا ہون، غالب، سر سید، محسن الملک، حالی، آزاد، نذیر احمد صاحب مرحوم کی نہ صرف مرزا مظہر جانجاناں رح غیرہ اساطین اُردویت کی روحین اور روحانیتین پھیکورکی طرح آپ کے گرد چکر لگاتی رہتی ہین۔ اور آپ کی مبارک ہستی مین ان تمام ہستیون کی نمود نمایان ہے۔

انچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

خدا مجھے ایک بار کچھ دنوں کے لئے جناب کے قدموں تک پہونچا دے اور میرا حریم آرزو شبستان نصرت بن جائے - زیادہ حد ادب -

کمترین عثمان جعفری مچھلی شہری

۱۰ فروری ۳۲ء گلبرگہ

سید محمد ہادی صاحب ہادی مچھلی شہری بی اے وکیل علیگڈھ کے نام

گھٹا جاتا ہے دل اندوہ بے پایان سے اے ہادی

سلام مسنون!

جو جان پہچان والے تو الگ انجان اجنبی کو ملانے کا ایک واسطہ ہے اوالسلام علی من عرفت ولا من تعرفت (بخاری)

جی چاہتا تھا یہ سلام ہی اپنے جوش دروں کا اُبال دکھلانے لگوں لیکن سلامتیت نے عنوان خط کی کایا ہی پلیٹ دی، آئینہ، ادیب، الہلال، مدینہ، مین اکثر آپ کے جلوے نظر آئے - بلا مبالغہ لکھ رہا ہون، جب کبھی بھی پرچون مین اخبار دن مین آپ کا نام دیکھا، آنکھون مین بجلی چمکی معلوم ہوا کہ طور ہے - باربار دل چاہا کہ آپ کے پاس اپنی دلی نسبت اور اُنس خیالی کا اظہار کر دن اور کسیو جہ سے نہین تقاضائے الفت محبت لاکھ پردے مین چھپائی جائے لیکن میرا خیال ہے چھپ نہین سکتی اجگر مین ہمیشہ ایک کھٹک ہو جاتی تھی - آپ علی گڈھ کے نامی وکیل ہین، اور مین مچھلی شہر کا ایک بدنام و بدنام کنندہ، چہ نسبت و بہبین تفاوت احرکت تخیل کو سکون سے

مبدل کر دیا کرتا تھا۔ ہر بات کے لئے ایک گھڑی ہوتی ہے جس میں اُس کا ظہور ہوتا ہو، اکتوبر کا "خادم کعبہ" نظر پڑا، آپ کی غزل سے آنکھ مل گئی، جوں جوں پڑھتا جاتا تھا دل پر کٹاری لگتی جاتی تھی، آپ سے ربط معنی قائم ہوتا جاتا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا غزل پوری کرتے کرتے میرا کیا عالم ہوا ہے ؎

مری عمر دو روزہ پر ہے احسان تیغ قاتل کا
کہ ہر ہر قطرۂ خوں میں نہاں اک زندگانی ہو

سچ باور کیجئے ہر ہر دفعہ پڑھنے میں نہ جانے کے کے بار مرا ہوں اور جیا ہوں، آہ شعر کیا آپ کے قلم سے نکلا ہے موت، زندگی کا عجب سنگم یاد آگیا۔ ع

مرے زخموں میں پنہاں راز ہو تسکین کامل کا

دوسرا مصرع تمہاری نوک نشتر میں ہو پانی آب حیواں کا

واقعہ تو یہ ہو کہ مرہم شفا اور آب حیات ہے، درد کا چاہے درماں نہ ہو لیکن دکھ درد دل کی تسکین کا سرمایہ ضرور ہے مجھے ان دونوں مصرعوں نے جتنا تڑپایا ہے اور تڑپ میں جو سکون پیدا کر دیا ہے وہ نوک قلم پر نہیں آسکتے۔ غزلوں کی مجموعی کیفیت نے آشنا وارفتہ بنایا کہ بیخود ہو گیا۔ اسی عالم محویت میں محو تماشہ ہو کر آپ کے پاس حاضر ہو رہا ہوں، نہ اور کو ہے نہ اور لاگ، آپ کے مقطع نے تو کہیں کا نہ رکھا قسمہی کاٹ ڈالا چنانچہ بجائے القاب خط کے آپ کا مقطع زبان قلم پر آگیا۔ اندوہ بے پایاں نے سینہ میں آگ لگا دی، دل گھٹنے کی کیفیت نے ایک قیامت برپا کر دی پھر اگر گویم زبان سوزد کا دھڑکا لگا ہوا ہے، ڈرتا ہوں کہ کہیں کاغذ نہ جل جائے اور قلم سے آگ نہ جھڑنے لگے۔

سینہ ہی آتش دان بننے کا حق رکھتا ہے۔ ع

بر لبم قفل است و در دل راز ہا

دعا کرتا ہون کہ آپ کے قلم مین روانی ہو اور آپ کے ناہید آسا اشعار سے افق جرائد آسمان صحائف تابان و درخشان نظر آئے - آپ کے پیارے نام سے مچھلی شہر کا نام روشن ہوتا ہے، آپ مچھلی شہر کی نگری کا نام جگمگاتے ہین اور ہین مچھلی شہری جگمگاہٹ کا سچ جانئے پروانہ ہون، مچھلی شہر کی شمع اللہ کرے شمع طور بن جائے، اندوہ بے پایان مین مچھلی شہر کا بھی لگاؤ ہے !!!

مجھے شاید آپ نہ پہچانتے ہون، مچھلی شہر سے برسون ہوئے نکلا ہون، کہ غربت اب میرا وطن ہوگیا، بدیس رہتے رہتے پردیسی بن گیا ہون - ہان جہان کہین رہون اور جہان کہین رہا وطن کی لو لگی رہی - اور وطن کی دھن مین رہا، خدا کرے اسی دھن مین جیون، اور اسی دھیان مین مرون اور وہین دفن ہون - نام بتاتے ہوئے شرم آتی ہے، بدنام کنندۂ نکو نامے چند ہون ؎

نام نہ پوچھو مرا بدنام ہون
کام نہ پوچھو مرا ناکام ہون

بھکاریون کی طرح مارا مارا پھرتا پھرتا حیدرآباد پہنچ گیا ہون، زندگی کے پانچ دن ہین اجلے کالے تیر کر رہا ہون خدا کرے ایسی ہی گزر جائے - تین چار لڑکے بھی آپ کے وطن کے ساتھ ہین، وطن کی خدمت کے لئے ان کی خدمت مین لگا رہتا ہون - خدا سوارت کرے، اور ان کی معصومانہ محنت اکارت نہ کرے، پیارے وطن کے کام آئین -

زیادہ والسلام مع الاکرام -

بے مایہ عثمان جعفری

مولانا طاعم جعفری ایم۔اے کے نام

سرمایہ سرور ومایۂ انبساط عم بھائی ادام اللہ ظلہم العالی۔

تسلیم ادب! کل بھائی جان کا خط پہونچا، لخت جگر فاطمہ کے مفارقت دوام کی بیچین کن، زہرہ گداز، دل دوز خبر لے آیا، آہ یہ معلوم کرکے کہ آگ زدہ کی سوگوار زمین کو تیرہ و تار بنا گئی، اُس کے حسرتناک در و دیوار کو وحشتناک چھوڑ گئی۔ عجب حال ہے، صدمہ جس سے مصیبتوں کا مارا دل بھی پاش پاش ہے۔ کتنا ہوا! نہ میں ظاہر کرسکتا ہوں نہ اظہار سے کچھ سود، با وجودیکہ رنج کا خوگر غم والم کا عادی ہوچکا ہوں اور سولہ سہیل کی مسافت پر بیٹھا ہوں، بارہ بجے اطلاع ملی دل آتشکدہ بن گیا۔ دماغ آتش خانہ، فطرت کا اقتضا، بقائے وجود کے لیے ہر چیز کا مصلح اندرون جسم رکھ چکا ہے، دونو آنکھوں نے سیحون اور جیحون کا کام کیا اور شام تک اُس لگی آگ کو بجھاتی رہیں، سنا ہے آگ پانی پڑنے سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے یہ آگ پانی کے چھینٹوں سے اور شعلہ خیز ہوتی تھی نہ بجھنا تھا نہ بجھی، رات بیچینی سے گذر چکی ہے لیکن آتش زدہ کی بھڑک اور لپٹ کا عالم جو کل تھا وہ آج بھی ہے، اگرچہ مرور ایام اس آگ کو بھی ایک روز قابل برداشت کر دیگا جیسے اُس نے پہلے کی لگی ہوئی آگ دھیمی اور ہلکی کر دی ہے، اپنے جی کا جب یہ حال میں مشاہدہ کر رہا ہوں، صرف چچا ہونے کی نسبت سے، تو آہ آپ کی طبیعت کا عالم تو نہ جانے کیا ہوگا۔ اور ہونا چاہیے۔ آہ میں تو جب خیال کرتا ہوں، فاطمہ مری نہیں معلوم ہوتی، زندہ ہے، اور بلاشبہ زندہ، صرف ہم لوگوں کو خواب سرشار سے جگانے کے لئے وہ میٹھی نیند سو گئی ہے!!!

آہ فاطمہ مری نہین ہے، وہ یقیناً حیات ہے اور حیات کے ساتھ خود اُس کی ابدی زندگی بھی ہمین تسلی دے رہی ہے، ہمارے رنج و غم کو ہلکا کر رہی ہے، مین کتنا ہی اپنے دل بیقرار کو سمجھاتا ہون لیکن وہ نہین مانتا وہ تو یہ کہہ رہا ہے کہ وہ زندہ ہے، اُس کی زندگی ایسا بے لوث ہوگئی ہے، وہ ہر قسم کی دنیوی تیرگیون سے صاف ہوگئی ہے، صرف اُس نے اپنی جگہ بدل لی ہے، گویا ہمین وہ یہ ثابت کر رہی ہے، کہ دنیا عیش کا مقام نہین، اور نہ دنیا کی رنگینین دل لگانے کے قابل۔

فاطمہ کے کھیلنے کودنے کے دن تھے، چہلین کرنے کا وقت تھا، وہ یک بیک قبر جیسی تیرہ و تار کوٹھری مین عزلت نشین کیون ہوگئی؟ آہ وہ ہمین بتا گئی کہ دنیا کی سرزمین رہنے کے قابل نہین ہے، دنیا کی کوئی لذت اپنے اندر بقا و استحکام کا ذائقہ نہین رکھتی، دنیا کی ہر لذیذ اور خوشگوار چیز اپنے پہلو مین فنا یا فراق کی تلخی ضرور لیے ہوئے ہے جس سے ہر لذت آشنا کو آشنا ہونا ناگزیر ہے۔

آہ فاطمہ، پیاری فاطمہ، ہم لوگون کی گندہ معاشرت، سقیم زندگی، شرمناک حرکات قابل نفرین اعمال کے بار سہار نہ سکی، وہ نازک تھی، نزاکت اُس کا خمیر تھا۔ تڑپ کر چلی گئی ہے، گویا ہماری موجودہ سوسائٹی اُس کے قابل نہ تھی، آہ فاطمہ جان سے عزیز فاطمہ معصوم تھی، عصمت اُس کی سہیلی تھی، ہماری گناہ مین آلودہ، سرشار اور عصیان مین گھری ہوئی زندگیان اُس کا دل نہ بہلا سکین، وہ ایسی سیہ کار دنیا مین رہنے کی تاب نہ لا سکی، اسی لیے ہماری بیچینیون اور بیکلیون کا احساس کئے بغیر ہمیشہ کے لئے ہم سے جُدا ہوگئی۔

آہ پیاری فاطمہ ایسی روٹھی کہ ہمیشہ کے لئے منائے نہ مانے گی کاش ہماری صحبتین

اُس کے حریم قدس کی پروردہ روح کے لئے دلبستگی کا سامان بہم پہونچا سکتیں، تو
وہ یوں منہ پھیر کر خلاف وقت خلاف موسم چلی نہ جاتی، آہ اپنے عما (عمر) کو، ٹکا (رقیہ)
سو عثما (عثمان) کو یوں بچین، دل گرفتہ اور تڑپتا چھوڑ نہ جاتی! ہمیں جتنی محبت اُسکے
ساتھ تھی اُسکو بھی ہمارے ساتھ اُتنی ہی محبت تھی، مگر آہ اُس کی محبت ہر آمیزش سے پاک
صاف تھی، اور ہماری محبت تیرہ و مکدر، گویا وہ یہ بتانے کے لئے ہم سے روپوش ہو گئی ہے
کہ فاطمہ جیسی بے بہا نعمتوں کے قیام اور بقا کے لئے ایک صاف باطن اور شفاف دل،
پاک روح کی خاطر داریوں کی ضرورت ہوتی ہے یہی تو باعث ہے کہ دنیا فاطمہ
جیسی نور کی دیویوں کے کرشمۂ ناز سے خالی نظر آتی ہے - وہ سرچشمۂ حیات کے گھاٹ پر
کھڑی کھیل رہی ہے، اور ہم لوگوں کو اُسی سرچشمۂ حیات سے پانی پلانا چاہتی ہے ،
تاکہ ہماری یہ مستعار اور روزہ زندگی ہر قسم کے آلام و کدورت سے آیندہ پاک
اور صاف رہے! ہم مر بھیا!!! خدا بھاوج کو صبر جمیل دے - اور اُنکی جلتی ہوئی آنکھوں
کو گرم گرم آنسوؤں سے ٹھنڈی کر دے - تڑپتے ہوئے جگر اور بیتاب دل کو سکون
اور قرار بخشے! آپ کو کیا لکھوں! اور آپ دونوں غم نصیبوں اور فلک ستا دلوں کو اللہ صحت و
عافیت زندہ و سلامت رکھے، فاطمہ تو گئی مگر اپنا نعم البدل چھوڑ گئی، اللہ اپنی مرضی پر
آپکو اور بھاوج کو ثابت قدم رکھے، اور ملاقات میں مصروف، اگر بچھڑ وہ بچھڑے گا اور
ضرور بچھڑے گا - دنیا آنی کا نام ہے، مزید تو ہم آئے - اور زیادہ کیا عرض کروں -

الم رسیدہ، دل بریاں، مگر راضی برضا

غم نصیب حسین عثمان جعفری

حضرت رنگین کے نام

حیدرآباد دکن - ۷ رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۲ھ

بزم معنی کے صدر نشین رنگین! محفل سخن سنج کے مولانائے معنی آفرین!!

سلام نیاز خوردانہ آداب، جیسے مین نظرون کے سامنے بجالاتا تھا اور اس کے ایک مستانہ کیف سے خود نشہ مستی کا سرشار بن جاتا تھا، اسے اُجلے اُجلے دو ورق کے کاغذی پردون کی آڑ مین بجالاتا ہون۔

بجاآوری آداب یا سلام تو اس کاغذ پر کئی نیلی نیلی سطرین کسی شکل مین سہی اور کسی صورت سہی آپ کی نظر نظیر نواز تک پہونچا ہی دین گی، لیکن حیرت تو اس پر ہے کہ خود اپنے "کیف مستی" کا مستانہ تماشا آپ کی نظرون تک پہونچانے کا کوئی ذریعہ نہین، کیونکہ میرا خیال ہو کہ الفاظ و حروف تو محض تمثال قالب ہین!! اگرچہ اکثر ارباب علم کا خیال ہے کہ وہ قالب ہین، مگر مین اپنے ذوق کو کیا کرون، قالبیت تسلیم کرنے کو کسی طرح راضی ہی نہین ہوتا۔ اور حقیقت بھی کم از کم میری بے مایہ نگاہ مین یہی نظر آتی ہے۔ قالب مین ایک حد تک اپنے قلب کے انعکاس کا مادہ ضرور ہوتا ہے۔ اور وہ یقیناً عالم قلب کے حسن و جمال کا پرتو لے اُڑتا ہے۔ اور کسی جگہ پیکر ناز آفرین نظر آتا ہے۔ اور کہین پیکر بیجان، مگر افسوس اور آرزو بھرا افسوس تو یہ ہے کہ حرفون مین لفظون مین انعکاس حقیقت تو کیسا نقل حقایق کی بھی اہلیت صحیحہ موجود نہین، چہ جائیکہ "کیف دردنی" کی کیفیات، رقص مطرب کا تماشا دکھانا، اس لیے میرے سلام نیاز کی صحیح اور اصلی تصویر کاغذی پردون کی تہون سے نظر آنی محال ہے، اور خالی خولی کاغذی سلام ہین۔ ع

وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی !!

گزشتہ عنایت نامہ کی یاد دلانا فضول ہے، رات کی بات کو دن بھلا دیتا ہے، چہ جائیکہ بیسوں راتیں درمیان آ چکیں، اور میں یاد دلاؤں بھی تو کیوں؟ وہ مولانا کا جوابی خط تھا جو میرے ایک نیاز نامہ کے جواب میں بھیجا گیا تھا، اگرچہ مولانا نے مجھ سے ہر ہفتہ ایک عریضہ بھیجنے کے لئے ارشاد فرمایا تھا۔ اور میرا خود جی ہمیشہ چاہا کرتا ہے کہ سات دن آٹھویں ایک پیام نیاز ضرور پیش کیا کروں مگر کیا کروں حیدرآباد کی فضا کبھی جی کا چاہا پورا نہیں ہونے دیتی، دل کی آرزو دل ہی میں رہ جاتی ہے، مصروفیت کا ہجوم نہیں اژدحام رہتا ہے گویا میں "مجسمہ کردار" ہوں کہ میرے لئے اس دوروزہ زندگی میں کاموں کا اس قدر تانتا بندھا رہتا ہے کہ سر اٹھانے کی بھی مہلت نہیں دیتا۔ اسوجہ سے صرف اس سبب سے کتنی راتیں اور کتنے دن گزر جاتے ہیں کہ استدراک مزاج کا بھی شرف حاصل نہیں کر سکتا۔ چودہ پندرہ دن ہوئے ضرورتاً بمبئی گیا تھا چار دن رہا۔ مراجعت میں اسٹیشن گلبرگہ پر جن عواطف اور جواذب نے کھینچا ہے، اور جس کشش کی کشاکش میں پڑا ہوں اس میں مولانا کا غالباً بڑا حصہ تھا۔ مگر ناگزیر سبب سے قیام نہ کر سکا۔ ورنہ آرزو سے دید بر آتی، خدا سے دعا ہے کہ آپ کا مزاج وہاج مع الخیر والعافیت ہوا اور ساتھ ہی وابستگان دامن بھی بعافیت و بخیر و خوش ہوں خاص کر ریحانۃ الدنیا۔ بی بی اچھی ہوں، آرام سے ہوں مسرور رہوں، بلی کے بچے کے نئے جوڑے انکے معصومانہ اور پیاری محبت کے مزے اور لطف لطیف لوٹ رہے ہوں، شاید اسی وجہ سے کہ مجھے بھی آغاز عہد سے بلی اور اسکے مسکین بچوں سے بیحد انس رہا ہے، اسوجہ سے کہ مجھے جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے غایت ربط رہا ہے۔ ابھی عزیزہ ہیں اور مولانا کے چشم و چراغ زندگی "روح حیات" یعنی

بی رابعہ بیلہا سے ایک خاص رابطہ یا اُن کی لطیف طبیعت سے ایک طرح کا خاص اُنس و خلوص پیدا ہو گیا ہے۔ خدا کرے اُن کی لطافتیں روزافزوں رہیں۔ اور آپ جیسے شفیق و لی نعمت کے سایہ عاطفت میں اور اپنی امی جان کی آغوش اُلفت میں عمر طبعی پوری کریں اور رابطہ اوصاف ثابت ہوں۔ آمین!

میری بہت سی دعائیں فرما دی جائیں۔ میرے یہاں بھی تعطیل ہوگی مگر اس سال بھی قصد وطن نہیں ہے، وہاں جا کر اور درد مول لینا ہے۔ والدہ ماجدہ کا سایہ سر سے اُٹھ چکا، پریم کی دیوی کے ساتھ محبت و شفقت کے نظاروں کا خاتمہ ہو چکا۔ اور اب جادئہ وطن تو درد والم کے لئے، یہ دھری وطن کا خدانخواستہ شکوہ سنج نہیں، وقت ہے، اور حسن روانی اندوہ نہانی، اس وجدان کو کیا کروں!

پچھلے روزے ہو گئے، اچھے ہوئے ایک روز (روز اول) سحر کے بعد روزہ داروں پر رحمت باری کا نزول ہو گیا تھا پھر بوندا باندی دو ایک روز ہی پھر برسا برسایا نہیں گرمی اچھی خاصی رہتی ہے، روزوں کا تو شباب یہی ہے اور ہر چیز کا شباب ہی پیارا ہوتا ہے۔ مجھے تو گرمیوں کے روزے مزے دے جاتے ہیں کیا ایسی گرمیوں میں بھی اُم ہریرہ رابعہ بی روزے رکھتی ہیں آپ کی تراویح اس سال کہاں اور کس مسجد میں ہوتی ہے۔

نیاز کیش ازلی

خادم ابدی

عثمان جعفری
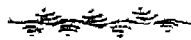
مولانا عبدالحق صاحب بی اے سکریٹری انجمن ترقی اردو اورنگ آباد کے خطوط

مولانا عثمان جعفری ایم اے پروفیسر سٹی کالج حیدرآباد دکن کے نام

کیمپ مچھلی گاؤں۔ ۱۵ جنوری ۱۹۲۳ء

تشفیقی و عزیزی سلمہ۔ آپ کا مرسلہ نامہ پہنچا اگرچہ میں اس سے قبل ہی آپ کے متعلق سید علی اکبر صاحب کو لکھ چکا تھا آج پندرہ روز یا زیادہ ہو گئے ہیں مگر اب تک انکا جواب وصول نہیں ہوا شاید وہ مستقر پر نہیں ہیں یا آتا۔

آپ کے محبت آمیز خطوط اور [illegible] کا مجھ پر بہت اثر ہوا اور میں ہر طرح آپ کی مدد اور ہمدردی کے لئے حاضر ہوں لیکن آپ نے جیسا مجھے سمجھ رکھا ہے ویسا نہیں ہوں، بقول مولانا حالی ؎

جیسا نظر آتا ہوں نہ ایسا ہوں میں
اور جیسا سمجھتے ہیں نہ ویسا ہوں میں
اپنے سے بھی عیب ہوں چھپاتا اپنے
بس مجھ کو ہی معلوم ہے جیسا ہوں میں

مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہاں آنے کے بعد آپ کو مایوسی نہ ہو، مگر مجھے یقین ہے کہ آپ کی صواب بین اور عیب پوش نگاہ میرے آڑے آئے گی۔ مجھے خود بھی آپ سے صاحب ذوق اور صاحب علم کی ضرورت ہے، میں یہاں یکہ و تنہا ہوں اور جو کچھ بھی برا بھلا کر رہا ہوں اس میں کوئی میرا ہاتھ بٹانے والا نہیں ہے، آپ کے آجانے سے مجھے بڑی تقویت ہو جائے گی۔ نظامت نے یہ عجیب قاعدہ قرار دیا ہے کہ ایک صوبہ سے دوسرے صوبہ

مین تبادلہ کے لئے دونون صدر مہتمون کی رضامندی کی ضرورت ہے تاہم مین نظامت
مین لکھتا ہون شائد وہ تبادلہ کردین، اس عرصہ مین ممکن ہی کہ سید علی اکبر صاحب کا بھی
جواب آجائے۔

آپکا ہمدرد
عبدالحق

اورنگ آباد۔ ۲۳ فروری ۲۲ ء

شفیقی و عزیزی سلمہ۔ آپ کا محبت نامہ پہنچا۔ آپ نے جن محبت آمیز الفاظ
مین یہ خط لکھا ہی، حیران ہون کہ اسکا جواب مین کیونکر ادا کرون، بہر حال آپکی اس عنایت
اور ارادت کا بہت ممنون ہون، آپ کے اشتیاق نے میرے شوق کو اور مشتعل کر دیا
ہی اور مین چاہتا ہون کہ اس انتظار کا پردہ جہان تک جلد ممکن ہو اُٹھ جائے، اگر یہ
معاملہ صرف دفتر نظامت تک محدود ہوتا تو اسکے طے کرنے مین ایک دن کی بھی دیر
نہ لگتی لیکن اس مین صدر مہتمم صاحب کی بھی منظوری ضروری ہی اور یہی وجہ تاخیر
ہے تعجب ہے کہ میرا خط سید علی اکبر صاحب کو نہین پہنچا، یہ خط خانگی تھا سرکاری نہ تھا
کیونکہ خانگی خط کا اثر زیادہ ہوتا ہے، آج مین نے انہین پھر لکھا ہی، خدا کرے وہ
راضی ہو جائین، وہ آپ کے کام اور قابلیت سے بہت خوش ہین، اور ممکن ہے کہ
یہ سد راہ ہو۔

مجھے افسوس ہی کہ گلبرگہ مین آپ سے ملاقات نہوئی، مین نے دو بار نگین صاحب
سے کہلا کر بھیجا مگر نہ معلوم کیا وجہ ہوئی کہ آپ نہ آسکے، ایک بار اورنگ آباد مین آپ سے
ملاقات ہوئی تھی اور اُس کے بعد پھر آپ کی صورت دیکھنی نصیب نہوئی، میری
بدقسمتی ہی کہ گلبرگہ پہنچکر بھی آپ سے نہ مل سکا، اب سید علی اکبر صاحب کے خط کا منتظر

ہون مین حیدرآباد سے کل ہی واپس آیا ہون - اس وقت آپکا عنایت نامہ ملا اسلئے جواب مین تاخیر ہوئی -

آپکا خیر طلب
عبدالحق

خواجہ عبدالرؤف صاحب عشرت لکھنوی سکریٹری انجمن اصلاح سخن کے خطوط

اکمل الشعراء مولوی کامل صاحب عظیم آبادی کے نام

لکھنؤ ۔ ۷ نومبر سنہ ۱۹۱۹ء

مولوی کامل صاحب - دعا خلش سلمہ میرے پاس آئے تھے - میرے خیال مین دوسری طرح معنی خیز ہی جناب حامد کی یاد فرمائی کا مین شکرگزار ہون لیکن اس پیرانہ سالی مین مین شریک مشاعرہ ہوکر کیا کرون حال کی تہذیب سے نابلد ہون اگلی تہذیب تو اب قصہ کہانی ہوگئی، اب جو رنگ مشاعرون کا سنتا ہون تو دل کانپ جاتا ہی پچھلی صحبتین بچھڑے ہوے احباب یاد آجاتے ہین، اگلی تہذیب یہ تھی کہ مشاعرون مین بزم آدب کا لطف آتا تھا - ایک شخص تحت اللفظ غزل پڑھتا تھا، لوگ ہمہ تن گوش ہوکر سنتے تھے اور داد حسب آداب عام حسب لیاقت دیتے تھے کوئی غلطی ہوتی تھی تو سب کے سب خاموش رہتے تھے - تو مشق پہلے پڑھتے تھے، کہنہ مشق آخر مین -

ایک صحبت کا ذکر ہے کہ نواب اصغر حسین صاحب فاخر مرحوم کے یہاں مشاعرہ تہا، مولوی علی میاں کامل کا پاؤں سُن ہوگیا - اُنھوں نے نواب صاحب سے عرض کیا، نواب صاحب نے کہا کیا مضائقہ ہے پاؤں پھیلا دیجئے اول تو آپ بزرگ ہین دوسرے شکایت بھی ظاہر ہو انھوں نے پاؤں پھیلا دیا، سب شعراء نے مشورہ کیا کہ یہ امر تہذیب مشاعرہ کے خلاف ہی، اگر طرح دیجائے گی تو تہذیب قائم نہ رہے گی سب کے سب اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ جناب کامل کی طبیعت ناساز ہے تو مشاعرہ بے لطف رہیگا، ہر چند معذرت کی مگر قبول نہوئی -

رشید مرحوم کا ذکر ہے، ایک مشاعرے مین مرحوم شریک بزم تھے - ایک شاعر نے ٹوپی اُتار کر اپنے دماغ کو ہوا دی - آپ نے غزل نہین پڑھی اور عذر کرکے چلے آئے - اُس دن سے مرتے وقت تک کسی مشاعرے مین نہ گئے ؎

اُنے مصحفی مین رو دُون کیا پچھلی صحبتون کو
بن بن کے کھیل ایسے لاکھون بگڑ گئے ہین

اِس تہذیب کو دیکھتے ہوئے تو مشاعرہ اب مشاعرہ نہین رہا اور بہت سے کہنہ مشق خوشگو شعرا گوشہ نشین ہوگئے - لسان الملک حضرت ریاض فضل الله ولد جناب فضل خلف جناب اسیر جناب انجم لکھنوی تلمیذ جناب اسیر اور بہت سے شاعر شریک نہین ہوتے مجھے نہ گانا آتا ہے نہ بتانا اگر میر تقی مرحوم کی بھی غزل پڑھونگا تو رنگ نہ دیگی - اسلئے کہ آجکل داد بقید علم موسیقی ملتی ہے - پھر مجھ ایسے ناکارہ شخص کو مشاعرے مین بلانے سے کیا حاصل دوسرے مین اپنی موجودگی مین اپنا کلام کسی خوش گلو سے پڑھوانا معیوب جانتا ہون ایسی حالت مین کیا آؤن کیا سناؤن -

ہان صاحب - روپیہ تو آپ کے حامد صاحب نہایت اولوالعزمی اور عالی ہمتی سے صرف کرتے ہین مگر اپنی اپنی رائے ہے کم سے کم ایک ہزار روپیہ اس مشاعرے کے سازوسامان اور شعراء کی آمدورفت مین صرف ہوا ہوگا - اسی روپیہ مین انکے کئی دیوان چھپ جاتے جو ان کی یادگار رہتے - سندیلہ کا مشاعرہ اتنا عظیم الشان ہوتا تھا - مگر آج کوئی اُس کا نام بھی نہین لیتا -

میری تو رائے اس بارے مین بالکل جناب حامد کی رائے کے خلاف ہے بات یہ ہے کہ جب ہمارے گردوپیش کے رؤسا ایسی باتون پر خیال نہ فرماینگے تو ایک اکیلی ریاست حیدرآباد دکن کس کس صوبہ کے علمی کارنامون کی اشاعت مین حصہ لے سکتی ہے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ جناب حامد کو اس طرح روپیہ برباد نہ کرنا چاہئے بلکہ کسی مفید کام مین صرف کرکے کچھ ملک کی زبان کی خدمت کرنا چاہئے -

دعاگو

عشرت

مولوی اکمل الشعرا کامل صاحب تسلیم

مین آپ کی غزل مین وجہ اصلاح نہین لکھتا میرے خیال مین آپ ان باتون کو خوب سمجھ لینگے اگر کسی شعر مین کچھ عذر ہو تو ضرور دریافت کر لیا کیجئے - مین اس سے بہت خوش ہوتا ہون - مین نے جو باتین بتائی ہین وہ کچھ ایسی مشکل نہین ہین - اس مین شک نہین کہ آپ مصرع بہت صاف بامعنی لگاتے ہین مگر بعض بعض مصرعون مین اکثر جلی تعقید نظر آتی ہے، بندش سست ہوتی ہے اور حشو قبیح کی غلطیان اکثر نکلتی ہین -

تعقید کی مثال۔ ۶

نہین مرغوب ہو گی فصل گل کی غیر موسم مین

یعنی فصل گل غیر موسم مین مرغوب نہو گی۔ اتنی سی بات کو اسقدر تبدیل تحرف کے بعد لکھا۔

سست بندش کی مثال مصیبت کو جہان کی۔ یہ کو۔ کی مخل فصاحت ہے بدل دی گئی۔

حشو قبیح کی مثال۔ ۶

کہ دیکھون آج ساقی کی مرے ہمت کہانتک ہے

اس مصرع مین آج اور میرے دونون حشو واقع ہوے ہین۔ ان باتون کا آیندہ خیال رہے اگر اصلاح سمجھ مین نہ آتی ہو تو مین وجہ اصلاح بھی لکھدیا کرون۔

مین شیخ محمد جان شاد پیرو میر کا شاگرد ہون جو گیارہ برس کے سن مین ملک الشعرا میر تقی میر دہلوی کے پاس اصلاح کو غزل لے گئے۔ میر نے اپنے بیٹے سید محمد عسکری عرف میر کلو عرش کے حوالے کر دیا۔ شیخ صاحب کا ایک دیوان عہد شاہی مین چھپا تھا۔ ایک حال مین جسکو پندرہ سال کا زمانہ ہوتا ہے طبع ہوا۔

عشرت لکھنوی

۶۔ جولائی ۱۹۱۰ء

مولوی کامل صاحب۔

ادہر میری طبیعت نادرست تھی اور ابھی تک بالکل اچھا نہین ہون تمھاری غزل سرسری طور پر دیکھکر بھیجے دیتا ہون۔ امید تو نہین مشاعرے کے وقت تک پہنچ تاہم اپنی سی کوشش کرتا ہون۔

فک اضافت کو تم کیا پوچھتے ہو۔ جب ترکیب اضافی ہوتی ہے یعنی مضاف مضاف الیہ واقع ہوتا ہے اس وقت اضافت حذف کر دیتے ہین اس کو فک اضافت کہتے ہین۔ جیسے قلبِ سیاہ فارسی والے بدلکر سیاہ قلب بول جاتے ہین یا جامِ بلورین کو بلورین جام کہتے ہین تو اس طرح کا حذف جایز ہے اور اگر تربت مجنون کی اضافت کو حذف کرکے کوئی تربت مجنون کہے تو یہ ناجایز ہے۔

اب سنو! مضاف اور مضاف الیہ دو اسمون کے درمیان واقع ہوتا ہے فعل اور حرف کے درمیان نہین واقع ہوتا۔

روش کے چار معنی ہین۔ ایک تو باغ مین مہندی کی قطار کو کہتے ہین جیسے کہ ہر روش باغ کی گویا کہ صف قائم ہے یعنی مہندی کی قطار۔ دوسرے اس راستے کو کہتے ہین جو باغ مین مہندی کے درمیان ہوتا ہے۔ صاحب بہادر روش باغ پر ٹہل رہے ہین تیسرے روش چال کو کہتے ہین داغ کہتے ہین ؎

وقتِ خرامِ ناز دکھا دو جدا جدا
یہ چال حشر کی یہ روش آسمان کی ہے

چوتھے روش حرف ہے بمعنی طرح۔ ؏

پامال ہوتے ہین گل ہر ہر روش چمن مین

یعنی ہر ہر طرح پامال ہوتے ہین اس مین روش کو چمن کے ساتھ کوئی تعلق اضافی نہین ہے پھر مضاف مضاف الیہ کیسا اور اضافت کیسی اور فک اضافت کیسا۔

دعاگو عشرتؔ

۲۲۔ جولائی ۱۹۱۸ء

مولوی کامل صاحب۔

تمھارا خط آیا طوفان نوح کی خبر لایا۔ بھائی وہان تو طوفان آیا اور یہان ایک قطرہ پانی کا بھی آسمان سے نہ برسا۔ صحیح لفظ گنجلک ہے گجلک نہین ہے جب کسی شعر مین زیادہ حرف تقطیع سے گرتے ہین تو کہتے ہین کہ اسمین گنجلک ہے بعض ناواقف تعقید کو بھی گنجلک سے تعبیر کرتے ہین مگر یہ غلط ہے۔

معشوق کے کسی واقعہ کو یا عاشق کے کسی حادثے کو نظم کرنا معاملہ بندی ہے جیسے ؎

کیونکر اُس کی نگہِ ناز سے جیتا ہوگا

زہر دے اُسپہ یہ تاکید کہ پیتا ہوگا

دوسرا مصرع معاملہ ہے اور داغ نے معاملہ بندی کی ہے۔

شیوا بیانی شاعر کی صفت ہے، جو شاعر شعر کو صاف کرکے کہتا ہے اسکو شیوہ بیان کہتے ہین شیوہ کہتے ہین کام کو اچھی طرح کرنے کو۔

عشرت

۱۳۔اگست ۱۹۱۸ء

لکھنؤ۔ احاطہ نشاماں۔

مولوی کامل صاحب بعد تسلیم السلام علیکم

رباعیان آپ ضرور لکھین مطلب یہ تھا کہ دو چار رباعیان مین لکھکر بھیجدیتا مگر میری خواہش یہ ہے کہ تم خود بھی طرح کی نظم پر قادر ہوجاؤ۔ اس کا وزن یہ ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

تعقید دو طرح کی ہوتی ہے تعقید لفظی و تعقید معنوی تعقید لفظی یہ ہے کہ اس کا فعل فاعل مفعول اپنی جگہ پر مستعمل نہوا ہو تعقید معنوی یہ ہے کہ شعر کے معنی صحیح نہون تعقید یہ ہے کہ مصرع مین لفظ اپنے محل استعمال سے بہت دور ہو گیا ہو

ذرا کے متعلق جلال و امیر کا خیال تہا کہ یہ لفظ ز سے صحیح ہے چنانچہ جلال کے دیوان چہارم مین جہان یہ لفظ آیا ہے ز ہی سے لکھا گیا ہے۔ مگر املا حقیقت مین ذال سے قائم ہو چکا ہے اور سب لوگ اسیطرح لکھتے ہین اسلئے جمہور کی تقلید واجب ہے۔

بھانا۔ معنی پسند آنا۔ متروک ہے۔ بدل دیا۔ یان۔ وان بھی اب متروک ہے ساون کی اضافت گو جایز ہے۔ مگر احتیاط کرنا چاہئے۔ بادصرصر گرم ہوا کو کہتے ہین سا قیا بھی متروک ہے۔ بدل دیا تعقید کا لفظ عام لوگون نے بنالیا ہے نحویون کی اصطلاح نہین ہے حقیقت مین اسمین اور تعقید لفظی مین بہت کم فرق ہے۔

عشرت لکھنوی

یکم اکتوبر ۱۹۱۸ء

کامل سلمہٗ:۔ حضور کی بدمزگی کے قبل " یہ جملہ تم نے غلط لکھا۔ پٹنہ مین شائد بولا جاتا ہو۔ کیونکہ ایک بار جناب حفیظ نے بھی فرمایا تہا کئی روز سے لڑکی بدمزہ ہے یعنی بیمار رہی۔ یا اسی لئے کبھی ایکسو دفعہ کہا کہ آجکل بدمزہ ہون اصل مین بدمزگی بدمزہ صفت ہو اس کو بغیر موصوف کے اہل زبان نہین بولتے۔ اسطرح کہنا چاہیے کہ آپ کی طبیعت کی بدمزگی کے سبب سے یا لڑکی کی طبیعت بدمزہ ہے یا میری طبیعت بدمزہ ہے۔

بھائی۔ غلو یہ نہین ہے جسکو تم غلو کہتے ہو۔ یہ عیوب قافیہ قدمائے عرب کے تحت مین ہے اُردو مین علم قافیہ ایک دوسری چیز ہے جس طرح فاع لاتن اور فعلاتن کا فرق

اُردو کے دربار سے نکال کر پھینک دیا گیا اسی طرح حرکت مجہول اور معروف کی قید خلاف فصحائے عجم اضافہ کی گئی آزاد یا تمنا جمہور کے خلاف حکم دینگے وہ مقبول نہیں ہوسکتا۔

عشرت لکھنوی

۱۹۔ دسمبر ۱۹۲۱ء

جناب منشی بہاری لعل صاحب مشتاق دہلوی تلمیذ حضرت غالب کا

خط جناب قاضی محمد خلیل صاحب رئیس اعظم بریلی کے نام

مکرمی

تسلیم و نیاز کے بعد عرض یہ ہے کہ المودہ آیا۔ حاضر خدمت ہوکر آپ کی طرح مین مولانا حالی نے جو رباعی رقم فرمائی مجھے بیحد پسند آئی آپ کی تازہ غزل سنکر جو روحی مسرت ہوئی اُسے بیان نہیں کرسکتا مگر اسی زمانہ مین مزاج مبارک جادۂ اعتدال سے منحرف تھا یہ تردد تو اس وقت رفع ہوگیا جب آپ صحت یابی کا مژدہ رقم فرمائین اور نشان مذکورۂ بالا پر آپ کا عنایت نامہ شرف ورود دلائے اور اس مین رقم ہو کہ آپ نے والا جد کے نام جو مرزا غالب کے خطوط ہین اُنکے نقول کے واسطے کاتب کو ہدایت کردی گئی ہے تاکہ پہلے خطون کے تلف ہوجانے کا رنج دفع ہوجائے۔

اِن خاکسار جب آپ کے ہمراہ رکاب الور گیا تھا اور وہان تذکرہ شعراء کی جلدین دیکھی تھین لیکن مین انکا نام بھول گیا ہون۔ آپ کو یاد ہو تو مطلع فرمایئے تاکہ اپنے عزیز کے کتب خانہ مین دیکھون جہان آجکل مین قیام پذیر ہون عزیز موصوف

کا نام لالہ سری رام ایم اے ہے خمخانۂ جاوید شعرا کا تذکرہ ایسا لکھا ہے کہ ابتک کوئی ایسی
شعرا کے حال کی تاریخ نگاہ سے نہیں گذری نہ ترتیب ہوئی۔

خاکسار بہاری لعل

۹۔جون ۱۹۲۸ء

مولوی نواب علی صاحب نواب ایم۔اے پروفیسر بڑودھہ کالج کے خطوط مؤلف کے نام

بڑودہ ناگرواڑہ ۲۰۔مارچ ۱۹۱۵ء

مکرمی تسلیم۔آپ کا عنایت نامہ پہنچا اور ساتھ ہی مرقع ادب کا ایک نسخہ بھی۔
یادآوری کا شکریہ۔اپنی ناچیز رائے علیحدہ لکھکر خط کے ساتھ ملفوف کرتا ہوں۔

حضرت زاہد نے آپ کو لکھا کہ صفحہ ۱۸۶ کی آخری سطر کو مین نہ دیکھوں۔مین نے
سب سے پہلے اسی سطر کو دیکھا اور کیون نہ دیکھتا ہمارے جدامجد سے کہا گیا کہ باغ عدن
مین جو جی چاہے کرنا لیکن اس درخت کو نہ چھونا مگر انھون نے چھونا کیا معنی مزہ سے
خوب چکھا پھر مین اس سطر کو کیون نہ مزہ سے باربار پڑھتا حضرت مین آدمی ہون فرشتہ
نہیں ہون۔الانسان حریص علی مامنع۔

زاہد نے میرے چند خطوط آپ کو دیدیے غضب کیا مجھے گمان بھی نہ تھا کہ یہ کبھی
پبلک کے سامنے پیش ہون گے زاہد کا اگرچہ لفٹنٹی کے دفتر سے تعلق ہے لیکن اب مجھے
یقین ہوگیا کہ حضرت کا تعلق کرانا کا تبین کے سی آئی ڈی سے بھی ہے مین خوش تھا

کہ جب قیامت مین حساب وکتاب ہوگا تو مین جھٹ یہ شعر پڑھ کر بری ہو جاؤنگا ؎
پکڑے جاتے ہین فرشتون کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تہا
مگر اب ڈرتا ہون کہ کہین میان زاہد جنکو مین اپنا آدمی سمجھتا ہون وہان بھی کوئی پرچہ پیش نہ کر دین۔ جناب اب آپ بھی ذرا ہوشیار رہئے اور زاہد کو سمجھ بوجھ کے خط لکھا کیجئے۔

مین نے زاہد کو لکھا ہے کہ اپریل کے پہلے ہفتہ مین لکھنؤ آؤنگا۔ کیا انکے ساتھ آپ سے بھی وہین ملاقات ہو سکتی ہے۔ فقط والسلام

نواب علی عفی عنہ

مرقع ادب

مرقع ادب زمانۂ حال کے مشاہیر کے اُردو خطوط کا ایک نہایت دلچسپ معنی خیز اور مفید مجموعہ ہے۔ یہ اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے اور اپنی آپ مثال ہے، لائق مصنف نے نہ صرف اُردو لٹریچر کی ایک بیش بہا خدمت سر انجام دی ہے بلکہ ایک ایسا قیمتی ذخیرہ جمع کیا ہے جو آئندہ زمانہ مین جب مشاہیر حال کی سوانحعمریان لکھی جائینگی نہایت کارآمد اور پُر از معلومات ثابت ہوگا۔ کیونکہ بہت سے مکاتیب ایسے جمع کئے ہین جو ان مشاہیر کی پرائوٹ زندگی کا آئینہ ہین اور جنکی نسبت کاتب کو یہ گمان بھی نہ تہا کہ یہ کبھی پبلک کے سامنے پیش ہونگے۔

اس مجموعہ مین مختلف رنگ کے خطوط جو زبان اُردو کے آسمان پر قوس قزح

کی طرح جلوہ گر ہین شیدائیان اُردو تو یہ بہار ضرور ہی دیکھین گے لیکن ہمارے وہ نوجوان تعلیم یافتہ جو اپنی مادری زبان مین خط و کتابت کرنا فیشن کے خلاف سمجھتے ہین بیچارے بوجوہات خود ہی معذور رہین انکی بھی آنکھین کھل جائین گی اور اُمید ہے کہ وہ اس پرلطف مجموعہ سے ضرور مستفید ہونگے یہ کتاب اس قابل ہو کہ سررشتہ تعلیم اس کی خاص طور سے قدر کرے اور لایق مولف کی ہمت افزائی کی معقول سبیل کرے لایق مولف سے اُمید ہے کہ وہ اس سلسلہ کو جو بے شبہ نہایت مفید ہے جاری رکھینگے انشاءاللہ تعالیٰ انکی یہ قیمتی ادبی خدمت خاص و عام مین ضرور مقبول ہوگی۔

نواب علی

بڑودہ۔ ناگرواڑہ۔ ۱۷۔ جولائی ۱۹۱۵ء

مکرمی تسلیم۔

یقین مانیے روز ارادہ کرتا تھا کہ آپ کے محبت نامہ کا جواب لکھون لیکن نوبت نہین آتی تھی آج اس وقت آپ کا دوسرا عنایت نامہ پہنچا۔ قند مکرر کا لطف آیا الناظر مین آپ کے مشاعرہ والی غزل پڑھی ماشاءاللہ بہت مزہ دار اشعار ہین۔ اُمید ہے کہ آیندہ پرچون مین آپ اپنا کلام شایع فرماتے رہین گے۔ مرقع ادب کے دو نسخے میرے نام روانہ کیجیے قیمت وصول کرکے روانہ کرونگا۔ میری کتاب پر مولانا شرر جولائی کے دلگداز مین ریویو لکھین گے۔ اپنے خط مین انھون نے بہت کچھ پسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے جس سے امید ہوتی ہے کہ ریویو معرکۃ الآرا ہوگا، الناظر مین آپ شرر کے ریویو کے بعد کچھ لکھیے گا۔

دس جلدین الناظر ایجنسی مین روانہ کرتا ہون، بعد فروخت اور طلب کر لیجیے گا

کمیشن کی شرح کیا ہے میری تالیفات علی گڑھ بکڈپو میں پچیس فیصدی کمیشن پر جایا کرتی ہیں۔

معاملات تو ہو چکے اب فرمائیے کہ آپ کی فرمائش کا کیا جواب دوں۔ گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل کا معاملہ ہے معارج الدین کے موضوع پر غور کرنے سے آپ کو میرے کام کی اہمیت اور انہماک کا اندازہ ہو گیا ہوگا۔ ایسی حالت میں الناظر کے واسطے نظم لکھنا معلوم۔ دوسرا حصہ آجکل لکھ رہا ہوں۔ اور اس کے ساتھ ایک دوسری کتاب تاریخ صحف سماوی ہے جس میں توراۃ اناجیل اور قرآن مجید کے جمع و ترتیب وغیرہ پر مفصل بحث ہے لیکن چونکہ آپ اس مرتبہ زبان سے کہہ چکے ہیں۔ اس لئے ایک نظم جو میں نے اس سفر میں الہ آباد سے واپس آکر لکھی تھی بھیجتا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ الہ آباد نے اس مرتبہ اپنے چند احباب شفیق الحسن علوی کاکوروی احسن و حمید الہ آبادی وغیرہ کے ہمراہ مجھے جمنا کی سیر دکھائی۔ کشتی پر ستار نغمہ سرائی۔ نظر بازی غرضکہ مختلف دلچسپیاں پیدا کی گئی تھیں جن کا فوٹو ان اشعار میں کھینچا ہے۔

سنگم کی سیر

کشتی عمر رواں پھر سے جمنا میں ہوں — نگہ شوق کو دکھلا پھر مجھے سنگم کا سماں

وہ شفیق آتے ہیں مانند نسیم سحری — زاہد خشک ہے بلبل کی طرح زمزمہ خواں

یاد آتا ہے بہت نغمۂ جاں بخش حمید — وہ نشانہ ترا احسن کہ قضا کا فرماں

لو وہ سنگم نظر آتا ہے عجب ڈھنگ سے واہ — چاک گنگا کا گریباں ہے جمن کا داماں

نیلگوں رنگ جمن گیروی رنگ گنگا — دیویاں حسن کی شاید ہیں تہ آب نہاں

ملتے جلتے بھی ہیں اور ملنے سے انکار بھی ہے — وصل میں فصل کی اک صورت دلکش ہے عیاں

چھپکے ملتے ہین نظر آتے ہین ظاہر مین الگ — کہین واعظ سے نہ سیکھی ہولن سیتکہین ہان
گرچہ ہین دست و بغل پھر بھی کنارہ ہی مگر — دلمین بیٹھے ہین نکلتے نہین دل کے ارمان
واہ کیا عالمِ برزخ کا کھنچا ہے نقشہ — آیہ تیقیان[1] کیون نہوں ورد زبان
اپنی ہستی کو مٹا دیتے ہین سچے عاشق — ملکے گنگا سے جمن ہوگئی بے نام و نشان
دل مضطر ہی بیتابیان اب حد سے بڑھین — سیکھ اس راہ مین جمنا سے ز ضبط فغان
زاہدو آسن تو اب شفیق آؤ ادھر — تاومسجد ہار رہین ہی ہمت یزدان یاران
ڈگمگاتی ہی بہت کشتی ایام شباب — ناخدا سے فتنون کا ہی اٹھا طوفان
چھٹنے لرنا ہی جیسونسے تو لڑلو اچھا — ہان مگر کسی صورت نہو اپنا دامان
شوق سے جلوہ قدرت کا تماشہ دیکھو — لیکن اس راہ مین ہونا نہ کہیو سیر گردان
مثل آئینہ رہو تھما دل اپنا ہر دم — گرچہ ہون جلوہ فگن سیکڑون تمثال نشان

پاکبازی کا تجھے شیخ جو دعوی ہو تو ہو — ہم تو انسان ہین خطا وار ہی ہر دم انسان
سر کے بل چلتے ہین ہم گنگ و جمن کے مانند — سیل کیطرح رواں خاک بسر نالہ کنان
زندگی جسم کا اور جان کا ہی سنگم تو اب — دیکھ لے دیدۂ باطن سے تو پر لطف سمان

یہ نظم الناظر کے لئے بھیجتا ہون۔ اور جو زبان سے آپ کہہ چکے ہین اُس کو اُست مین کر دکھایئے۔ مگر للہ ابتو ایسا دعوی نہ کیجئے گا ورنہ مجھے سخت دقت پیش آئے گی۔
گزشتہ ماہ مین میرے ایک دیرینہ کرم فرمانے ایک خط لکھا تھا جس مین میری کوتاہ

---

[1] اشارہ ہی اس آیت پاک کی طرف۔ مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لایبغیان۔

تلخی اور احباب فراموشی کی شکایت تھی۔ مین نے اُس کے جواب مین یہ قطعہ لکھدیا تھا یقین ہے آپ اس کو بہت پسند کرینگے۔ اور الناظر مین شائع کر سکتے ہین بشرطیکہ آپ اپنے قلم سے اس کی توضیح و شرح بھی شائع کرین۔

گو صحبت دیرینہ ہوئی درہم و برہم — بگڑا نہ کچھ اے چرخ ستمگار ہمارا

عکس رخ احباب ہین سینہ سے لگائے — البم ہے محبت کا دل زار ہمارا

نیاز کیش

نواب
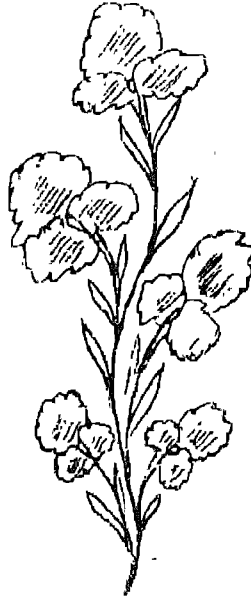
اعتبار الملک حضرت مضطر خیرآبادی کا خط

مولانا عثمان جعفری ایم اے پروفیسر سٹی کالج حیدرآباد دکن کے نام

جناب جعفری صاحب سلام مسنون!

آپ کا خط جسکو دوسرے الفاظ مین آپ کے خیالی جذبات کا نمونہ کہنا چاہیے۔ غیر متعارفانہ حالت مین اس تعارف معنوی کو ساتھ لیکر میرے پاس پہونچا جو مجواری کی خوبصورت ڈوریون سے بندھا ہوا تھا۔ نہ مین اس قابل ہون کہ ناخدائے سخن بنکر دریائے نظم کی موجون کے تھپیڑون سے کسی ڈوبنے والے کی کشتی امید کو بچا سکون نہ اس لایق کہ گرداب آرزو کی چکر کھانے والی ناؤ کو ساحل نجات کی طرف جانے کو کوئی سہارا دیسکون، ہدایت و رہنمائی کے کپھیے اور تعلیم عمدہ برائی کی بلیان جو ہاتھ مین تھین وہ قلزم سخن کے ناپید اکنار منظرون نے عرصہ ہوا کہ گوشہ ترک مشاغل مین رکھوا دین، بادبان استدراک پھٹے پرانے لٹرے اتھے اس قابل رہ گئے ہین کہ زخم کہن کے پھاہون کے کام مین سلے لئے جائین تاہم جو امداد اصلاح نثر مجھ سے ممکن ہے وہ مین آپکو بدل دے سکون گا۔ اگر آپ کوئی مضمون لکھا کرین تو شوق سے دکھا لیا کرین خط کی صلاح اور اس کی واپسی بعد صلاح میرے خیال مین کچھ ضروری نہین ہے۔

العاقبۃ بالخیر، اسمعنا معکم اینما کنا و کنتم

مضطر تاب اللہ علیہ ۲۱۔ جولائی ۱۹۲۰ء

لشکر گوالیار

ایم مہدی حسن افادی اقتصادی مرحوم کے خط

خان بہادر میر ناصر علی ایڈیٹر صلائے عام دہلی کے نام

الہ آباد

جناب عالی تسلیم - اکتوبر کا صلائے عام، "عروس جمیل لباس حریر" لاجواب نکلا، پاکیزگی لٹریچر کے ساتھ صنعت گری یعنی آرٹ کا اچھا خاصا مرقع ہے جو یہاں اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ اکثر جگہ آپ کی نزاکت خیال میری آنکھوں سے آنسو بنکر ٹپکی لیکن اس کا درد نہ گیا، نہ اچاٹ گیا، اتنا ہو؟ آپ کی تحریر سے دل کو چوٹ لگتی ہے۔ جیسے کلیجہ پر چھری ہوتی ہوئی دیکھ، پتھر پیتی کی ... آپ لکھتے نہیں دونوں ہاتھوں سے کلیجہ نکالتے ہیں ...... جتنے مضامین تھے سب پڑھ گیا۔ کہیں کہیں دو ایک دفعہ پڑھا اور ابھی پڑھ لیتا ہوں ... زیادہ تر بہت ... آپ نے جن ٹکڑوں کی طرف بالتخصیص مجھے متوجہ کیا تھا وہ دل پہ نقش ہو گئے، جس طرح چھری گلے مل کر تڑپ کر چلا دیتی ہے یہی میں دیکھتا ہوں آپ کی تحریر آشناؤں کو مل کر مارتی ہے۔ آپ کے قلم میں ناخن کی ... چاقو، خنجر، تلوار، کٹار بھی چھپا ہے، خدا ہی ہو جو جان بچے.......

یہ فقرہ میرے لئے عنوان زندگی کے لحاظ سے میرے ڈھب کا تھا، جس پر لوٹ لوٹ ہو گیا! "عورت جب سینہ پھیر کر چلنے کے لئے کھڑی ہو تو اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ چاہتی ہے کہ کوئی دوڑ کر دامن پکڑ لے" کتنا اچھوتا خیال ہے۔ "دائرہ ادبیہ" آپ کی نظر سے گزرا اور پسند آیا یہ میری طفلانہ اپج کا بہترین صلہ تھا جو آپ سے زبردست انشاپرداز کے ہاتھوں مل سکتا تھا

"کھلی جنتی نے مار ڈالا جس کام کے لئے نیچر جلدی کر رہی ہے تم اپنے ذمہ اُس کا علاج نہ لو۔ میں تم سے جیت نہیں سکتا تم نے اپنے مضمون میں جوانی کا زور دکھایا ہے"

کیا بتاؤں ان فقروں نے مجھ پر کیا ستم ڈھایا!

آپ کا ہر فقرہ ریویو کے لئے مستقل عنوان چاہتا ہے اور میں لطف کو قائم رکھنا چاہتا ہوں اس لئے جستہ جستہ داد دیتا رہوں گا۔

آپ کا فدائی

مہدی - ۲ نومبر ۱۹۰۹ء

انشا پردازی کا دور جدید
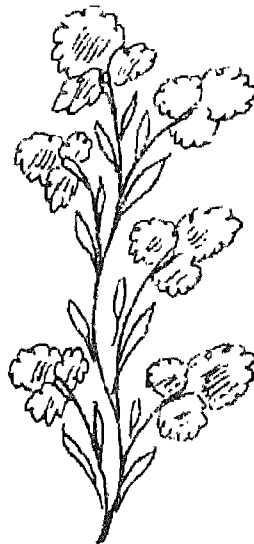
حکیم برہم صاحب اڈیٹر مشرق گورکھپور کے نام

پیارے برہم! میں سمجھتا ہوں "مشرق" موضوع اخباری کے لحاظ سے نسبتاً اور پرچوں کے مقابلہ میں اس قدر سطح فایق ہے کہ میں نہیں جانتا کہ غور کرنے پر بھی کوئی نئی بات کہہ سکوں گا جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ آپ اس کے قوام میں بہتر سے بہتر اجزا سے مدد لیتے ہیں جو لایق حصول ہو سکتے ہیں لیکن اس وقت مجھے اس کی ایک حیثیت اضافی یعنی انشاپردازی پر مختصراً کچھ عرض کرنا ہے۔ کچھ دنوں سے آپ نے لٹریچر کے بعض نازک مسائل چھیڑ دیے ہیں آپ کی دلچسپ عالمانہ تنقید کے سوا اس ہفتہ کا پچھلا مضمون نہایت قابلیت سے لکھا گیا تھا۔ اس لئے ضرورت ہے کہ مشرق میں ایک مستقل عنوان "دایرۂ ادبیہ" قایم کیا جائے جس کے تحت میں شایقین ادب کی نکتہ سنجیاں جگہ پاتی رہیں، آپ کے ساتھ اگر اور صاحبوں نے بھی توجہ کی تو اس سلسلہ کا جاری رکھنا بڑی بات نہیں!

میں امید کرتا ہوں کہ آپ میری تحریک کو محض زبانی جمع خرچ نہ سمجھیں اپنے خیالات کی پہلی قسط بھیجتا ہوں جس کا موضوع سخن ناصر علی کا اردو لٹریچر ہے جس کی پاکیزہ خیالی اور خوش بیانی کی نسبت مجھے اصرار ہے کہ ملک کی انشاپردازی میں امتیاز خاص رکھتی ہے اور ظلم ہے اگر اردو کے آشنا سے ان کے کمالات کی داد نہ دیجائے جس کا فیاضانہ اعتراف خود لٹریچر کے فرایض میں سے ہے، آپ نے میری

ایک سرسری تحریر کو پچھلی دفعہ اس قدر چمکایا کہ میں دیکھتا ہوں مجھے بے تکلف بنا پڑا جس کے آثار آپ کو ان اوراق پریشان میں ملینگے جو بھیج رہا ہوں۔

آپکا فدائی

مہدی ۱۷ ستمبر ۱۹۰۸ء

"دائرۂ ادبیہ"

بخدمت جناب خان بہادر سید ناصر علی صاحب بالقابہ اڈیٹر صلائے عام دہلی

جناب من! یاد فرمائی کا شکریہ۔ پرچے دیکھے مدت کی چوٹ جو دل کا ناسور بنی ہوئی تھی ابھر آئی۔ آپ کے لٹریچر کا میں اُس وقت سے دلدادہ ہوں جب لٹریچر کا صحیح مفہوم بھی میرے ذہن میں نہیں تھا۔ کم و بیش بیس برس ہوے جب آپنے ایک وضع خاص پر لکھنے پڑھنے کا مشغلہ جاری کیا یعنی "تیر صدیق ہمدی" میں داد سخن دی "تہذیب الاخلاق" کے ساتھ ساتھ آپ نے جس ٹھاٹھ سے دھواں دھار مضامین لکھے اور سرسید کے لٹریچر پر جس سلیقے اور سخن گسترانہ شوخیوں سے آپ نے انتقادات کی بھرمار کی۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ اردو لٹریچر کی جان ہیں۔ آج سنجیدگی اسقدر بڑھ گئی ہے کہ میں نہیں جانتا کہ ملک کے نامور اہل قلم آپ کے گزشتہ کمالات کی داد دینگے۔ لیکن میں کھل کر کہتا ہوں کہ آپ نے اُس وقت انشاپردازی کو چمکایا جب بہتوں نے قلم بھی ہاتھ میں نہیں لیے تھے۔ آپ کا ادبی مذاق اور ایک خاص طرح کا مادہ اختراعی (اورجنیلٹی) دراصل آپ کے اولیات میں داخل ہونے کے لائق ہے!

موجودہ نسل تمام تر تہذیب الاخلاق کے ادبی دور کی پیدا کردہ ہے جب آپ کے

لٹریچر کا شباب تھا اور یہیں سے اپنا مرتبہ دیکھ لیجئے "تیرھوین صدی" مین بلا خوف تردید کہہ سکتا ہون کہ آپ کا عنصر غیر فانی ہے لیکن افسوس ہو آپ کو یہ خیال نہ آیا کہ جس سے اتنے دنون دماغی سا تھی رہے وہ بہیئت مجموعی کتابی صورت مین جلوہ گری کا حق رکھتی ہو اس پاکیزہ مجموعے کی ترتیب سے اُردو ادب العالیہ (کلاسکس) مین آپ کی طرف سے مستقلاً ایک قیمتی اضافہ ہوتا جو یادگار زمانہ رہتا - آپ معاف فرمائین گے یہ بدترین حق تلفی تھی، جو آپ اپنی کر سکتے تھے - یہ خیال قطعاً صحیح نہیں ہے کہ ملک مین اچھے لکھنے والے پیدا ہو گئے ہین، نئی نسل کو آپ کی اُردو سے کچھ واسطہ نہیں ہے نہ بہیئت مجموعی کسی مین یہ صلاحیت ہو کہ وہ آیندہ کچھ کر سکے، صاف بات یہ ہے کہ جس لٹریچر پر آپ مٹے ہوے ہین سرے سے اس کی جان ہی کے لالے ہین جس زبان کی حیات طبعی بوڑھے نذیر احمد اور حالی اور شبلی کے دم تک ہو وہ بیساکھ پر کب تک چل سکتی ہے ؟ آپ سے کچھ امیدین تھین مگر اس وقت تک آپ کا صحیح مصرف کچھ نہ معلوم ہو سکا سنتا تھا لٹریچر بڑھاپے مین جوان ہوتا ہے لیکن مین دیکھتا ہون کہ آپکے ساتھ آپ کی طبیعت کا رنگ بھی کچھ بدل سا گیا ہے یعنی خیالات مین ایک طرح کی پختگی پائی جاتی ہے اور وہ بات نہیں رہی جو کچھ پہلے تھی شاید اس لئے کہ تہذیب الاخلاق کی طرح کوئی چیز اُبھارنے والی اور پیدا کرنے والی نہیں رہی یعنی جذبات کے اکسانے کا سامان نہیں رہا -

ملک مین اچھے لکھنے والے کم ہین ان مین بھی تھوڑے ہی ایسے ہین جو آپکے رنگ مین دو سطرین بھی لکھ سکین مرحوم ریاض (خدا انہیں مدتون زندہ رکھے) اور بہم داشہری کے دل سے پوچھئے، ناصر علی پھر کہان ؟ صلاے عام کی ترکیب با وصف

حسن ظن جو آپ کی طرف سے ہو کچھ پسند دیدہ نہ آئی، اس سے تو ناصری اچھا تھا
خاصے کی چیز اور ''وقف عام'' ایک طرح کا بے تکاپن ہے، اس سے آپ کے
مذاق انشا پردازی پر نکتہ چینی منظور نہیں بلکہ آپ کو اپنے ڈھب پر لانا ہے۔
بیسوین صدی مین جو پرچہ آپ سے باکمال کے قلم کے سایہ مین اور وہ بھی عروس
سخن کے میکے یعنی دلی سے نکل رہا ہو اس کا نام مین آپ کی جگہ ہوتا تو بے سوچے
سمجھے۔

ارتقاء

رکھ دیتا، نام ایسا تو با کیف ہو جس سے پرچے کی حالت نمایاں ہو اور آپ کے ادبی
تخیل (لٹریری آئیڈیل) کا پتا چل سکے تقطیع بھی مجھے پسند نہیں۔ ذاتی سے کہ نامی
رسالے تو آپ کے پیش نظر ہونگے وہ کیوں نہ چاہیے الناظر وغیرہ کی ضخامت اور تقطیع اختیار
کیجئے جو نہایت موزوں ہے۔ بیتوں کا بھی کہنا ٹھیک نہیں۔ یہ کہہ رہا ہوں اور کچھ
مین نہیں آتا آپ کے قدردان کہاں [illegible] ہونگے جو [illegible] آپ کو نہیں جانتی اور یہ
آپ کا قصور ہے لیکن [illegible] خود ہی سکانا ہے [illegible] دنیا [illegible] اور اچھی طرح رہنے کی
استعداد ہی ہے کہ جس طرح ہو اپنی مستقل بانچ چھ [illegible] اس کی [illegible] ترکیب
یہ ہے کہ تیرھویں صدی اور متفرق پرچوں میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے اس تمام کو یکساتھ
ایک دم سے شائع کر دیجئے لیکن مضامین [illegible] ہوں۔ آپ [illegible] اثر [illegible]
بے جوڑ ہو گا۔ اگر یہ نہ ہوا تو میرے سر مین [illegible] سمجھونگا آپ جیتے جی مر گئے۔ اور
لٹریچر کے خون ناحق کا بار گران جو گردن پر رہا وہ علیحدہ۔ یہ اصرار آپ کے خاص تعبیر
انشا پردازی کے لحاظ سے ہے آپ کی زبان آپ کے مختص النوع صفات کے ساتھ

کسی اور کے بس کی چیز نہیں اور سچ یہ ہے کہ آپ فن کے اختصاصی (اسپشلسٹ) ہیں۔
میں آپ میں یونانیوں کی سی لطافت خیال پاتا ہوں، آپ کی "چشم سخن جہان
جنبش لطیف" اور اس کے متعلقات کی طرف اشارے کرتی ہے وہ نزاکت خیال کی
آخری حد ہے "تیرھویں صدی" ہیں بہتیرے نشتر ہیں جو آج تک دل میں چبھ رہے
ہیں ابھی ابھی ایک فقرہ نظر سے گذرا "یہ پان انکے لئے ہے" بے اختیار جی بھر آیا
اگلے پچھلے قصے پیش نظر ہو گئے پوچھئے تو بتا نہیں سکتا لیکن کچھ تو ہے جو دل پر چوٹ
لگی رکھ رکھاؤ آتا تو ہو ایک چھوٹا سا فقرہ اور عطر زندگی۔

بوڑھے حالی جوشاعرانہ جذبات کے ساتھ بھی عورت تو خیر "چلو ٹے پچھوسے
کپڑے" سے گھبراتے ہیں اس قسم کی نزاکت خیال کو پسند نہیں کرتے لیکن انشا پردازی
ان سے کبھی قطع نظر نہیں کر سکتی، شوق کی مثنویوں میں سے اگر زوائد کو نکال ڈالئے
تو جو کچھ بچ رہے گا فلسفۂ اخلاق کی جان ہو گا ؎

یاد آتی تھیں دلاتے جائیں
پان کل کے لئے بناتے جائیں

ان سیدھے سادے مصرعوں میں جو رکھ رکھاؤ ہے کسی رازدار فطرت سے پوچھئے۔
کیا دنیا کی شاعری اس کی نظیر پیش کر سکتی ہے؟ یورپ میں جو آج اونچے پایہ کے
لکھنے والے ہیں انہیں مذاق حسن پرستی اس قدر لگ گیا ہے کہ قریب قریب ان کی
ہستی کا ایک جزو ہو رہا ہے، عورت جسے "خواب طفلی" اور آرزوئے شباب کہئے -

"ہر بات تری فسانہ حسن"

ہیئت اجتماعی یعنی سوسائٹی کی روح رواں ہو رہی ہے جس سے کوئی شائستہ

طرز تحریر درست برداز نہیں ہو سکتا۔ آپ ان نزاکتوں سے خوب واقف ہیں اور یہی وجہ ہے کہ "عکس لوح موتیوں کے دانوں میں"

صنف نازک آپ کے دائرہ تحریر میں کسی نہ کسی حیثیت سے آہی جاتی ہے۔ مہر النسا کا وہ واقعہ کس قدر دلچسپ ہے جب اس نے باغ کی ایک روش پر جہانگیر کے ہاتھ سے کبوتر لیکر چھوڑ دیے تھے پروفیسر آزاد نے جس خوبصورتی سے اس کو دکھایا ہے انشاپردازی کو اس سے بہتر الفاظ آج تک نہ مل سکے۔ آپ وہ سمان دکھائیے جب مہر النسا جوان بیوہ کی حیثیت سے شاہی محل میں رہنے سہنے لگی ہے لیکن ہائے وہ حسن افسردہ جو خود اپنی قوتوں سے واقف ہو خوب جانتی تھی بجلی کدھر گرے گی۔

شب امید بہ از روز عید می گزرد
کہ آشنا بہ تمنائے آشنا خفتم

جہانگیر ایک روز اس کے کمرے میں جا نکلا جو ضیائے حسن سے شیش محل ہو رہا تھا خود روش کنیزوں کی زرق برق پوشاکیں آنکھوں کو خیرہ کیے دیتی تھیں۔ وہ فطرت کی لاڈلی "ہمہ غمزہ ہمہ عشوہ ہمہ ناز" نہایت سادے بار یک لباس میں تھی لیکن شیشہ کی طرح صاف صاف جسم جھلک رہا تھا۔

گلابی وہ نازک سی پیراہن اس
وہ طرہ پیشانی پہ مستانہ وار انداز ش

"مقیاس الشباب" کی سرکشی بتا رہی تھی کہ وہ دنیا سے کی طرح چھپی محرم سے زیادہ اور کیا اور دیگر کن کے ہیچ بھی اس احتساب کی قدرتی پیچ تان کی ممنون ہے اس پردہ کافوری پرجستہ نقشی اسپال کے لئے کیا باقی رہا غرض مہر النسا عالم تصویر بنی ہوئی

تھی شاہی نگاہیں جو کہ حسن عریانی کا جائزہ بھی نہ لینے پائی تھیں کہ ایک کہربائی قوت نے بجلی کے تاروں میں نہیں زلف عنبرین کے پیچوں میں جہان پناہ "کو جکڑنا شروع کیا، شاہانہ تمکنت نے دیکھتے دیکھتے حسن گلوسوز سے شکست کھائی جہانگیر سے ضبط نہ ہو سکا دل کا چور زبان پر بول آیا۔

تمہارے اور تمہاری لونڈیوں کے لباس میں کیوں فرق ہے؟ اس کا جواب جو کچھ ملا اسی کا حصہ تھا جو آگے چل کر نورجہان ہونے والی تھی۔

جی میرا لباس لازماً اوروں سے مختلف ہوگا۔ کیونکہ اُسے شاہی خواہشات کے زیر اثر ہونا چاہئے "، ذرا دیکھئے گا یہ کیا کہہ گئی جتنا کہا نہیں اس سے زیادہ تخیل کے لئے گنجائش چھوڑ دی۔

ایک فلسفی نے کیا چبھتی ہوئی بات کہی کہ "دنیا میں جہاں کہیں حسین عورت ہے میری رشتہ دار ازلی ہے یہ تعلق فرد انسانی میں ہمیشہ سے ہے اور وراثت طبعی کے قاعدے سے ہمیشہ رہے گا ہمارے تمہاری خاک سے اور اٹھیں گے اور یہ سلسلہ قائم رہے گا "

" وہ کہتا ہے " مجھکو صرف ایک تخیل کی ضرورت ہے جو فانی زندگی کا ایک خیالی سہارا ہو " آدمی پر نہایت خوشی سے قانع رہوں گا۔ کیونکہ معلوم ہے دنیا دیکھنے کیلئے ہے برتنے کے لئے نہیں ہے۔

اس قسم کے بہت سے نکتے ہیں مگر کہاں تک؟ آزاد جیتے جی مر گئے آپ باتوں باتوں میں اڑا دینا چاہتے ہیں کیا اچھا تھا اگر آپ بیسویں صدی کا مناظرہ لکھتے " اخوان الصفا " کے رنگ میں کیا۔ خیالی مجمع الفصحا لٹریری اکیڈمی ترتیب دیجئے پورا دائرہ ہوا ایکن یعنی اخلاقی، مذہبی، اتحادی، اقتصادی اور فلسفی وغیرہ مختلف الموضوع عناصر

اگر جمع ہو گئے اور ان سبھوں میں آپس میں دماغی ٹکر ہوئی تو لطف آجائے گا۔ کچھ نہ سہی
خیام کے فلسفہ پر ریویو کر ڈالئے اور جو پتے پتے کی کہہ گیا ہے نا آشنایان حقیقت کو سمجھا
دیجئے بیچارہ یورپ کے ہاتھوں بچ رہا ہے ایشیا میں بے طرح اس کی مٹی خراب ہو
نقد لوگ اُسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکے نہ جاننا بھی فرسے کی بات ہے اس قسم کی سرد
مہریاں لٹریچر پر ایک بدنما داغ ہیں۔

آجکل سرمایہ دار وہی سمجھا جاتا ہے جو پچھلوں کے جمع کردہ مواد میں تصرف بیجا یا
بجا کر سکے؛ آپ میں مادہ اختراعی کی کمی نہیں مواد موجود ہے یورپ سے لیجئے اور خیالات
کو پھیلا کر سمیٹ لیجئے اور لکھئے غزالی اور ابن رشد کا محاکمہ بہت دلچسپ تھا۔ لیکن ضرورت
تھی کہ زیادہ پھیلاؤ ہوتا اور لگے لپٹے مسائل میں کچھ رہ نہ جاتا مختصر یہ کہ جس پیمانہ پر آپ
لکھ رہے ہیں میرے توقعات اس سے کہیں بڑھے ہوئے ہیں۔ اور یہ امر آپ کی عظمت
کے ثبوت میں ہے نری باتوں سے خواہ وہ کتنی ہی پیاری ہوں اگر بار بار دہرایئے
تو جی اُکتا جاتا ہے، متعدد ادھورے مضامین کی جگہ ایک آدھ لکھئے لیکن ذرا جی لگا کر۔
کم سے کم ایک مضمون خالص فلسفیانہ رنگ میں ہو جسے آپ لوگوں کو دکھا کر کی حیثیت سے آپ
اختراع فایعہ (ماسٹرپیس) کہہ سکیں؛

نئے گروہ سے کچھ امید نہ کیجئے، ان کے ہاں اس وقت تک صحیح علمی مذاق کا پتہ
نہیں، نہ پڑھنا لکھنا ضروریات زندگی میں داخل ہے۔ قومی لٹریچر سے بیگانگی جیسا
اس سے پہلے کسی موقع پر لکھ چکا ہوں اور سچ تو یہ ہے کہ انگریزی تو شاید کچھ آتی بھی ہو
اُردو تو خیر سے قطعاً نہیں آتی۔ انگریزی غیر ضروری آمیزش سے روزمرہ کا جس طرح
خون کر رکھا آپ دیکھ رہے ہیں، مغربی تمدن اور شائستگی کے دلدادہ جہاں یورپ

کی تقلید پر مٹے ہوئے ہین ایک خاص مسئلہ مین اجتہاد سے نہین چوکتے اس پر ستم ظریفی یہ ہے کہ کسیکو احساس نہین یعنی تکلفات زندگی کے اسرار کے ساتھ بھی قومی لٹریچر پر کچھ صرف کرنا جرم ہی نہین بلکہ ایسا گناہ ہے جس کی باز پرس ہوکر رہے گی ایسے افراد کہان تک آپ کے توقعات پورے کرسکتے ہین۔ بہرحال آپ سے جو کچھ ہوسکے کئے جائیے اور یہ تو مین تفصیل سے عرض کرچکا کہ آپ سے کیا چاہتا ہون مغربیت کے اثر سے نئے نئے عنوان زندگی پیدا ہوگئے ہین انین سے کسی بحث کو چھیڑیے آجکل کے عوائد رسمیہ (ایٹی کیٹ) اور ارتقا لباس پر جو نہایت اہم مسائل ہین کچھ لکھئے لکھائیے تو سب سے پہلے آپ کے دل و دماغ کے نتائج کی داد جس سے ملیگی وہ

مین ہون

آپکا نیازمند

ایم مہدی حسن (افادی الاقتصادی) الہ آباد۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۰۹ء

مداحِ آلِ محمد حضرت محشر لکھنوی کا خط مولف کے نام

مکرمی جناب صفدر صاحب زاد لطافہ تسلیم

آپ کی تصنیف رسالہ مشاطۂ سخن مین نے اول سے آخر تک دیکھا، واقعی دور شاعری مین آپ کے دماغ نے وہ کام کیا جو آج تک کسی نے نہین کیا۔ اساتذہ قدیم و جدید کی اصلاحین مع اپنے تنقیدی خیالات ارباب نظر کو دکھا دیے اس کے معنی یہ ہوے کہ فن اصلاح کو زندہ کر دیا۔ ہر شعر پر متقدمین کا زور قلم متاخرین کے لئے ایک کافی سبق ہے۔ اگر مین کہتا ہون کہ دنیاے ادب مین اس مقبول تالیف سے اضافہ ہوا تو کیا کیا لکھنے بھی [illegible] یہ سب آپ کہہ چکے ہونگے سمجھ مین نہین آتا مشاطۂ سخن کی حقیقی تعریف مین کیا کہا جائے بجز اس کے کہ خدا [illegible] آپ کے زور تحریر کو ہمیشہ یونہی کامیاب رکھے۔ مشاطۂ سخن اسم با مسمیٰ ہے یہ کتاب [illegible] آنے والے شاعرون کو طرز اصلاح سکھاتی ہے اور دکھاتی ہے۔ مشاطۂ سخن ایسی کتاب [illegible] کر دیکھ کر اہل قلم صحیح جدت طرازی کی طرف مائل ہوتے ہین مشاطۂ سخن ایسا ادب کا ذوق سلیم درست کرتی ہے مشاطۂ سخن پرانے اُستادون کے جوہر کمالات کا آئینہ ہے۔ مشاطۂ سخن سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے دماغ و فکر نے کیا کام کیا اور اُستادوں کے زور قلم نے کون سا صحیح راستہ دکھایا۔ مشاطۂ سخن وہ چراغ ہدایت ہے جس کی روشنی مین فکر شاعر منزل مقصود تک بے خوف و لغزش پہونچ سکتی ہے مشاطۂ سخن اہل علم و کمال کے کتب خانون مین عزت سے جگہ پانے کے قابل ہے مشاطۂ سخن مین جہان تک آپ کی فکر نے کام کیا سونے مین سہاگہ کہنا چاہیے آپ کا زور قلم آج سے نہین بلکہ مدتون سے [illegible] مین مشہور ہے مشاطۂ سخن نے اور بھی نمایان کر دیا مشاطۂ سخن مین

اکثر مقامات پر بعض اساتذہ کی اصلاحیں دیکھنے والوں کو سرمۂ چشم ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میں آپ سے فرمائش کروں کہ ایسی ہی ایک اور کتاب تیار کیجیے۔ ابھی اساتذہ کا سرمایہ بہت کچھ باقی ہے آپ کی کوشش سے صفحات کاغذ پر آ جائے گا۔ ورنہ بہت جلد ضائع ہو جائے گا۔ آپ نے اس کے جمع کرنے میں جو کچھ جانکاہی کی یا دقت اٹھائی وہ آپ ہی کا دل جانتا ہے میری رائے ہے کہ مشاطۂ سخن ایسی کتاب ہے جس کی تالیف میں تصنیف کے اسرار ظاہر ہوتے ہیں اردو زبان کے ادبار کو روکئے اور جہاں تک ہو سکے قلم کی روانی حسب دستور برابر جاری رہے۔

اہل کمال کے تغافل نے فن کو مردہ کر رکھا ہے۔ خیر آپ ہی ایسے دو چار لکھنے والے ہیں جن کی کوشش باطنی و ظاہری اردو کی مسیحائی پر آمادہ رہے۔ آپ کا قبضہ جتنا اقلیم نظم پر ہے اتنا ہی نثر پر پھر کیوں نہ آپ کے قلم کی نکلی ہوئی کتابیں ادب کی محفلوں میں آئینوں کا کام دیں کوشش سے باز نہ آئیے برکت دینے والا کوئی اور ہی ہے۔

آپ کا دیرینہ نیاز مند طالب آل محمد

محشر لکھنوی
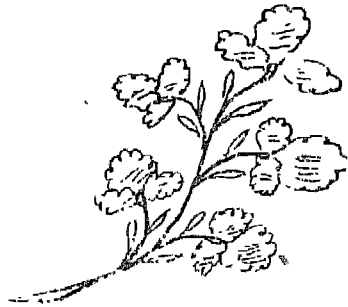
مولینا محمد حسین محوی کے خطوط مؤلف کے نام

لکھنؤ ۲۷- مارچ ۱۹۱۶ء روز دوشنبہ

برادرم تسلیم!

پرسوں آپ کو لفافہ روانہ کیا تھا- کل اپنی مریضہ بیوی کو اجل کے حوالے اور سپرد خاک کیا- بھائی زندگی کی خوب بہار دیکھی- جوانی کے جو عیش دیکھے انکا گواہ یہ فلک ہے سنا تھا کہ جوانی میں عیش ہوتے ہیں اور زندگی کا مزہ شباب میں آتا ہے لیکن ہم کچھ نہ کر سکے اور کچھ نہ دیکھ سکے اور جو دیکھا وہ بیان کرنے کے قابل نہیں کل ساڑھے نو بجے دن کو مرحومہ کی سانس آخر ہوئی اور تمام تکالیف و آلام سے نجات حاصل ہوئی- دو بجے دن کے قریب تجہیز و تکفین سے فرصت پائی- ایک انیس زندگی کی دائمی مفارقت میرے عمر بھر رونے کے لئے کافی تھی جو یہ دوسری مصیبت مجھ پر پھٹ پڑی کیا لکھوں میرے حواس درست نہیں اور نہ کچھ لکھنے کو جی چاہتا ہے بچہ خیریت سے ہے دیکھئے آپ کب تک ادہر آتے ہیں غالباً میں چہلم تک یہاں اور رہوں گا پھر بھوپال کا کوچ ہے- اب خدا جانے کب آنا ہو کیا عجب خاک بھوپال مجھے بھی زیادہ مہلت نہ دے- فقط

محمد حسین محوی

جامعہ الہیہ کان پور- ۸ مارچ ۱۹۲۱ء

بھائی جان سلام مسنون- آج جناب مولانا نے آپ کا کارڈ مجھکو دیا جس میں آپ نے تازہ مشاعرہ کے تین شعر لکھے ہیں ابھی میں حسن کو یہ کارڈ نہیں دکھا سکا تینوں شعر لاجواب ہیں اور بہت خوب ہیں "منظر خون شہیداں" والا مجھکو بہت پسند آیا-

اور دین و ایمان بھولنے والے تو موجودہ دور کے لئے حاصل زمین ہی۔ اس رنگ کا شاعرہ بھر میں صرف ایک شعر ہوگا۔ اب اسی شاعری کی ضرورت ہی۔ سبحان اللہ کیا کہنا ہی۔ مطلع کی سادگی اور ادائے بیان قابل داد ہے "جی بچا ارشاد ہوتا ہی" کا ٹکڑا دوسرے شعر میں قیامت کا ہے۔ مقطع کیا اچھا شعر کا مفہوم ہے۔ آپ نے تو مجکو فراموش ہی کر دیا جو صاحب لکھنؤ سے آتے ہیں آپ کو ضرور پوچھ لیتا ہوں۔ مدت کے بعد آپ کا یہ ہدیہ رنگین پہونچا۔ یاد تازہ ہو گئی خدا جانے کتنے اگلے پچھلے قصے پیش نظر ہو گئے۔ بیساختہ جی چاہا کہ کاش آپ بھی سامنے ہوتے۔

میری جانب سے خورشید کو پیار۔ گھر میں سلام

محمد حسین محوی

شیخ محمد مختار احمد صاحب عرف منے میاں قدوائی بی اے ایل ایل بی کے خطوط حضرت زاہد بستوی کے نام

بارہ بنکی ۲۰۔ اپریل سنہ ۱۹ء

زاہد آؤ تمھیں بھی دکھلا دیں

سیر تماشے نئی شیدائی کی

کہو زاہد کیا حال ہی کس دھن میں ہو۔ میں نے تو ۔ تاریخ کو ایک خط لکھا مگر تم نے آج تک جواب نہ دیا۔ کیا تم بھی بہرے آتے ہی انز آباد سے نکل کھڑے ہوئے اگر یہ سچ ہے تو کدھر گئے اور کہاں۔

محرم کی تو خوب بہاریں لوٹی ہوں گی سید انیوں کے وہ جمپئی رنگ پر دہائی

گھونگھر والے ہون گیسو ہون اور پیچ و خم اُن مین سیاہی ایسی کہ قیامت مین بھی ایک دوسری قیامت اٹھ کھڑی ہو اور زبانون پر یہی ہو ع

وہ اندھیرا ہے کہ دیدار خدا بھی ہو محال
کون کھولے ہوئے آیا سر محشر گیسو

ہائے وہ آنکھین فتنہ زا اور نرگس مخمور جن کا جادو سحر سامری کی طرح ایک نظر مین سارے عالم کو تسخیر کرلے۔ لب ہون مگر ایسے کہ اعجاز مسیحائی بھی جس پر صدقے ہو ع

لطافت وہ کہ جسپر جان دیتی ہو مسیحائی
حلاوت وہ کہ جس سے آب حیوان پانی پانی ہو

غرضکہ یہ سب پرانی باتین ہین اور اگلی تصانیف مین مل جاوینگی مین کیون بکون یہ سب اگر پڑھو اور غور سے نظر پھیلا کر دیکھو تو الہ آباد مین اس حسن و صورت کا کون نظر آئے گا وہی ایک قتال عالم جس کا اثر ہر دل پر جس کا ذکر ہر زبان پر اور جو ہر فرد بشر کو عزیز ہے جس کی نظیر اگر مشعل ماہ بھی لیکر آپ تلاش کیجیے گا تو نہ پائیے گا۔ مین لاکھ سمجھاؤن مگر تم سمجھتے ہی نہین مگر خدا اسکے لئے آشنا تو کہا مان لو کہ کسی حسرت مند دل کا ستانا برا ہوتا ہے میرے دل کی پریشانی کا صبر کس پر پڑے گا اگر تم دل والے ہو تو خوب سمجھ سکتے ہو کہ میرے دل کی کیا حالت ہو گی۔

مین بارہ سال سے الہ آباد مین ہون کبھی یہ تکلیف گھر آنے کے بعد نہ ہوئی جو اب مرتبہ ہو رہی ہے۔ خدا جانے تمھاری ادا کس کس کی یاد ستا رہی ہے اور کہان کہان نئے درد ہے کیا کہون آرزو اور کسکے دکھاؤن ہ ع

کبھی دل مین آہ کبھی حسرت کبھی سینہ مین   چارہ گر کیا کہون مین درد کہان ہوتا ہے

اور اگر کہوں اور دکھاؤں تو پرسان حال کون ہوگا - اور سوائے زاہد کے چارہ گر کون ہو سکتا ہے اور کون ہے جو سچا ہمدرد ہو - اے مگر افسوس ہے کہ میں تو تمھیں ہمدرد کہوں اور سچا اور تم میری ہی جان پر صدمے پہونچانے کے لیے تیار ہو - سچ ہے ؎

عجب ہے رسم جہان پر فن کہ دوست بنتے ہیں جی کے دشمن
چھپائیے جس کو زیر دامن وہ سانپ بنتا ہے آستین کا

خدا جانے جوش جنون میں کیا بک رہا ہوں - میاں زاہد کیسی باتیں کرتے ہو - محبت تم سے ہو یا کسی اور سے بری بلا ہے ؎

محبت ہی بری شے ہے کہوں کیوں چاہ ہمیں کیونکر
ہمیں نے بارہا سر رکھ دیا ہے پائے دشمن پہ

کسی نے پیار کی نگاہوں سے دیکھ لیا خرمن دل پہ بجلی گری اور چشم زدن میں کہاں سے کہاں پہونچ گئی - قرار، صبر و سکون و تحمل سب تاراج کر گئی نئی چوٹ ہے نیا درد ہے

بھائی زاہد خدا کے لیے اب زیادہ نہ چھیڑو ؎

[illegible]

[illegible]

اچھا رخصت!

[illegible]

بی مشتری کا خط حضرت نساخ عظیم آبادی کے نام

شفقت و اخلاق کے موجد احسان و امتنان کے موکد، اقبال و اجلال کیساتھ دنیا میں رہو میری دعائے دلی ہے۔ اسسٹنٹ کمشنر ہو صد ہا ہے فراق سے اتنی تنومند نہیں ہی ہوں کہ جو داستان اشتیاق کو مبالغہ و تعلی شاعرانہ سے لکھوں، اسیقدر غنیمت ہے کہ اپنا حال با ہزار اختلال زبان قلم پر لاؤں اور اپنے قصور پر غصہ کو کہ بے حد و بے پایان ہے مگر کہہ سناؤں۔

کیوں صاحب شرط عنایت و فتوت یہی ہے کہ ایک تو اپنا احوال مبارک رقم نہ فرمایئے اور جو کوئی خط و کتابت کے ذریعہ سے مزاج اقدس پوچھے اس کا جواب نہ بھجوایئے اور جو کبھی رحم و مروت کے تقاضے سے جواب بھجوایا تو طرفہ ستم بیگناہ کو الٹا الزام میں پھنسایا۔ خیر برگذشتہ صلوٰۃ۔ آپ سنئے ہدایت کہ دو انکسار نامہ خلوص طراز بھجوائے دونوں کے جواب نہ آئے معلوم ہوا کہ [illegible] کا [illegible] ہوگا یا نصیب عدا کسی طرح کی [illegible] ہے مزاج وہاج مغموم ہوگا، ورنہ [illegible] بلا سبب آپ کی عادت نہیں سوال سن کے جواب نہ دینے کی خصلت نہیں یہ بھی میری قسمت کا لکھا ہے آپ سے صادق و وفادار دوست کا کیا گلا ہے۔ ان روزوں میں آسمان نے مجھے [illegible] پیچ دیا۔ خدا جانے کج رفتار نے کس کا بدلا لیا کہ تمہارے مسودوں کا بنڈلا [illegible] گیا [illegible] ملا۔ دس برس کی محنت برباد [illegible] اصلاح و مشورت تجویز کی [illegible] نزدیک کے پاس [illegible] مستعار منگوایا [illegible] اور کچھ کاتب سے [illegible] نقل یہاں رکھ لی [illegible]

"اسرار عالم" اب تک نہ آیا عجیب اسرار ہے دیکھنے کا شوق ہے مضامین کی فرمائش اشتقر جتنی سے پوری ہوئی مشکل ہے بزم زندان میں خشک مضامین کیا لطف دینگے خیر دیکھا جائے گا۔

موشیان کی بوجھ مڑوڑ دینا یعنی سلام کہدینا۔ باقی سب حال بدستور ہے

والسلام! نیازمند

نواب علی عفی عنہ

بڑودہ ناگر وارہ - ۱۰ مارچ سنہ ۱۹۰۷ء

برادرم - السلام علیکم قبل اس کے کہ اور کچھ تحریر کیا جائے ایک تھیٹر کی داستان سن لیجئے آپ نے الفرڈ کمپنی وغیرہ کے تماشے دیکھے ہوں گے مگر یہ ڈوائن کمپنی ہے Divine جو عالم میں ہر جگہ شب و روز تماشے دکھاتی رہتی ہے غور سے اُسی وقت دیکھی جاتی ہے جبکہ کوئی انوکھا تماشہ دکھایا جائے۔ ملاحظہ ہو نومبر سے مارچ تک کے سین ہیں۔

پہلا باب (سین اول)

پردہ اُٹھا بڑودہ کا دربار بمقام راج محل، مہاراجہ صاحب ولایت سے تشریف لائے ہیں وزرا امرا درباری زرق برق لباس پہنے ہوئے ہیں ہر ہر صوبے سے ڈپوٹیشن مبارکباد دینے آیا ہے۔ انجمن اسلام ڈپوٹیشن پیش ہو رہا ہے "ن ع" کے ہاتھ میں اڈریس زرین ایک زربفت کے خریطے میں نظر آرہا ہے، اس نے اڈریس کو دربار میں پڑھنا شروع کیا، مہاراجہ بہادر خاص طور سے شکریہ ادا کر رہے ہیں۔

(دوسرا سین)

راج کنواری اپنے محل میں اپنی چچازاد بہنوں اور سہیلیوں کے ساتھ جلوہ آرا ہے،

کمرہ دلہن کی طرح سجا ہوا پر تکلف حسن خود بین کی رونمائی کر رہا ہے شہ نشین پر دھی لن ع
لکچر دینے کے واسطے کھڑا ہے بیچارہ کچھ کھویا ہوا سا نظر آ رہا ہے، رعب حسن نے اس کے
حسن پرست مگر پاک باز دل پر عجیب اثر ڈالا ہے لیکن لکچر چونکہ حبیب خدا صلعم کی مقدس
زندگی کے حالات پر ہے اس لئے خود ایسے پاک مضمون نے وہ معجز نمائی کی کہ لکچرار سنبھل
گیا اور ایک غلط انداز نظر ان حسن کی دیویوں پر ڈال کر اس نے انگریزی میں تقریر شروع
کردی اور ۔ ع

بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

کی محویت کچھ ایسی طاری ہوئی کہ حسن عارضی کی دلفریبیاں جو نیرنگ نظر ہو رہی تھیں
بھول گیا۔ آخر لکچر ختم ہوا مگر ساتھ ہی برق تبسم نے اظہار شکریہ کے واسطے ایک ہی لپک
میں لکچرار کی ساری تقدس مآبی خاک میں ملا دی بیچارہ دل ہی دل میں ؎

بجلی اک کوند گئی آنکھوں کے آگے تو کیا
بات کرتے کہ میں لب تشنۂ تقریر بھی تھا

پڑھتا ہوا اور غالب کی روح کو ثواب بخشتا ہوا گھر آیا۔

دوسرے سین کا تتمہ

پھر وہی حسن کی دیویاں مگر بالکل بے تکلفانہ انداز سادگی کا زیور زیب تن مگر بلا
کی دل فریبی قیامت کی دلکشی بناوٹی سادی بنی ہوئی، بال بکھرے ہوئے۔ زیر لب
ہمجولیوں سے گفتگو تھا کیا بیچارے لکچرار پر جو اس وقت اسلام پر لکچر دینے آیا ہے
پھبتیاں اڑ رہی ہوں گی مگر لکچرار بھی اب کسی قدر ڈھیٹ ہو گیا الفاظ کے پیچ و خم
میں کچھ دل الجھ جاتا تھا [illegible] سے کہیں [illegible] جاتا جھکا اسی کشمکش میں

لکچر ختم ہوا اُدہر وہ ناگنین آگ گئین اور ادہر یہ اپنے ڈسے ہوئے دل کو گھر اٹھا لایا اور راستہ بھر یہ شعر پڑہتا ہوا آیا ؎

غلط ہو جذب دل کا شکوہ دیکھو جرم کس کا ہے
نہ کھینچو آپ کو گر تم کشاکش درمیان کیون ہو

دوسرا باب (پہلا سین)

شب کے وقت راج محل مین دربار عام۔ مہاراجہ صاحب اور تمامی اراکین۔ مولوی مقبول احمد شیعی کا لکچر "توحید" پر سُن رہے ہین لکچرار اپنی سحر بیانی سے دلون کو تسخیر کر رہا ہے اور ساتھ ہی در پردہ سنیون اور ہنود کو طنز سے یاد کرتا ہے۔

لکچر ختم ہوا اور یکایک مہاراجہ نے "ن ع" کی طرف اشارہ کیا کہ تم کچھ کہو ہیبت آزمایش کا وقت تھا مگر ڈرامین کمپنی کے منیجر یعنی فضل الٰہی نے "ن ع" کے گوش دل مین چپکے سے کہا کہ ہان بس یہی موقع ہے تم کہنا شروع کرو اور لو مین "اثر" کا ہارمونیم بجاتا ہون "ن ع" اس کے اطمینان دلانے سے سنبھلکر اسٹیج پر کھڑا ہوا اور جہوم جھوم کر مضامین توحید ادا کرنا شروع کئے عجب لطف تھا مولوی مقبول احمد سنی سے شیعہ ہو گئے ہین اور "ن ع" شیعہ سے سنی بس دونون کی تقریر مین وہی فرق تھا جو فساد اور صلح مین ہوتا ہے غرضکہ لکچر ختم ہوا مہاراجہ پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ ختم دربار پر "ن ع" کے پاس آکر کہا کہ تمہاری یہ برجستہ تقریر نہایت دلکش پر اثر تھی۔

(دوسرا سین)

پرنسپل ڈائرکٹر اور دیوان ریاست سفارش کر رہے ہین کہ "ن ع" کی ترقی کی جاے مہاراجہ پرایویٹ کمرے مین اس کاغذ کو دیکھ رہے ہین اور یہ حکم لکھ رہے ہین۔

ن ع "کی ایک دم سے پوری تین سو ماہوار تنخواہ مقرر ہو اور ایک ہر دوسرے برس مبلغ عہ کا اضافہ دیا جائے یہاں تک کہ مبلغ چار سو تک پہونچ جائیں بعد ازان نمبر کے لحاظ سے جب جگہ خالی ہو مبلغ پانچسو کی جگہ کی امید دلائی جائے۔

ڈراپ سین

ایک نقل - خدا اپنے گدھوں کو خشکہ کھلاتا ہے - خاتمہ -

منیجر کی تقریر سن لے "ن ع" تجھے امید سے زاید کامیابی ہوئی اب شکر کر شکر اس کا نام ہے کہ جو نعمت تجکو ملے اُس کو وسیلۂ گناہ نہ بنا اور خدا و رسول کی اطاعت کے واسطے مستعد ہو جا - واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین -

برادرم تھیٹر کی داستان سن چکے - گاؤن مین موقع دربار پر پہونچنگی عنقریب فوٹو کھچوا کر ارسال ہوگا - اور "جغدیت" کا خاکہ پیش نظر ہوگا - اسرار عالم کے دو پرچے پہونچے، فی الحال کالج مین امتحان ہو رہا ہے انشاء اللہ تعالی ۱۵ - اپریل کے بعد کوئی مضمون لکھونگا سفید کا مضمون واقعی عمدہ ہی بایسکل کا سین اور وہ وٹر کا پیغام، اف غضب کیا کیون نہو، پیارے خلیل سے تعلق ہے آپ نے وہ سین خوب کھینچا، اُف اُس نشیلی آنکھون والے کا

اُنکا بندہ ہون جو بندہ ہین محبت والے

والسلام

نواب

بھوپال چوک ۱۴ - اکتوبر ۱۹۰۸ء

ذرا حضرت کی محویت دیکھئے ابھی تک عنوان مین بقلم بڑودہ تحریر کرتے ہین حالانکہ بھوپال آچکے ہین کیا بڑودہ مین کوئی ایسا تعلق طلسمی ہے کہ نوک قلم

قطب نما کی سوئی کی طرح اسی سمت کو پھر جاتی ہے!

اے حب وطن تیرا چلتا جادو کیا ہوا؟ کہ وطن کو تو جا رہے ہیں مگر طائر دل کی وہی وحشت ہے۔ غربت سے اُنس بیگانوں کی یگانگیت کا اثر نقش کالحجر اصل یہ ہے کہ وطن کی محبت اہل وطن کے باعث ہے، اہل وطن کا حال ظاہر ہے اعزہ کی عنایات محتاج بیان نہیں پھر اگر وطن جانے کی خوشی کا جوش نہ ہو تو کچھ تعجب نہیں۔

آپ کو رعایتی رخصت کب ملے گی مفصل حال سے جلد اطلاع دیجئے۔

توبہ شکن روزہ دار

نواب خانہ خراب

بھوپال چوک۔ ۲- اکتوبر ۱۹۱۰ء

برادرم۔ السلام علیکم۔ لفافہ موصول ہوا۔ ماشاء اللہ معاشرت بھوپال کا خوب خاکہ اڑایا ہے، واقعی مسلمانوں پر جو عیش پرستی کا الزام لگایا جاتا ہو اس کی اصلی حالت کا خاکہ اسلامی ریاستوں میں نظر آجاتا ہے اور پھر بنگلے بھائی صاحب کے ذریعہ سے سونے پر سہاگہ؟ مگر اس مرتبہ ایک بات کا افسوس ضرور ہے کہ نوبت بانیجا رسید کہ "زاہد کی بے لوث محبوبہ اور نواب کی خیالی معشوقہ" بھی زمرۂ شہدا میں داخل ہو گئیں، میں جس وقت اسٹیشن سے مکان پر آیا کمرے میں قدم رکھتے ہی کیا دیکھتا ہوں کہ بڑا سا فوٹو سامنے لٹک رہا ہے اے یہ کس کا فوٹو ہے "بہی روزہ شکن" نہیں نہیں نہیں کس قدر دلفریب اور دلکش، آج ..... برس ہوتے ہیں جب کسی کی اٹھتی جوانی اور نغمۂ جانسوز نے آنکھوں اور کانوں کو صُمٌّ بُکمٌ عُمیٌ کا مصداق بنا دیا تھا اور شب بھر قیصر باغ کے کمرے میں چین نہیں نہیں تک نشان رکھا تھا۔

اُف۔ سے

کیا غرض لاکھ خدائی مین ہون دولت والے

انکا بندہ ہون جو بندے ہین محبت والے

کی سریلی صدا، دلکش آہنگ آجتک نہین بھولا۔ ع

ساقیا دے بھی مے روح فضا تھوڑی سی

مدتون خیالی سرور رہا پھر خیالی خمار بھی ہوا، اور آخر مین صرف ایک کھٹک سی باقی تھی مگر آہ کو لب تک آنے کی اجازت نہ تھی اب بہائی صاحب کے دخل در معقولات نے مجھے اس شعر کا مصداق بنا دیا۔ غالب ؎

بس ہجوم نا امیدی خاک مین مل جائے گی

یہ جو اک لذت ہماری سعی بے حاصل مین ہے

لیجئے آپ کے ،، جوان صالح ،، کی قلعی کھل گئی اگر اس کے گناہون کی فہرست یکصد سی رِم پر تیار کی جائے تو ناکردہ گناہون کی حسرت کے نوٹ کے واسطے پورا صفحہ آسمان درکار ہوگا، عیاذاً باللہ۔

مشرق کا ریویو نظر سے نہین گذرا کیونکہ وہ پرچہ میرے پاس نہین آتا۔

تپ دلرزہ کا ہر جگہ زور ہے خدا کرے اس کی نگاہ ذرہ دریان موٹے مسٹنڈون آج تک محفوظ رہین اور رشتے ،، استخوان ،، امن مین رہین، ذرا عابد و حفیظ تو بہ توبہ موشیون کو ہشیار کر دیناب فقط

ساعی بے حاصل

نواب

بھوپال۔ چوک یکم نومبر ۱۹۰۸ء

برادرم۔ السلام علیکم۔ لفافہ مرسلہ پہونچا۔ کچھ تو میاں رمضان خان کے رخصت کرنے مین اور کچھ بی عید صاحب کی خاطر مدارات مین اسقدر انہماک رہا کہ ابھی تک جواب لکھنے کی نوبت نہ آئی۔ ساتھ ہی گذشتہ ایام کی دلفریب یاد کچھ ایسی محو کرنے والی تھی کہ کسیطرف متوجہ ہونے کو دل نہین چاہتا تھا۔ مانا کہ نہ وہ حسن رہا نہ اسکی آب وتاب لیکن کسی دلفریب خیال کیساتھ شرط وفا یہ ہے کہ ؎

زوال حسن پہ کیا ترک کیجئے الفت
خزان بھی دیکھئے جسکی بہار دیکھی ہے

عارضی حسن اور شہوانی عشق کا انجام یہی ہی ہو مگر افسوس آنکھین اُس وقت کھلتی ہین جب نہ حسن کی بہار رہتی ہو نہ عشق کا جوش۔ قدیم یونانیون کا عقیدہ تھا کہ روح ایک ایسے چشمہ کا پانی پیتی ہو جس کے باعث تمام گذشتہ خیالات رنج وراحت کے محو ہو جاتے ہین، کاش ایسے چشمہ کا حقیقی وجود ہوتا مگر افسوس ایسا نہین ہی، جذبات کا رنگ ایسا پختہ ہوتا ہی کہ روح کے دامن سے کبھی چھٹ نہین سکتا۔ یہ وہ نشہ نہین ہی جسکو موت کی ترشی اتار دے بلکہ یہ وہ زخم ہو جو اگرچہ مندمل بھی ہو جائے مگر اس کا داغ مٹ نہین سکتا۔ بیشک جزا وسزا کی اصل حقیقت یہی ہو۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

آج کل مولوی شبلی صاحب یہان تشریف لائے ہوئے ہین۔ ۲۱۔ نومبر کو ندوہ کا سالانہ جلسہ لکھنؤ مین ہوگا۔ اس مرتبہ شرکت کا ارادہ مصمم ہو ابھی سے آپکو اطلاع دیتا ہون ۲۸ و ۲۹ و ۳۰ نومبر تین دن کی رخصت کا انتظام رکھئے۔ فقط والسلام

مشتاق دیدار نواب

نیوتنی اناؤ - ۱۲ - نومبر ۱۹۰۸ء

برادرم السلام علیکم - آخر ایک عرصہ کے بعد نیوتنی کی زیارت پھر نصیب ہوئی - در و دیوار کوچہ و بازار تو وہی ہین مگر اس بلا کا سناٹا ہو کہ شہر خموشان کا دھوکا ہوتا ہے تپ دلرزہ مین لوگ اس کثرت سے اور اس طور سے مبتلا ہین کہ اگر گھر سے کوئی شخص کانپتا ہوا لڑکھڑاتا ہوا نکل بھی آتا ہو تو ایسا معلوم ہوتا ہو کہ گویا منکر نکیرین کے سوال و جواب کیواسطے اٹھایا گیا ہو - خیر تپ دلرزہ کا فشار تو عارضی ہو لوٹ پوٹ کر پھر لوگ اچھے ہو جاینگے، لیکن حقیقت مین اب ایسا معلوم ہوتا ہو کہ نیوتنی کی بہار مبدل بہ خزان ہو رہی ہو قصبہ مین رونق نام کو نظر نہین آتی - صدر اعلی صاحب مرحوم کا گھر جس مین ہر وقت چہل پہل رہتی تھی میر اعظم علی کی للکار اور گالیون کی بابٹ دار آواز شیودین حلوائی کی دوکان سے سنائی دیتی تھی اب وہان یہ حال ہو اور سناٹے کا یہ عالم ہو کہ فی الحقیقت الو بولتا ہو اور در و دیوار پر سبزہ اُگ رہا ہو ؎

اُگ رہا ہو در و دیوار پہ سبزہ غالب

ہم بیابان مین ہین اور گھر مین بہار آئی ہو

بازار کی طرف نکل جائیے تو نہ دھن کٹی کی مسلسل آواز نہ میان میڈو کی گلخپ - البتہ پہاٹک کے اندر میان سنجاین کی بھنبھناہٹ اور پادر کی "قسم قرآن" کی صدائین متحیر گزرنے والے کے کانون مین گونج کر عجیب کیفیت پیدا کرتی ہین، سامنے کبھی یا مہ ہنیا اُس سوگوار کی طرح جس کے آنسو انتہائے غم و الم سے خشک ہو گئے ہون سوکھی پڑی ہو - البتہ شیطانی فوج کے رنگروٹ مولوی بدرالحسن کی آنکھ بچا کر کبھی کبھی چھیڑ کا ذکر دیتے ہین اور وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے -

اورنگ آباد جائیے تو کچھ اور ہی سماں نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر رحمت اللہ کا مکان پوسٹ آفس کی بدولت اور ایسرے کی دو دکان بیماروں کے باعث آباد نظر آتے ہیں۔ باقی سنسان البتہ ایک مکان داہنی طرف ایک خاص کشش رکھتا ہے منقول ہے کہ حضرت جبرئیل بیر کے درخت کے نیچے جسکو سدرۃ المنتہی کہتے ہیں قیام پذیر رہیں یقین ہے ایسا ہوگا کیونکہ جب اس سرائے فانی میں قمری شاہ کے چار معصوموں کو بیر کا سایہ عطا ہوا ہے تو عالم بالا میں فرشتگان معصوم کے واسطے ویسا ہی ہونا چاہیئے۔

ماشاءاللہ چار دنیا کی ستاروں نے نورانی کھٹولا بنایا ہے اور بیچ میں قطب تارا اللہم زد فزد۔ سچ تو یہ ہے کہ جیسی سچی خوشی اور روحانی لذت "فانکحوا" کے اعجاز بیانی سے نصیب ہوتی ہے کسی اور طریقہ سے خواہ بظاہر وہ کیسا ہی دلکش اور دلفریب ہو حاصل نہیں ہوسکتی کسی کا پیغام آئے کہ وہ آتے ہیں کوئی خلوت میں ہمراہ ہو اور لطف تنہائی اٹھائے سب کچھ ہی مگر یہ وہ شراب ہے جس کا انجام ماءحمیم ہے ....

یہ کہیئے نوبت باینجا رسید۔ ذرا سنبھلکر ؎

بوالہوس عشق اور تو کیا خوب

پاکبازی بھی شرط الفت ہے

مشتاق دیدار

"ل ن ع"

نوتھنی اناؤ - ۱۰ نومبر ۱۹۱۶ء

برادرم السلام علیکم! قبل اسکے ایک لفافہ ارسال خدمت کر چکا ہون۔ غالباً اب پہنچ گیا
اور مفصل حالات سے اطلاع ہوئی ہوگی۔ مشرق کا ریویو دیکھا حضرت صفدر کی عنایت کا
ممنون ہون، میرا سلام اور شکریہ ادا کر دیجیے گا۔

یہان آج کل کام کاج کی وہ وقت ہے کہ الامان جیسے دیکھئے بیار رہے کام چلے تو کیونکر چلے
سخت پریشانی مین پھنس گیا ہے بہرحال دو تین ہفتہ جس طرح کٹین گے کاٹ دون گا۔ قمری شاہ
مع اپنے ذریات کے بخیریت ہین۔

ایک دن عجیب تماشہ ہوا کیا دیکھتا ہون کہ کلہاڑی ہاتھ مین ہے اور قمری شاہ لکڑی
چیرنے کے واسطے مستعد کھڑے ہین۔ ارے بھائی یہ کیا؟ بھیا کا کرون کوئی لکڑی چیرنے
والا ملتا ہی نہین۔

بس صاحب آپ اپنی پرانی ہمت دکھا چکے اور تشریف لا بیٹھے دیکھا تو ہاتھ کلہاڑی کے
بیٹ سے زخمی الحمد للہ یہ وہی نوتھنی ہے کچھ عجب عالم ہے، فاعتبروا!!!

قمر علی بیانی کے یہان جب جانے کا اتفاق ہوا، بچہ اس طرح سے لپٹتا ہے کہ طبیعت
نہایت متاثر ہوتی ہے، یتیم ہے بے ماں کا بچہ جس کسی کو محبت سے پیش آتے دیکھتا ہے اسی طرح
لپٹتا ہے۔

آج کل یہان رحمت: وہ مہدی رضا آئے ہوئے ہین، عوض بھی ہین مگر حالت یہ ہے۔ ع

ہمہ آفاق پر حسرت دنیا دیدم

کسی شعر کی یاد نہین ہے، پرانے کاغذون کا ڈھیر جو الماری مین بند اکثر بخیال غم
غلط کرنے کے دیکھا ہون تو ایک پرچہ نکلا، جن کی عمر پانچ برس کی ہے حسب ذیل اشعار درج

تھے، خدا جانے اُس وقت طبیعت کا کیا رنگ تھا۔

کیجے مقتل پر آنا کیجیے
خود مرے خون کا دعویٰ کیجیے

خوں بہا دینگے تمھارے گیسو
حال دل مجھ سے نہ پوچھا کیجیے

شوق دیدار کا ایسا یہ ہے
ٹکٹکی باندھ کے دیکھا کیجیے

نہ سہی ذوق تکلم نہ سہی
چشم و ابرو سے اشارا کیجیے

ق

ضبط کہتا ہو ذرا صبر ابھی
شوق کہتا ہو تقاضا کیجیے

صبر معلوم۔ تقاضا مشکل
وعدہ پورا ہو کچھ ایسا کیجیے

دل پہ یا عمر رواں پر کس پر
آہ نواب بھروسا کیجیے

والسلام نواب۔

قندھاری بازار۔ ۴ دسمبر ۱۹۱۵ء

ہائے یہ عذر بھی ہے عذر گنہ سے بد تر
کہتے ہیں غیر نے روکا ترے پاس آنے سے

جامع المتفرقین! بطفیل رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ دو مشتاقوں کو جلد گلے ملائے۔ فانی کوشش، فانی ارادہ، پسر انانیت کا دعویٰ معاذ اللہ!
اب نہ کسی ارادہ سے کام نکلتا ہے نہ کوئی کوشش کارگر ہوتی ہے تیری رحمت پر بھروسہ ہے۔
خداوندا ہفتہ کا دن عید ہو رہا ہے، تو اسے تا ابد و نواب کے واسطے عید المسلمین بنادے

یا اِلٰہا! ہفتہ کو دس بجے دن کے وقت جو ریل جاتی ہے اُس پر ایک "معتوب درگاہ صدق و صفا" کو سوار کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ارحم الراحمین اُسی ہفتہ کو ۲ بجے دن کا وقت ہم مہجوروں کے واسطے اسی انداز سے تخلیق کر جس طرح "دونوں وقتوں کا گلے ملنا" مقرر کیا گیا ہے۔ آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ آمین یا رب العالمین برحمتک یا ارحم الراحمین

الراقم

معتوب درگاہ الفت

بڑودہ ناگر وارہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۹ء

الٰہی خیر۔ معاملہ کیا ہے۔ یا بایں شور اشوری، یا بایں بے نمکی، ایک ماہ کے قریب ہوتا ہے خبر تک نہ لی کہ سفر میں جیتے ہیں یا مرتے ہیں۔

کرسمس کی تعطیل میں چپکے چپکے گھر بھی ہو آئے اور خبر تک نہ کی اگر اطلاع ہوتی تو کرسمس کی تعطیل بھوپال میں کیوں صرف کی جاتی۔

یا ایک دم کی مہلت نہ تھی آتوار کو بھی دن بھر کام کرنا ہوتا تھا یا اسقدر فرصت خیر اچھا ہوا کہ وطن جانے کی مہلت ملی اگر اطلاع بھی دی ہوتی تو لکھنؤ میں دو چار دن لطف رہتا۔ خیر جو ہونا تھا ہو گیا کیا اب خط لکھنے کی بھی قسم کھائی ہے۔ جی ہاں ایک دم کی مہلت نہ ہوگی یہیں سے یہاں اگر ایک کارڈ بھی روانہ کیا مگر صد ابرنخاست، آفت اسقدر تغافل سے

دل جلانے کا نتیجہ پوچھیں سے حشر کس کا ہے
جس میں تم آگ لگاتے ہو یہ گھر کس کا ہے

سے وفا۔ تغافل شعار۔ حیلہ جو۔ زاہد ریائی کا خیر وہ ہم نفس،

نواب

بڑودہ ناگرواڑہ ۲۶ جنوری ۱۹۰۹ء

کیسے نادم ہیں ہم جو بے صلح ہوئے جنگ ہو کر

برادرم السلام علیکم

نازک مزاجی کا تھرمامیٹر جو جوش دل کے باعث ۱۰۵ درجے تک پہونچ گیا تھا اب معذرت کی کونین کھانے اور غلط فہمی کا پسینہ نکلنے سے پھر ۹۹ درجہ تک آ گیا۔ الحمد للہ علی احسانہ، البتہ نقاہت باقی ہے۔ انشاء اللہ دو چار لفافوں کی پڑیاں کھانے سے رفع ہو جائے گی۔ جیسا صبح وطن شام غریباں ہے تو پھر شام غریباں کا کیا پوچھنا انٹوں کی طرح جو لکھا چکی ساتھ لیے ہوئے جنگلوں کی خاک چھانتے ہوئے پرکار کے سرے کی طرح پھر وہیں آ گئے جہاں سے چلے تھے۔ احباب پوچھتے ہیں گھر ہو آئے خوش تو رہے لکھنؤ کی خوب سیر کی کیسے کیا لائے، اگر این جانب دم بخود ہیں کہیں تو کیا کہیں دیوالہ ہی نکل گیا لاتے تو کیا لاتے۔ یہی غنیمت ہے کہ سر پہ ٹوپی اور پاؤں میں جوتہ ہے، وہ تو کہیئے کہ عین کالج کھلنے کے دن یہاں پہونچے اور چپراسی کا خدا بھلا کرے بیچارہ ایک تھیلی میں کچھ سفید سفید کھنکتے ہوئے ٹھکرے لے آیا ورنہ آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جاتا۔ لیجئے یہ داستان سفر ہے۔ کیسے حالات کہاں کے واقعات۔

سیدنہ کا بل کمبخت ابھی تک کارکنوں کے پنجے میں ہے بک ڈپو کی تحویل میں روپیہ اب باقی نہیں اور منگوایا جائے تو بل ادا ہو معاملہ اب کھجور پر اٹکا رہا ہے اور یہاں بار قرض کمر توڑے دیتا ہے۔ خیر اب جو ہو مارچ کا پہلا ہفتہ عید روزہ داراں قرار پایا ہے۔

این ہم اندر عاشقی بالائے غم ہائے دگر

چلمن کا جلوہ دھوپا نکلا امکان مقفل، کمرہ بند، جا آل کاتب غائب قاصد لاپتہ خدا جانے

یہ آشیانہ کب تک اُجڑا رہے گا۔ کہیں ایسا نہو خانۂ خالی دیو میگیرد کا معاملہ ہو جائے۔ بہر حال۔ ع

آشیاں جس نے بنایا وہی ڈالا ٹوٹا

آج کل یہاں مشاعرے کا بازار پھر گرم ہوا ہے گزشتہ اتوار کو جلسہ تھا مصرع طرح

عید ہوتی جو گلے پر مرے خنجر ہوتا

حسب ذیل غزل لکھی گئی، سُنئے ؎

پیالۂ ساقی یہ جو مستی میں مرا سر ہوتا — وہ خوشی ہوتی کہ میں آپے سے باہر ہوتا

ہوس مال نہوتی نہ غم زر ہوتا — دل شوریدہ اگر اپنا تو نگر ہوتا

یہ تو ہوتا کہ نہ رہ جاتی ہوس سینے کی — نہ سہی گر لب قاتل لب خنجر ہوتا

تو جو دو گھونٹ بھی چھپکر کہیں پیتا واعظ — کاشف رمز حقیقت خط ساغر ہوتا

فلک تفرقہ پرداز نہ ملنے دیتا — مائل رحم کبھی گر وہ ستمگر ہوتا

تو نہ ہوتا تری آواز ہی آیا کرتی — گھر مرا کاش ترے گھر کے برابر ہوتا

بیم و اُمید کے پھندے میں نہ پھنستے نواب

کاش اس دل کے عوض سینے میں پتھر ہوتا

والسلام

نواب

مؤلف کے نام

بڈولہ ساجی گنج - ۱۳ دسمبر ۱۹۲۴ء

مکرمی سلام مسنون! مدت کے بعد آپ سے نصف ملاقات ہوئی غریب الوطنی کا
بھلا ہو کہ برسوں یاران باصفا کا دیدار نصیب نہیں ہوتا، خیر یہی سہی ؎

دل ہو مرا ہر ایک رفیق کہن کے پاس
جتنا وطن سے دور ہوں اتنا وطن کے پاس

یہ داہنا انگوٹھا قلم ہونا کیا معنی، کیا کوئی حادثہ پیش آیا، اب تو نصیب دشمنان بھی کہنے
کا موقع نہیں کیونکہ واقعہ سے انکار کیونکر، خدائے کریم آئندہ حوادث سے بچائے اور آپ کو
ادبی خدمات کے لئے عرصہ تک صحت و عافیت سے رکھے۔

مرقع ادب کی کنگھی چوٹی کے لئے ایسے ہی مشاطۂ سخن چاہئے چشم بد دور۔
مرقع نظر کیا، جنت نگاہ، "سکہ نکلے کا" غالب مرحوم کے غیر مطبوعہ خطوط ایک بیش بہا
اضافہ ہوں گے مگر ذرا تحقیق کر لیجئے گا۔ اور ماخذ وغیرہ کا حوالہ دیجئے گا۔

سمع خراشی معاف اب کچھ "غریب شہر" کی بھی سن لیجئے، مدت سے گجرات میں
رہتے رہتے مسخ ہو گیا ہوں ؎

محفل میں اس کی عرض تمنا نہ چاہیے	ساقی ہی خود کرے تو تقاضا نہ چاہیے
یہ شرط ہے کہ راز محبت نہ ہو عیاں	[illegible] چاہیے
کہتا ہوں جب کہ چوری کچھ [illegible]	[illegible]
انجام دیکھنا ہو تو لب یار کا [illegible]	آب بقا کا [illegible] چاہیے

دنیائے دوں کی ہو نہ منت کی آرزو — زاہد خدا کیواسطے ایسا نہ چاہیے

اے رہبر حرم کبھی یہ بھی نہ جائے گھر — دیر و کنشت سے تجھے جھگڑا نہ چاہیے

بس بس پسینہ آگیا چہرے پہ یار کے
نواب اس طرح سے تو شکوہ نہ چاہیے

فقط والسلام

نیازمند

نواب علی

خان بہادر میر ناصر علی ایڈیٹر صلائے عام کے خط مؤلف کے نام

جناب من! آپکا مضمون فارسی کا پہونچا ممنون فرمایا گو فارسی کی قدر نہین اور یہ مضمون ایک شخصی بحث سے متعلق معلوم ہوتا ہی مگر مین اس کو صلائے عام مین چھپنے کے لیئے دہلی روانہ کردونگا۔

مجھے افسوس ہو کہ آپکے ہان ایسا حادثہ ہوا جس سے آپکو رنج و ملال ہے۔ لیکن آپ صبر کرین دنیا مصیبتون کا گھر ہے اپر وردگار کی مرضی مین کیسکو اختیار نہین۔ مجھے ان دنون فرصت ذرا کم رہی اس وجہ سے خط و کتابت مین دیر ہوگئی، مگر جہانتک مجھے یاد ہے آپکی کوئی جواب طلب بات باقی نہین۔ جب آپکو فرصت ہو صلائے عام کے لیے کچھ لکھیئے۔

نیازمند۔ ناصر علی

پاٹودی۔ ۲۵ ستمبر ۱۹۱۵ء

دفتر صلائے عام فراشخانہ دہلی۔

۱۵ جنوری ۱۹۲۵ء

جناب من - پوسٹ کارڈ پہونچا۔ نہایت پاکیزہ تہا، مجھے معلوم نہ تہا کہ آپ کہاں ہین، صلائے عام آپکے پاس پہونچا کرے گا۔ آپ خاطر جمع فرمائین، اِس وعدہ کے ساتھ ایک آرزو بھی ہے، کہ آپ "صلائے عام" کے لئے ایک مضمون مہینہ مین ایک دفعہ ضرور بھیجا کرین اور نہین تو جو "صلائے عام" پہونچے اُس مین سے جن مضامین کو آپ پسند فرمائین اُن کا ریویو سخن گسترانہ مجھے بھیجا کرین۔ میری عمر زیادہ ہوگئی ہے، بڑھاپے مین مجھ سے زیادہ لکھا نہین جاتا، آپ اچھا لکھتے ہین۔

نیازمند

ناصر علی

نواب حیدر یار جنگ مولانا علی حیدر طباطبائی نظم لکھنوی کے خطوط

مؤلف کے نام

کرم فرما تسلیم! آپ نے مشاعرہ کی طرح بھیجی اُسکے ساتھ میرے مکتوبات کی بھی فرمایش
کی، مکتوبات کہاں جمع ہو سکتے ہیں طرح میں کچھ شعر کہہ لیئے ہیں انہیں اشعار پر نقد و تبصرہ
لکھکر بھیجے دیتا ہوں اسی کو مکتوب سمجھ لیجئے، اور یاران مشاعرہ کو میرا سلام پہونچا دیجئے
آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہو کہ اس صحبت میں اکثر میرے احباب بھی موجود ہونگے
افسوس ہو کہ میں نہ شریک ہوا ؎

کہاں لے نظم لیکر کاروانِ صبر و تاب آیا
یہاں سو بار طوفان موج خیز اضطراب آیا

لفظ کاروان و طوفان سے پتہ چلتا ہے کہ عالم ہستی کو وادی تصور کیا ہے جہاں سے
قافلے بھی گزرتے ہیں اور جس میں سیلاب بھی آجایا کرتے ہیں ؎

خیال و خواب سا گزرا نظر مثل سراب آیا
یہی جلدی تھی جانے کی تو کیوں عہد شباب آیا

استفہام یہاں انشائے حسرت کے لئے ہے ۱۲ ؎

لرز جاتا ہوں گر دل میں خیال ناصواب آیا
سمجھتا ہوں معاذ اللہ کوئی تیر شہاب آیا

ابلیس کی طرح اندیشۂ بد کہ [illegible] نہیں دیتا اگر [illegible] تیر شہاب کی [illegible] میں خفا تھا

نظر آیا ہے

سحاب تیرہ لیکر خیمہ مشکین طناب آیا

اور اس ظلمات مین لے کرنہ ساقی آفتاب آیا

آفتاب مبتذل سا استعارہ ہی جام شراب سے مگر یہان ظلمات مین آفتاب کا آنا کچھ تازگی رکھتا ہے ۱۲ھ

شب غم مین ستارون کے لئے روز حساب آیا

کہ مین گنتا ہون تارے وہ سمجھتے ہین عذاب آیا

میری اختر شماری سے تارے تنگ آگئے ہین ۱۲

عبث کی گردش افلاک نے گہوارہ جنبانی

نہ دل ٹھہرا، نہ غم بہلا، نہ موت آئی، نہ خواب آیا

فصحا کا محاورہ یہی ہے کہ ٹھہرنے مین دونون طرح کی (ہ) بولتے ہین مخلوط و غیر مخلوط ۱۲

نکل لے جان مضطر مین بھی ہون اب ہمعنان تیرا

ٹھہر لے عمر رفتہ مین بھی تیرے ہم رکاب آیا

ہمراہ، اب ہم، مین کہلا کہلا آتا فرہے لیکن مجھ سے نہ ہو سکا کہ اس شعر کو نکال ڈالون ۱۲

ہنسی آئی، حیا آئی، چڑھی تیوری، ہین حیران ہو

یہ مجھ سے کیون نگہ پھیری یہ مجھپر کیون عتاب آیا

کسے ہنسی آئی کسے عتاب آیا اس کا کوئی ذکر ہی نہین، مسند الیہ بلکہ کی بجان آدا کسی کو حذف کردیا مگر یہ حذف بڑا لطف انگیز ہے ۱۲

اٹھلیا زیر خنجر لطف نظارہ کا جی بھر کے

نہ بسمل کی پلک جھپکی نہ قاتل کو حجاب آیا

غضب ہے اگر کوئی سمجھے کہ یہان خنجر اور بسمل و قاتل اپنے اصلی معنی رکھتے ہین غالب مرحوم نے اسی بات کو سمجھایا ہے ؎

مقصد ہے ناز و غمزہ ولے گفتگو مین کام
چلتا نہین ہے دشنۂ و خنجر کہے بغیر

یہی معلوم ہوتا ہے محبت سے حسینون کی — کہ مرنے کی مرادین بان کر عہد شباب آیا

کسی سے محبت کرنا اور کسی پر مرنا ایک ہی بات ہے ضرورت شعر نے مجبور کیا کہ عشق کی جگہ یہان محبت کا لفظ اختیار کیا جائے ۱۲

مہ نو کے اشارے سے یہی مطلب نکلتا ہے
کہ جو آیا سرائے دہر مین پا در رکاب آیا

ہلال دیکھتے ہی دیکھتے چھپ جاتا ہے یہی اس کا اشارہ ہے اور اس اشارہ سے یہی مطلب نکلتا ہے کہ اس سرا مین جو آیا بہت جلد جانے والا ہے، رہی تشبیہ یعنی ہلال کو رکاب سے استقدر بتذل ہو گئی ہے کہ اس مین کچھ لطف نہین رہا ۱۲

تجلنے طاقت رفتار کیا کہتی ہے جہک جہک کر
مین اب جہک جہک کے چلتا ہون کہ سنلون کیا جواب آیا

جہک جہک کے چلنے کا سبب یہ ہے کہ مین سننا چاہتا ہون کہ طاقت رفتار کی طرف سے جواب آیا ؎

اثر یہ ہے خلوص قلب کا رندان میکش کے
دعا کو جب اٹھایا ہاتھ گھر گھر کر سحاب آیا

خلوص قلب کا یہ مرتبہ ہے کہ گنا ہون سے بھی اُسے ضرر نہیں پہونچتا شعرا ہمیشہ سے اس مذہب

کی تائید کرتے آئے ہین ؎

جواہر ریز ہی گردون طرب انگیز ہے ہامون
شفق سے شیشۂ شبنم مین یاقوت مذاب آیا

یعنی شفق کا عکس شبنم مین ایسا ہی جیسے یاقوت گداختہ ۱۲

فلک زیر فلک ہی کائنات اس بزم ہستی کی
مئے عشرت کا پیمانہ حباب اندر حباب آیا

حباب کی ہستی کچھ اعتبار نہین رکھتی اس سے پیمانہ دے کی حالت ظاہر ہے کہ وہ بھی بے ثبات ہین ۱۲

نہ پوچھو دم نکلنے مین تھی کیا لذت شب غم مین
اجل اس طرح سے آئی کہ مین سمجھا کہ خواب آیا

بعض لوگ "اس طرح سے" نہین کہتے "اس مین" سے "کو زائد سمجھتے ہین، اس سے مجھے اتفاق نہین ہے ۱۲

نہ جا میخانہ مین اے نظم ہم کہتے نہ تھے تجھ سے
وہان سے ہوکے سرشار و سیہ مست و خراب آیا

شعر جب حقیقت پر محمول نہو تو یہی قرینہ ہی اس بات کا کہ اس مین استعارہ ہی یعنی میخانہ مین جانے سے لذت دنیا مین منہمک ہونا مراد ہی اور خراب ہونا استعارہ ہی برے نتائج سے جو انہماک لذت سے پیدا ہوے ہین ایک ناصح مشفق کی زبانی شماتت کے لہجہ مین اس مضمون کو ادا کیا ہے۔

نظم طباطبائی - بازار نورخان
حیدرآباد دکن ۲۶ جنوری ۱۹۲۵ء

شعبۂ تالیف و ترجمہ عثمانیہ یونیورسٹی

حیدرآباد دکن

۷- فروری سنہ ۱۹۲۵ء

حضرت صفدر صاحب شفیق کرم فرما تسلیمات

طرح کی غزل کو آپ نے بہت پسند کیا اور حد سے زیادہ داد مجھے دی ڈرتا ہون کہین ایسا نہو کہ یہ خیال میرے دماغ مین بھی نہ سما جائے -

آپ کی دونون غزلین مین نے پڑھی ہین اچھے اچھے عاشقانہ شعر قلم سے ٹپکے ہوے معلوم ہوتے ہین، اور وہ تصنع سے پاک ہین غزل مین سب کا حصہ ہی، کچھ واقعہ نگاری مین مفصل حال کھلتا ہی قلم سے جو شعر ٹپکے نہین وہ ہمیشہ بے لطف ہوتا ہی جس شعر کے متعلق شاعر کو خود شک ہو کہ یہ کچھ لطف رکھتا ہی یا نہین اکثر وہ شعر بے لطف ہی ہوتا ہی، یہ مصرع

پڑی ہی خاک جنپر وہ مرقع دیکھے جاتے ہین

بالکل صحیح ہی- لفظ دلکش بھی صحیح ترکیب رکھتا ہی اس کے لئے سند کی ضرورت نہین ہان صحیح لفظ ز خود رفتگی ہی، لیکن اساتذہ اگر خود رفتگی کو نظم کر چکے ہین تو انکی سند کافی ہو جائے گی، اسیر مرحوم کا مصرع شاید یون ہی -

مری دیوار کو دہ دے گئے چھلا نشانی کا

یعنی میرے خانۂ تن کی دیوار گرنے والی تھی اُنھون نشانی کا چھلا اس دیوار مین دیکر سنبھال لیا- جب دیکھتے ہین کہ دیوار کمزور ہو گئی ہی تو ایک تہ اینٹ چونے کی اُس پر چڑھا دیتے ہین شائد معمار اسی کو چھلا دینا کہتے ہین-

یادش بخیر جناب حکیم دانش صاحب کو میری طرف سے سلام شوق پہونچا دیجیے گا۔

نیازمند

علی حیدر طباطبائی

سید محمد نصیر الدین احمد صاحب تمنا کا خط حضرت زاہد کے نام

۱۸ ستمبر ۱۹۱۲ء

جانشین گنج الہ آباد

ڈیر زاہد صاحب، سلام علیکم۔ آئیے عید مل لیجیے، مبارک باشد، بھائی معاف کرنا رمضان المبارک کی وجہ سے جواب نہ دے سکا، اب عید کا قُل ہو گیا، مگر موسم لاابالی ہونے کی وجہ سے اُبالی سیویوں سے اس مرتبہ قطعی پرہیز کیا گیا، البتہ ضعف و نقاہت سے سیویوں سے زیادہ باریک ہو گیا ہوں، مصمم قصد تھا کہ رمضان المبارک میں آپ کو خط لکھکر دل بہلاؤں مگر خدا نے بڑی خیر کی کہ میں نے خط نہ بھیجا ورنہ جیسے مرزا صاحب غفران مآب کا خط آپنے لعبتان کہسار کے ہاتھوں میں یکے با دیگرے تھما دیا تھا اسی طرح تمنا علیہ الرحمۃ کا بھی بطور افطاری اُن کے نازک نازک ہاتھوں میں تھما دیتے تو اُن کے حق میں تو دہم خرما و ہم ثواب ہو جاتا مگر یاروں کا روزہ تو بالکل ہی نا مکروہ تحریمی ہو جاتا، جل جلالہٗ و جل شانہٗ کا ہزار شکر کہ یہ میرا قلم اس مبارک ماہ میں نہ اُٹھا۔ کیونکہ اللہ میاں کے یہاں جب یہ تحریر پہنچی تو اُس وقت کوئی کلام نہ آتا، لعبتان کہسار مجرے کے بہانے اور مرزا صاحب دورہ کے حیلہ اور آپ دفتر کے حوالہ سے کنائی کاٹ جاتے۔ اُس وقت افطاری کی کوری کوری پیالیاں مجھ غریب کے سر پر تڑا تڑ پڑتیں کسی معصوم کا مقدمہ تو تھا نہیں کہ چار سو روپئے

خرچ کرکے جان بچنے کی امید ہوتی، خیر خدا نے جو کچھ کیا بہتر کیا، آئندہ بھی خیریت ہے۔
کیوں بھئی اونچی جگہ ہو چکی آپ بلامشورہ میڈیکل بورڈ میں خوب مزے اڑا رہے
ہیں۔ کم سے کم مرزا صاحب کو تو تار پر بلایا ہوتا، آپ کو تو گھر بیٹھے مفت لعبتان کوہسار
میسر ہیں، یہاں کہانسی زکام میں علاج کے لئے لعوق سپستان بھی میسر نہیں۔
اچھا بھیا روزدن کے نظرے کا اناج انہیں جنت کی قمریوں کو خوب کھلاؤ تاکہ
جنت میں بھی یہ تمہارے کام آئیں۔ آہ زاہد سہ

مل جائے گا موقع جو کبھی دادرسی کا
اللہ سے زاہد تری فریاد کریں گے

مرزا صاحب عنقریب بمبئی نہضت فرما ہونے والے ہیں اور وہاں گناہوں کا استنجا سمندر
میں پاک کرکے واپس آئیں گے۔ غالباً اس وقت تک آپ بھی لیڈی اسٹک لئے
الہ آباد میں گھومتے نظر آئیں گے، یہاں ہیضہ کا آج کل بہت زور ہے نامی نامی آدمیوں کو
پچھاڑ ڈالا چنانچہ شیخ عبدالصمد صاحب رئیس و شاہ حاجی جان صاحب پدر بزرگوار ارشد
صاحب و عبدالحمید صاحب برادر نواب عبدالمجید صاحب میر احد علی صاحب برادر نسبتی بیرسٹر
صاحب چودہری جمال الدین صاحب، اب اور نام یاد نہیں آتے تکیہ دار سے دریافت کرکے
فہرست نوتی ارسال کرونگا انشاءاللہ میاں کے یہاں یکم اکتوبر کو زبردست پنچایت ہونے
والی ہے جمنا مشن کالج کے پرنسپل ڈاکٹر ایون صاحب بھی راہی ہوگئے یہ شاید پریسیڈنٹ
بننگے بنجانے وہاں کس مسئلہ پر بحث ہونے والی ہے اور وہاں دو ایک نامی شاہدان بازاری کی
اڈہنگ ہوگئی ہیں وہاں کانفرنس کے بعد گانے بجانے کا بھی جلسہ ہوگا اس جلسہ کے اہتمام کیلئے
کالکا دین وہاں پہلے سے موجود ہیں۔ زیادہ والسلام۔ تمنا

جناب مولوی نور الحسن صاحب نیّر خلف مولینا محسن کاکوروی کا خط قاضی محمد جلیل صاحب رئیس اعظم بریلی کے نام

بندہ پرور زاد لطفہٗ تسلیم! والانامہ صادر ہوا جناب کی ناسازی مزاج دریافت کر کے قلق ہوا خدا کرے اب صحت درست ہو آمین آپ کی زیارت اتفاقیہ مجھکو نصیب ہوئی وہ چند ہی منٹ کی کیوں نہ ہو لیکن وہی سمان آنکھوں کے سامنے ہے، اور دل جو ایسے ذی علم حضرات کی ملاقات کا شیدائی ہے آپ کی عنایت و محبت کا بندۂ بے دام ہو گیا ہے لغت کا کام اوقات فرصت میں برابر جاری ہے۔ اللہ تعالی تکمیل کو پہونچائے ہندوستان کے ہر حصے سے لغت کی طلب میں خطوط آرہے ہیں۔ اور جی چاہتا ہے کہ پہلا حصہ جلد شائع کر دیا جائے۔ لیکن کاغذ کی گرانی ہمت پست کئے دیتی ہے جنگ یورپ کے ختم ہونے سے پیشتر اسکی اشاعت مناسب نہیں ہے۔

گورنمنٹ اور والیان ملک سے اس زمانہ میں قدردانی کی کوئی امید نہیں ہے پیشہ کی مشغولی لغت کے کام میں خلل انداز ہے۔ محاورات مع اسناد حرف میم تک لکھے جا چکے حرف با بالکل مرتب ہے۔ بقیہ حروف کی باری آگئی محاورات اردو کے اردو میں معنی لکھنا اور ترتیب دینا آسان کام نہیں ہے زیادہ وقت اسی کام میں صرف ہوتا ہے میں نے کوشش کی ہے کہ فارسی کے متعلق محاورات اور امثال جو اردو زبان کا جزو ہو گئے ہیں حتی المقدور چھوٹنے نہ پائیں مثلاً "بریں ریش خندی" "باید و شاید" "برات عاشقان بر شاخ آہو" وغیرہ وغیرہ

نیاز مند نور الحسن وکیل

دلِ بیتاب کی اُس بُت کو خبر ہو کہ نہیں
میرے نالوں میں خدا جانے اثر ہو کہ نہیں

جسکی رگ رگ میں کھٹکتا ہے وہ تیر کیونکر
دردِ دل ہو کہ نہیں درد جگر ہے کہ نہیں

تم نڈر ہو کے ستم ڈھاتے ہو میرے دل پر
یہ سمجھتے نہیں اللہ کا گھر ہے کہ نہیں

غیر کے بننے بگڑنے سے مٹا جاتا ہے
دلِ ناداں تجھے اپنی بھی خبر ہو کہ نہیں

گلشن بشر میں آرام سے سونے والے
اپنے تیر کی تجھے کچھ بھی خبر ہے کہ نہیں

جناب مجھگا ہادی جبابی لے ہادی مچھلی شہری کا خط مولانا عثمان

جعفری ایم اے کے نام

میرے قدر شناس عزیز! محبت نامہ پہونچا، آپنے جن سچے جذبات کا اظہار فرمایا ہو
انکے شکریہ سے میری زبان قاصر ہے میرے خیال میں اُس شخص سے زیادہ جس کی اُسکے اعزہ
اور اہل وطن قدر کریں خوش قسمت نہیں کیونکہ اس مصرع کی صداقت کو ع
لعل قیمت کو پہونچتا ہے بدخشان چھوڑکر
پیش نظر رکھتے ہوئے اس بات کی بہت کم اُمید کی جا سکتی ہے، آپ کے اظہار خلوص نے
میرے دل کو گھنٹوں بےچین اور مضطرب رکھا اور مجھے یہ معلوم ہوا کہ گویا آج میری محنت
ٹھکانے لگی، مجھے خدا نے خلقتاً ایک پُر درد دل عنایت فرمایا ہے اور میری شاعری اسی
کے درد انگیز جذبات کی ایک تصویر ہے، میرا مقصد شاعری سے صرف اسقدر رہی کہ خود روؤں
اور دوسروں کو رلاؤں، اگر یہ مقصد حاصل ہو تو میں خود کو کامیاب سمجھوں گا ورنہ کچھ بھی نہیں

جس غزل کا آپ نے تذکرہ فرمایا ہے اُس زمین میں میری دس غزلیں ہیں مجھے
اپنی شاعری کا دعویٰ نہیں بلکہ بعض اوقات تو یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ بے سروپا اشعار اس
قابل بھی ہیں کہ کوئی اُنکی جانب متوجہ ہو۔

غزلوں کا بہت کافی ذخیرہ میرے پاس جمع ہوگیا ہے آپ خود غور فرمائیے اور
دیگر ارباب نظر کو بھی دکھائیے۔ اگر آپ لوگوں کی رائے میں میری بکواس کسی قابل ہو تو
اس کی اشاعت کا انتظام کروں۔ ورنہ اس دفتر بے معنی کو سپرد خاک کردوں۔

میرے قدرشناسوں میں سے ایک صاحب حکیم الطاف احمد آزاد سہارنپوری
حیدرآباد تشریف لے گئے ہیں اور غالباً اپنے صاحبزادے محمد احسان احمد کے ساتھ مقیم ہیں
افسوس مجھے انکا پتہ معلوم نہیں شاعری میں ایک خاص رنگ کے موجد اور بڑے پائے کے
اُستاد ہیں اگر انکا پتہ مل سکے تو اُن سے ضرور ملئے گا اور میرا تذکرہ کیجیے گا۔

آپ کے اظہار خلوص کے شکریے میں چند غزلیں روانہ کرتا ہوں اگر آپ چاہیں
تو اِن غزلوں کو کسی اخبار یا رسالہ میں شائع کرا سکتے ہیں اور اگر فرصت ملے تو مع تنقید و
تبصرہ ورنہ یونہی سہی۔

کبھی کبھی بذریعہ خط و کتابت یاد فرمالیا کیجیے۔

آپکا دور افتادہ ہموطن خاکسار ہادی

۱۳- دسمبر سنہ ۱۹۳۱ء از علیگڑھ

جناب حکیم سید ولایت حسین صاحب وصل تیتوی کا بقیہ خط

حضرت زاہد کے نام

(سلسلہ کیلئے دیکھو صفحہ ۱۹۳ و ۱۹۴ و ۱۹۵ حصۂ اول اڈیشن دوم)

الموڑہ - ۲۰ - جون سنہ ۱۹۰۸ء

اس وقت اِن کے خم معدہ مین درد تہا، مجھ سے کہا مین نے مذاقاً نہین کہا تہا کہ آپ میرا علاج کر سکتے ہین بلکہ واقعی میرے پیٹ مین درد ہو رہا ہے مین نے اصرار کر کے پیٹ کھلوایا اور مقام درد دیکھکر ایک سفوف اور دو گولیان درد کی کھلائین، خدا کی عنایت شامل تھی فوراً درد موقوف ہوگیا، اس کا لمبے چوڑے الفاظ مین شکریہ ادا کیا گیا چونکہ اثنائے گفتگو مین ان کو معلوم ہوا تہا کہ انگور شتہا ہے، ٹوکری سے پانچ سیب نہایت اعلیٰ نکالے اور یہ کہکر میری طرف بڑہا دیے (یکسی خوبصورت چہرہ کے دو نمودار حصہ کے نمونے ہین) مین نے فوراً سیبون کو بیباکی سے چوم لیا، اسپر شرما کے آنکھین نیچی کرلین، لیکن مسکراہٹ کا انداز بتا رہا تہا کہ میری یہ حرکت اُن کو ناگوار نہین گزری بلکہ ایک حد تک میری حاضر جوابی سے خوش ہوئین، پھر اُنھون نے عجب عجیب صورت اور ذائقہ کے اکثر میوے مجھے دیے کہ بعض مین نے انہین سے ہندوستان مین کہائے تہے اور بعض کو دیکہا اور سُنا بھی نہ تہا - بعد اسکے ایک بڑا ٹکڑا مجھے ایسی مٹھائی کا دیا جسکو مین نے ذائقہ مین نہایت خستہ بالوشاہی کے قریب قریب پایا - آخر مین ایک گلاس برف کا پانی بھر کر اُس مین ڈبیہ سے ایک سفوف سفید رنگ کا چھوڑ دیا، جس سے پانی قند کے شربت سے زیادہ شیرین اور خوش ذائقہ ہوگیا، مطابق اُن کے بیان کے یہ ایک پہل کا سفوف ہے جسے پنجاب مین رؤسا و اُمرا

بعد غذا اکثر اور کبھی غیر وقت غذا پیتے ہیں ہین اُن کی ہر عنایت پر سیٹ سے اُٹھکر
فرشی سلام کرتا تہا، غالبًا میری یہ ادائین اُن کو بہت پسند آئین۔ کیونکہ وہ کوشش
کرتی تہین کہ مین متواتر وہ ادائین انکو دکہاتا رہون سب عنایتون کے بعد میلے کاغذ
کے سُنہرے ڈبل سگرٹ دیے وہ بھی نہایت خوشبودار اور خوش ذایقہ پائے گئے۔

ان سب صفات خداداد پر مذاق شاعری نہایت ستہرا اور پاکیزہ ہے مجھ سے
شعر پڑھنے کی فرمایش کی اور سُنکر ایسی عمدہ داد دی کہ جی خوش ہوگیا۔

.... کہنے لگین کہ مین آپ سے خط وکتابت تو نہین کرسکتی لیکن کبھی
الہ آباد آسکتی ہون اور نہایت آزادی کے ساتھ مل سکتی ہون۔ مین نے اُنکی نوٹ بک
مین آپ کا نام اور پتہ اور عہدہ لکھوا دیا ہے۔ پھر میرے اظہار محبت مین اور اُن کے
اظہار خلق مین جو مزید ارگفتگو ہوئی وہ لکھنا مناسب نہ معلوم ہوا زبانی کہون گا لیکن
خلاصہ کلام لکھتا ہون، ان سے مطلب اخذ کیجیے گا، اثنائے گفتگو مین حقیقت مین عمدًا لیکن
بظاہر ایک عالم محویت کا اظہار کرکے انہین کی سیٹ پر جا بیٹھا، پہلے جھجکین لیکن مجکو از خود
رفتہ پا کر کچھ سمجھکر تعرض نہ کیا، مین نے بڑی بہادری کی یہ کہا کہ مجکو آپنے اپنا خادم بنایا
چھوڑنے کو کسی طرح جی نہین چاہتا۔ اسپر مُسکرا کر جواب دیا کہ یہ میری صورت کی کشش
ہے لیکن مجھے آپ سے کیون اُنس ہوگیا، مین نے کہا کہ یہ رادلی تعلق اور اصلی خوشامد
یہی سبب ہوا، کہنے لگین سچی قسم کہایئے، مین نے شدید قسمین کہائین، اس پر ایک ذرا سا
تامل کیا اور کہا کہ یہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مین ایک باعصمت عورت ہون، مین نے
جواب دیا میری نظر مین آپ کی عصمت آپکے یقین سے بہت زیادہ ہے ورنہ مین بے قرار ہوتا،
بات ٹال کر کہنے لگین کہ آپ کو اگر اس مضمون کا جس مین (عصمت) کے متعلق کسی شاعر نے

کہا ہو اگر یاد ہو تو سنائیے، میں نے فوراً ہی یہ شعر پڑھا ؎

عصمت یوسف نے اچھا گل کھلایا مصر میں
چاک دامانی سے پیدا پاک دامانی ہوئی

اس شعر پر مسکرا کر داد دی، اور ساتھ ہی اس کے یہ فقرہ بھی کہا کہ پھر آپ سے ملنے کی کیا صورت ہوگی میں صورت تصویر خاموش رہا، خود ہی یہ فرمایا، اچھا آپ کراچی آئیے کرایہ آمد و رفت میرے ذمہ، میں نے اقرار کیا پھر کہا آپ واپسی میں نینی تال آئیے، میں نے اس کا بھی اقرار کیا، پھر میں نے اصرار کیا کہ نینی تال سے واپسی میں الہ آباد ضرور آئیے۔ اقرار کیا کہ حتی الامکان اب آخری سین محذوفش جس کا خطرہ ظاہر ہوتے ہوتے رہ گیا، افوہ کیا لکھوں، خیر لکھ ہی دوں، انگڑائی لیکر کہنے لگیں، آپ کے زانو پر سر رکھ دوں، میں نے نہایت شوق ظاہر کر کے دبی زبان سے کہا کہ اگر دل زیادہ بے قرار ہوگا تو میں بوسہ لیلوں گا، کہنے لگیں کہ نہ ایسا نہ کیجیئے گا اس سے ایک حد تک میری بے عفتی اور آپ کی بد طینتی ثابت ہوگی، میں نے کہا میں یقین دلاتا ہوں کہ میں تعظیمی بوسہ دوں گا اس سے آپ کی بے عفتی اور میری بد طینتی نہیں ہو سکتی، یہ امر زیر بحث ہی تھا کہ تلہر کا اسٹیشن آگیا اور اُن کے دیور صاحب آگئے، میں کھڑا ہو گیا لیکن اُنہوں نے نہایت متانت سے گجراتی زبان میں اُس سے کچھ کہا اور مجھ سے فارسی میں کہا کہ اب آپ کسی جگہ مجھ سے مل کر جب تک میں مخاطب نہوں کوئی بات نہ کیجیئے گا، میں حیرت کے ساتھ گاڑی سے اُتر کر اپنے سونے کمرے میں آگیا ؎

کر کے بسمل وہ مجھے چھوڑ گئے
ایسے ملنے سے نہ ملنا اچھا

۹ بجے شب کو بریلی پہونچے وہ سین نظر نہ آیا سا لگا ہے۔ ابھی وہاں سے روانہ ہو کر کاٹھ گودام سے

پہلا اسٹیشن لعل کنواں ہے وہاں نظارے خوش گذرے پر اکتفا کی گئی لیکن کاٹھ گودام
مین پانچ بجے سے پونے ۸ بجے تک دیدار کا لطف لیا پھر وہ ایک تانگے پر سوار ہو کر اشاروں
مین خدا حافظ کہکر رخصت ہو گئین اور ہم یہان کلیجہ تہام کر رہ گئے - پھر ہم بھی وہان سے
ڈانڈی پر سوار ہو کر روانہ ہوئے ، راہ کا حال پھر لکھونگا - میرے سب ملنے والون کو میرا
بہت بہت سلام کہئے گا - اور جو خواہش کرین اُن کو میری دُکھ بھری داستان یعنی میرا
خط سُنا دیجیے گا -

ننھے نواب عفی عنہ

جناب سلطان احمد صاحب واقف بیلوی کے خطوط مؤلف کے نام

۱۸ مئی ۱۹۱۵ء لکھنؤ

اب کے بہار آنے سے ایسی ہوا چلی	ٹوٹی وہ شاخ جس پہ مرا آشیانہ تہا

مائی ڈیر صفدر ، سلام شوق ! ایسی افتاد پڑی کہ مجبوری سے وہ دوکان چھوڑنا پڑی اور اب تک
تک دوسری دوکان تعین نہیں کی ، مین خانہ بدوش تہا اور اب تک ہوں ، اتفاق سے آپکا کارڈ ملا ، گیا
غالباً مجھے تلاش کرکے واپس [illegible] کر دیا ہے ، چونکہ لکھنؤ مین قیام ہو گیا ، انشاء اللہ اشاعت کی
کوشش کرونگا کتاب مین نے دیکھی ہے اور مشرقی کی [illegible] باقی باتیں [illegible] مین [illegible] گلچین
نکلیگا اس طرح مین خود اشعار [illegible] - ع	جو کر رہا ہے اپنیان کیا کیا مرے ارمان لیتے ہین -

۲۱ جولائی ۱۹۱۵ء امین آباد پارک نمبر ۲۳ بالاخانہ

صفدر صاحب [illegible] سنتے ہین آپ قرآن خوان ہین ، آپکے دوست شاکر صاحب
ایکدن کہہ گئے تھے اخبار کے سیح ہو تبھی کبھی تشریف لائیے ، بہت سی تصنیفیں سنانا ہین ، بلا آئیے
تو اچھا ہے فصل گزری جاتی ہے - باقی زبانی میرا حال سب میری زبانی - نیاز مند سلطان احمد

جناب سید محمد افضل صاحب ضیا وقف الہ آبادی کا خط مؤلف کے نام

محسن من حضرت صفدر صاحب مرزا پوری اطال اللہ عمرہ بالعز والقدر

سلام شوق قبول ہو میری اس بے تکلف اور غیر متعارفانہ تحریر پر آپکو تعجب تو ضرور ہوگا اور کیوں نہ ہو حقیقتہً میں ایک گمنام شخص ہوں شعر و شاعری اسیقدر جانتا ہوں کہ دنیائے سخن میں میرے انکار کا عدم و وجود برابر ہے، اُردو کی خدمت کے قابل نہیں اور بدقسمتی سے کروہات دنیوی کے مصائب ناخوشگوار میں مبتلا ہو کر کچھ عرصہ سے بادیہ پیمائی کے لئے اہل زبان اور اہل وطن سے سیکڑوں کوس فاصلہ پر علاقہ بھوپال کے ایک کوردہ مقام قصبۂ رائسین میں پڑا ہوں چند سال بھوپال خاص میں رہنے کا ضرور اتفاق ہوا اور وہاں کچھ روز حضور احمد حضور نعیمی مرحوم و مکرمی جناب محوی و مہر جیسے مخلص احباب کی خدمت بھی کی دائرہ ادبیہ بھوپال کی ایک چھوٹی انجمن بھی محوی صاحب کی سرپرستی اور توجہات سے بڑی پُر رونق رہی لیکن حضور نعیمی کے اُٹھتے ہی گویا مذاق کا رنگ پھیکا پڑ گیا وہ مشاعرے وہ احباب کے جلسے جاتے رہے اور جب سے محوی صاحب نے لکھنؤ میں قیام فرمایا ہے وہ باتیں خواب و خیال ہو گئی ہیں مجھ بندہ کی بیچارگی نے رائسین آنے پر مجبور کیا یہاں جب سے آیا ہوں مشاغل علمی سے بھی دست بردار ہو جانا پڑا ہے نہ کوئی ہم مذاق ہے نہ ہم خیال نفیس زندگی کے دن ایک بے لطفی سے بسر کرنے پڑے ہیں۔ محوی صاحب سے اکثر میں نے آپکے حسن اخلاق وغیرہ کی بیحد تعریف سنی اور مشتاق رہا کہ کبھی آپکی زیارت سے مشرف اندوز ہوں لیکن آجتک یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔ اکل دن اپنے کرم و محترم مولوی محمد عثمان صاحب جعفری مچھلی شہری کی خدمت میں حاضر تھا صاحب موصوف نے تذکرہ احباب کے سلسلہ میں انکو بیتاب کردینے والے حسرت بھرے مضامین کا ایک خط جو انکے پاس آپنے بھیجا تھا اور جسمیں اپنی اہلیہ مرحومہ اور بچہ کی دائمی مفارقت کے صدمہ کا اظہار فرماتے ہوئے کچھ اشعار تحریر فرمائے تھے مجھے دکھا کر بیچین کردیا خط کیا ایک نشتر غم تھا جسکے درد انگیز الفاظ نے دل کے ٹکڑے کردیئے اُسوقت سے مجھے اور زیادہ شوق پیدا ہوا کہ سردست بذریعہ تحریر ہی شرف تعارف حاصل کرلوں، آپ میرے نکتہ فہم کہنے والے نہیں بلکہ ہوں [illegible] اور بہر مذاق سلیم ارتقائے فن کے ایک اچھے رکن سمجھے جاتے ہیں اسلئے اسقدر تکلیف دینے کی جسارت ہوئی معاف فرمایئے گا۔

آپنے اپنی تالیف لطیف نادر روزگار شاطۂ سخن کی ایک جلد مولانا کے پاس بھیجی تھی جسکو انکی بھوپال سے واپسی تک اپنے پاس رکھکر دیکھنے کی شرط پر میں نے اُن سے حاصل کرلی ہے اور دیکھ رہا ہوں واقعی ان اصلاحی مسودات جیسے جواہر پاروں کے جمع کرنے میں آپکو بڑی دقتیں پیش آئی ہونگی، ادب میں اپنی نوعیت کی یہ پہلی کتاب ہوگی کا فخر شاطۂ سخن کو حاصل ہونا آپکی بلند خیالی کا یقینی ثبوت پیش کرتا ہے، بزم خیال مرقع ادب کے دیکھنے کا بھی اشتیاق ہے براہ کرم اپنی غزلیات میں دو چار شعر کی مرحمت فرمایئے بہت مشتاق ہوں۔ فقط ۲۲ اگست [illegible] آپکا سچا خیر اندیش سید محمد افضل ضیا وقف الہ آبادی۔

ختم

جناب صفدر مرزاپوری کی
بزمِ خیال
جس میں
شعراء اُردو اور فارسی کی مجالس کے لطائف و ظرائف کو جمع کیا گیا ہے۔ برجستہ گوئی اور
حاضر جوابی کے بہترین نمونے دکھائے گئے ہیں۔ فارسی اور اُردو کے اُن منتخب
اشعار کو لیکر جنکا کسی لطیفہ یا دلچسپ قصہ سے تعلق ہے اُسکی مفصل کیفیت
بیان کی ہے۔ خوش مذاق حضرات کے لئے تفریح طبع کا بہترین سامان ہے
اسکے ساتھ ادبی و تاریخی ضیافت ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق
ہے۔ قیمت ایک روپیہ
مشاطۂ سخن
اپنی نوعیت کے لحاظ سے دنیائے ادب میں پہلی کتاب ہے جسمیں مسلم الثبوت
اور ماہرینِ فن اساتذہ کی وہ اصلاحیں جمع کی گئی ہیں جو انھوں نے اپنے ہونہار
شاگرد رشیدوں کو دیں اور جنکی بدولت وہ لوگ شاعری کی دنیا میں آفتاب و ماہتاب
بن کر چمکے۔ انتخاب میں اُنھیں باکمالوں کو لیا ہے جن کا حرف حرف قابل تسلیم ہے اور
جنکے قول کو اُردو دنیا سند مانتی ہے۔ جناب ناسخ آتش اسیر ذوق غالب مومن منیر نسیم دہلوی انیس
دبیر امیر داغ تسلیم جلال ایسی ہستیاں نہیں ہیں کہ جنکی اصلاحات قابل توجہ ہوں شاعرانہ مذاق رکھنے والے
حضرات کے لئے نایاب تحفہ ہے اصلاحات پر غائر نظر ڈال کر ایک معمولی
شاعر بھی ایک استاد بن سکتا ہے۔ قیمت عہ
ملنے کا پتہ: صدیق بک ڈپو۔ امین آباد پارک لکھنؤ